رجب المرجب سنہ ۱۴۱۱ھ

ادبی کائنات

مکتبہ کائنات دلّی

ذوالمنن

کے

سہارے جس کا فیض عام اور عنایتیں خاص ہیں

علمی، فکری، دینی اور تہذیبی ماہنامہ

مُدیر

عقیل الغروی

قیمت فی شمارہ : ۶/ روپے : سالانہ ۶۰/ روپے : تین سال کے لئے ۱۵۰/ روپے

بیرون ملک : ۱۶/ روپے : سالانہ ۸۰/ روپے : تین سال کے لئے ۵۱۰/ روپے

مکتبہ کائنات

۴۱، امام باڑہ لین، رشید مارکیٹ، دہلی۔ ہندوستان ۱۱۰۰۵۱

پرنٹر پبلشر اور پروپرائٹر ذیشان جعفری ہاشمی نے یونیورسل آفسٹ پرنٹرز دریا گنج نئی دہلی سے چھپوا کر مکتبہ کائنات ۴۱ امام باڑہ لین دلی ۵۱ سے شائع کیا

جاری شدہ ربیع الاول ۱۴۰۱ھ مطابق جنوری ۱۹۸۱ء (از ہمایت گڑھ مرزا پور)

ادارہ ادبی کائنات اپنے قلمی معاونین کی خدمت میں نذرانہ پیش کرتا ہے
"ادبی کائنات" کے صفحات پر مقالہ نگار کو اظہار رائے کی آزادی ہے، اُس کا
اپنی ہر رائے میں ادارہ کا پابند یا ادارے کا اُسکی رائے سے اتفاق ضروری نہیں۔
قلمی معاونین سے ضروری گذارش یہ ہے کہ وہ زبان کی صحت اور مواد کے استناد کا لحاظ ضرور فرمائیں۔

ترتیب

أمیر المؤمنین الامام
علی بن أبی طالب
علیه السلام
ولادته: ۱۳ رجب ۳۰ ع ف - شهادته: ۲۱ رمضان ۴۰ھ
مدفنه: النجف

جناب عظیم امروہوی

قصیدہ

در مدحِ مولائے کائنات امیر المومنین حضرتِ علیؑ

شعور و فہم ہیں اس دور میں کس درجہ حیرت میں — یہ کیسا اختلاف آخر ہے یارانِ طریقت میں

یقیناً ہو اضافہ قوم کی عزت میں عظمت میں — کبھی جو اتحادِ باہمی قائم ہو ملت میں

حقیقت ہے کہ ہے اظہارِ حق بھی لازمی لیکن — فساد و شر بپا کرنا نہیں جائز شریعت میں

یہی درسِ ائمہ ہے یہی تعلیمِ پیغمبرؐ — کہ ہے لطفِ حقیقی زندگانی کا محبت میں

محبت عظمتِ آدمؑ محبت فطرتِ آدمؑ — محبت روح ہے دراصل آدمؑ کی نبوت میں

محبت نوحؑ کی کشتی کو طوفاں سے بچاتی ہے — محبت ہر قدم پر کام آتی ہے حقیقت میں

محبت عزمِ ابراہیمؑ بنکر فتح پاتی ہے — محبت کھیلتی ہے آگ سے راہِ صداقت میں

محبت ہی عصا کو قوتِ اعجاز دیتی ہے — محبت طور کے جلوے دکھاتی ہے حقیقت میں

محبت ہی کہیں وجہ مسیحائی بھی بنتی ہے — محبت ہی ہے پنہاں قُم بہ اذنی کی صداقت میں

محبت منزلِ آخر پہ آکر جب ٹھہرتی ہے — وصالِ حق بھی ہو جاتا ہے معراجِ محبت میں

محبت باعثِ رفعت برائے مرسلِ اعظمؐ — محبت عظمتِ مولودِ کعبہ ہے حقیقت میں

محبت بخشتی ہے مرتبے انسان کو کیا کیا — محبت حضرتِ بوذر بنا دیتی ہے صحبت میں

محبت ہی عطا کرتی ہے دسویں منزلِ ایماں — محبت ہی سے بنتا ہے کوئی سلمان عزت میں

محبت کا جو منکر ہے وہ ہے قرآن کا منکر — محبت مانگتے ہیں خود نبیؐ اجرِ رسالت میں

محبت ہی سے پھر جانا تو گویا خود جہنم ہے — محبت ہی کسی کی لے کے جا سکتی ہے جنت میں

محبت مظہرِ انسانیت ہے عینِ ایماں ہے — محبت ہی ضروری ہے فقط راہِ عقیدت میں

محبت نازشِ گلشن بنا دیتی ہے صحرا کو — محبت کارفرما ہے جہاں کی زیب و زینت میں

محبت مرہمِ دردِ جگر کا کام کرتی ہے
محبت نقطۂ سودا ہے قالبِ آدمیت میں

محبت جذبۂ محکم، محبت فاتحِ عالم
محبت ہی فلاحِ ہر دو عالم ہے حقیقت میں

محبت کے ہی دم سے رونقِ کون و مکاں قائم
محبت خاص شے ہے گلشنِ ہستی کی زینت میں

محبت اہلِ حق کی رہبری کا کام کرتی ہے
محبت ہی ہے منزل اہلِ ایماں کی حقیقت میں

محبت ہی مزاجِ خار و خس تبدیل کرتی ہے
بدل جاتے ہیں اکثر خار بھی پھولوں کی صحبت میں

محبت گلستاں ہے اور نفرت اک بیاباں ہے
یہی فرقِ حقیقی ہے محبت اور نفرت میں

محبت زندگی کو درس کچھ ایسے بھی دیتی ہے
کہ جو شامل حقیقت میں ہیں روحِ دینِ فطرت میں

محبت ہی کہیں پر نفس کا سودا کراتی ہے
کوئی بستر پہ سوتا ہے کوئی سرگرم ہجرت میں

محبت راہِ حق میں جاں نثاری کو بھی کہتے ہیں
محبت ہے چراغِ داوری راہِ ہدایت میں

محبت نور کے سانچے میں ڈھل جائے تو حیدرؑ ہے
وہ حیدرؑ جس کا ثانی نہیں فضیلت میں

وہ حیدرؑ کلۂ اژدر کو جو بچپن میں دو کر دے
وہ حیدرؑ جس کا کعبہ زچہ خانہ حقیقت میں

وہ حیدرؑ شافعِ محشر، وہ حیدرؑ ساقیِ کوثر
وہ حیدرؑ نفسِ پیغمبر نگاہِ ربّ العزت میں

وہ حیدرؑ ایک طرف مرزد ر اک جانب عنکر ہے
وہ حیدرؑ جس کے ان اوصاف پہ ہے عقل حیرت میں

وہ حیدرؑ جو خدا کے گھر کا اک قرآنِ ناطق ہے
نہیں ہے فرق کچھ قرآں میں اور اس کی صورت میں

وہ حیدرؑ جس پہ نازاں ہے احد کا بدر کا میداں
وہ حیدرؑ مثل ہی جس کا نہیں عزم و شجاعت میں

وہ حیدرؑ فاتحِ خیبر، وہ حیدرؑ ضیغمِ داور
وہ حیدرؑ جو کمربستہ رہا دیں کی حفاظت میں

وہ حیدرؑ فخرِ آدمؑ ہے، وہ حیدرؑ فخرِ عیسیٰؑ ہے
وہ حیدرؑ جس کو دلچسپی نہیں تختِ حکومت میں

وہ حیدرؑ فخرِ ابراہیمؑ ہے اور فخرِ موسیٰؑ ہے
وہ حیدرؑ کام آیا ہر جگہ پر دیں کی نصرت میں

وہ حیدرؑ نازشِ یعقوبؑ ہے اور فخرِ یوسفؑ ہے
وہ حیدرؑ جس نے کھولی آنکھ آغوشِ رسالت میں

وہ حیدرؑ نامِ نامی جس کے والد کا ابوطالبؑ
محمدؐ بھی رہے اک عمر خود جن کی کفالت میں

وہ حیدرؑ جس نے پائی ہے شریکِ زندگی ایسی
کہ جو ہر طرح لاثانی ہے عصمت میں طہارت میں

وہ حیدرؑ لال جس نے شبر و شبیرؑ سے پائے
کہ جن کی مثل ہی کوئی نہیں اس پوری خلقت میں

وہ حیدرؑ جس کے گھر کی ہیں کنیز اک حضرتِ فضہ
جو کرتی تھیں کلام ہر اک سے قرآں کی آیت میں

وہ حیدرؑ حضرتِ جبریل کا بھی جو معلم ہے
وہ حیدرؑ بابِ حکمت ہے نصابِ آدمیت میں

جناب عظیم امروہی

عظیمؔ اب ایسے کچھ اشعار ہوں حیدرؑ کی مدحت میں
کہ جو آئیں تمہارے کام محشر میں شفاعت میں

گزاری زندگی صبر و تحمل میں، قناعت میں
خدا کے گھر میں آکر جان بھی دی عبادت میں

علیؑ اک بابِ لازم ہے نصابِ دینِ فطرت میں
عبادت میں، ریاضت میں، شجاعت میں، سخاوت میں

علیؑ عرفاں، علیؑ ایماں، علیؑ عزت، علیؑ قرآں
علیؑ عالی، علیؑ والی، علیؑ شامل عبادت میں

علیؑ محکم، علیؑ ضیغم، علیؑ عالم، علیؑ اعظم
بجز احمدؐ نہیں ثانی علیؑ کا پوری خلقت میں

علیؑ رفعت، علیؑ عظمت، علیؑ حکمت، علیؑ نعمت
علیؑ آقا، علیؑ مولا، ہدایت میں، قیادت میں

علیؑ طاہر، علیؑ اطہر، علیؑ حیدر، علیؑ صفدر
علیؑ یاور، علیؑ رہبر ہر اک راہِ صداقت میں

علیؑ قبلہ، علیؑ کعبہ، علیؑ تقویٰ، علیؑ سجدہ
علیؑ شوکت، علیؑ صولت، علیؑ سب کچھ حقیقت میں

علیؑ قوت، علیؑ طاقت، علیؑ ہمت، علیؑ جرأت
علیؑ کیا کیا برائے انس و جن ہر اک مصیبت میں

علیؑ فاضل، علیؑ کامل، علیؑ افضل، علیؑ اکمل
علیؑ اعلیٰ، علیؑ بالا نگاہِ ربُ العزت میں

علیؑ موسیٰ، علیؑ عیسیٰ، علیؑ یوشع، علیؑ یحییٰ
علیؑ ہے کس سے کم کوئی بتائے کس فضیلت میں

علیؑ تابش، علیؑ پرسش، علیؑ دانش، علیؑ بینش
علیؑ کو ہی پکارا ہے ہر انساں نے ضرورت میں

علیؑ باقر، علیؑ باصر، علیؑ ناشر، علیؑ ناصر
علیؑ شامل رہے ہر ہر قدم کارِ رسالت میں

علیؑ ذیشان، علیؑ تاباں، علیؑ عمراں، علیؑ احساں
علیؑ کا نام ہی کام آتا ہے ہر مصیبت میں

علیؑ رہبر، علیؑ صفدر، علیؑ سرور، علیؑ لشکر
علیؑ دستِ خدا، سب کچھ علیؑ کے دستِ قدرت میں

علیؑ راحت، علیؑ طاعت، علیؑ رحمت، علیؑ برکت
علیؑ کا اسمِ اعظم ہے ضروری ہر مصیبت میں

علیؑ ناظم، علیؑ کاظم، علیؑ عالم، علیؑ حاکم
علیؑ اوّل امامت میں، علیؑ واحد شجاعت میں

علیؑ کا کوئی بھی ثانی نہیں ہے پورے عالم میں
عبارت کی بلاغت میں، خطابت کی فصاحت میں

علیؑ مومن، علیؑ ممکن، علیؑ محسن، علیؑ ضامن
بھلا پھولا خدا کا دیں علیؑ کی ہی ضمانت میں

علیؑ تحسین، علیؑ تزئین، علیؑ تمکین، علیؑ تسکین
علیؑ اعلا، علیؑ بالا ہے انصاف و عدالت میں

از آدم تا مسیحا جتنے اوصافِ پیمبرؐ ہیں
بقولِ مصطفےٰ یکجا ہیں سب حیدرؑ کی صورت میں

ہر اک صفحہ پہ ہیں اسلام کی تاریخ کے حیدرؑ
حمایت میں، امانت میں، ہدایت میں، شجاعت میں

خدا کے گھر میں پیدا ہو کے خود لفظِ پیمبرؐ نے
اضافہ کر دیا ہے خانۂ کعبہ کی عظمت میں

درِ خیبر گواہی آج تک دیتا ہے اے مولا!
نہیں ہے کوئی ثانی تیرا قوت اور ہمت میں

میرے آقا میرے مولا ترے قربان ہو جاؤں
کوئی بھی ہو کہاں ہے دنیا ترے عدل و عدالت میں

جو اطمینان سے سائے میں تلوار دشمن کے سو جائے
خریدے گا وہی مرضیِ حق سونے کی قیمت میں

نبی نے خود کہا بھاری ہے عالم کی عبادت سے
ہے وزن اتنا علیِ مرتضیٰ کی ایک ضربت میں

صدف کعبہ بنا اس گوہرِ یکتا کی آمد پر
شرف حق نے لکھا تھا یہ فقط حیدرؑ کی قسمت میں

نہ ہوا احساس بالکل اور نکلے تیر پاؤں سے
ہوا ہے کون ایسا محو خالق کی عبادت میں

لیا ہے جائزہ سلونی کا تب آواز اٹھی ہے
عجب اعجاز ہے مولا تری چشمِ بصیرت میں

ترا آغاز کعبہ ہے ترا انجام مسجد ہے
ولادت میں کوئی ثانی نہ ہمسر ہے شہادت میں

نبیؐ نے خود بتایا ہے رہیں گے ساتھ محشر تک
خدا کے حکم سے رشتہ ہے یہ قرآن و عترت میں

نشانِ اتحادِ باہمی بھی ذاتِ حیدرؑ ہے
ادھر شامل امامت میں ادھر شامل خلافت میں

مکینِ دل ہیں حیدرؑ تو حیدرآباد ہے مرا دل بھی
نجف کا لطف حاصل کر رہا ہوں اپنے بھارت میں

عظیم ہر شعر کے بدلے میں اک جنت میں گھر ہوگا
کہے ہیں تو نے جتنے شعر بھی حیدرؑ کی مدحت میں

فارم بی

تفصیلات "ادبی کائنات"

نام .... ادبی کائنات (اردو)
پرنٹر و پبلیشر کا نام .... ذیشان نجفی ہدایتی

وقفہ اشاعت .... ماہانہ
قومیت .... ہندوستانی

مقام اشاعت .... اے ہم امام باڑہ لین رشید مارکیٹ دہلی ۵۱
پتہ .... اے ہم امام باڑہ لین رشید مارکیٹ دہلی ۵۱

ایڈیٹر کا نام .... عقیل الغروی
مالک .... ذیشان نجفی ہدایتی

قومیت .... ہندوستانی
قومیت .... ہندوستانی

پتہ .... اے ہم امام باڑہ لین رشید مارکیٹ دہلی ۵۱
پتہ .... امام باڑہ لین رشید مارکیٹ دہلی ۵۱

میں ذیشان نجفی ہدایتی اقرار کرتا ہوں کہ میرے علم و دانش کے مطابق مندرجہ بالا تفصیلات درست ہیں۔

رجب المرجب ۱۴۲۰ھ

سلسلۂ منشورات بتقریب جشن چہاردہ صد سالہ عید غدیر ۵

اسمِ اعظم

سوانح و سیرتِ حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہما الصلوٰۃ والسلام

مصنّف

میر کاظم علی زیدی کاظم

متوفی ۱۹۵۴ء

تقدیم

حجۃ الاسلام علامہ سید عقیل الغروی

استاذ جامعۃ الثقلین، حوزۂ علمیہ دہلی

جناب ڈاکٹر سید نیر مسعود

استاذ لکھنؤ یونیورسٹی لکھنؤ

پیشکش

مکتبۂ کائنات

"سفینۂ غدیر" ۔۔ امام باڑہ امین رشید مارکیٹ ایکسٹینشن دہلی ۱۱۰۰۵۱

تعارف

"مکتبۂ کائنات" کا تالیفی، تصنیفی اور اشاعتی منصوبہ، نظریاتی اعتبار سے "سخنِ حق اور حقِ سخن" کا پابند ہے!

اس سال دنیا بھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد دنیا کے سب سے بڑے حق مدار و حقیقت طراز حضرت امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی تاج پوشی و مسند نشینی کا چودہ سو سالہ جشن منایا جا رہا ہے۔ اسی مناسبت سے مکتبہ نے اپنے اس سال کے اشاعتی منصوبہ میں اس کتاب کو شامل کیا ہے جو اُردو زبان میں آپؑ کی دستیاب سوانح عمریوں میں سب سے زیادہ جاذبِ نظر اور دل نشیں پیرایہ کی حامل ہے۔

اس کتاب کی طرف ہماری رہنمائی جناب ڈاکٹر نیر مسعود رضوی (استاذ شعبۂ فارسی، لکھنؤ یونیورسٹی) نے فرمائی۔ انہی نے اپنے ذاتی کتب خانہ سے اس کا ایک نسخہ اشاعت کے لئے فراہم کیا اور ہماری درخواست پر اس کے مصنف کے بارے میں ضروری معلومات بھی تحقیق سے دریافت کر کے قلمبند فرمائیں۔ ہم صمیمِ قلب سے ان کے شکر گزار ہیں۔

اس کتاب پر جناب حجۃ الاسلام علامہ السید عقیل الغروی دامت برکاتہ نے شروع سے آخیر تک مطالعہ فرما کر اس کے اسلوب کو برقرار رکھتے ہوئے تمام ضروری اور اہم مقامات پر تصحیح فرمائی ہے اور اس کی تبویب اور فہرست سازی بھی کی ہے۔ ان کے تعلیقات، حواشی اور نئی تبویب اور فہارس کے ساتھ اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن انشاء اللہ جلد ہی شائع کیا جائے گا۔ اس ایڈیشن میں ہم اس کتاب پر ان کا تحریر کردہ ایک تعارفی مضمون بطور مقدمہ شامل کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

امید ہے کہ اس کتاب کا یہ ایڈیشن بھی اربابِ نظر کی توجہ اپنی طرف منعطف کر سکے گا۔

مہتمم

مکتبہ کائنات، دہلی

ڈاکٹر نیر مسعود
استاذ شعبۂ فارسی لکھنؤ یونیورسٹی

کاظم مصنّف "اسمِ اعظم"

پورا نام میر کاظم علی زیدی تھا۔ ان کے والد میر یاد علی مرثیہ گو تھے انہوں نے الہ آباد کے محلہ چک میں امام باڑہ بنوایا تھا جس میں اپنے کہے ہوئے مرثیے تاریخ وار پڑھتے تھے۔ میر یاد علی کی ایک بیٹی اور تین بیٹے میر زاہد علی، میر واجد علی، میر کاظم علی تھے۔ میر زاہد علی لاولد فوت ہوئے۔ میر واجد علی کے دو بیٹے تھے جن میں ایک میر قنبر علی عرف بوٹن صاحب شیش محل میں دارو غہ تھے اور دوسرے میر حسن علی عرف ججن تھے جو فلموں میں کام کرتے تھے اور گمّار کے نام سے مشہور تھے۔

میر کاظم علی کی ولادت محبوب گنج لکھنؤ ۱۸۶۵ء میں ہوئی۔ الہ آباد سے اُردو مڈل کا امتحان پاس کر کے ۱۸۸۶ء میں صدر تحصیل لکھنؤ میں وہ ناظر کی حیثیت سے ملازم ہو گئے۔ بعد میں کلکٹر نے ان کا تقرر چنگی کے محکمے میں پٹرول کی حیثیت سے کر دیا اور لکھنؤ میں وہ کاظم پٹرول کے نام سے مشہور ہو گئے (پٹرول کا عہدہ انسپکٹر کے مساوی ہوتا تھا)۔ ۱۹۳۲ء میں وہ ملازمت سے سبک دوش ہو گئے۔

میر کاظم نے ۸۹ سال کی طویل عمر پائی۔ ۱۹۵۴ء میں اُن کی وفات ہوئی اُن کی تدفین اُن کے مکان کی پشت پر احاطہ تلسی رام میں ہوئی۔ اس جگہ ان کے بیٹے بابو صاحب نے اُردو، سلول قائم کر دیا ہے۔

میر کاظم کی اولاد میں دو بیٹے تین بیٹیاں تھیں۔ بیٹوں میں میر نواب علی ۱۸ دسمبر ۱۹۳۲ء کو عین جوانی میں وفات پا گئے۔ دوسرے بیٹے میر علی عرف بابو صاحب (ولادت ۱۹۰۸ء) حیات ہیں اور وہ ۱۹۳۲ء میں اپنے والد کی سبک دوشی کے بعد انہیں کی جگہ پر ملازم ہوئے اور ۱۹۷۰ء میں سبک دوش ہو گئے۔

کاظم اردو کے صاحبِ طرز نثر نگار تھے اور ادبی دنیا میں جس شہرت کے حق دار تھے وہ انھیں حاصل نہیں ہوئی۔ اس کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ انھوں نے بیشتر مذہبی، معاشرتی اور فلسفیانہ موضوعات پر لکھا۔ ان کی چند تصانیف حسبِ ذیل ہیں:

۱۔ "اصلاح المراسم": (مسلم معاشرے کی بعض رسوم کی مخالفت میں)
۲۔ "سوانح آلِ ہاشم": (بنی ہاشم کے مختصر حالات)
۳۔ "فاروقِ اعظم": (خلیفۂ ثانی کی سوانح عمری)
۴۔ "اسمِ اعظم": (حضرت علی کی سوانح عمری)
۵۔ "آئینۂ حقیقت": (اپنے عقائد اور مسلک کے بیان میں)
۶۔ "گوہر": (ناول کے پیرائے میں مذہبی مباحث)
۷۔ "انسانیت" اور دوسرے کتابچے

★

(یہ حالات جناب وقار ناصری نے بابو صاحب فرزند میر کاظم علی سے دریافت کر کے فراہم کیے)

علامہ سید عقیل الغروی
استاذ جامعۃ الثقلین نئی دہلی

سراغِ "اسمِ اعظم"

دیوانِ غالب سے متعلق ڈاکٹر عبدالرحمٰن بجنوری کی رائے بہت مشہور ہے کہ انھوں نے اسے "مقدس وید" کا ہم مرتبہ اور الہامی کتاب قرار دے دیا، اب نہیں کہا جاسکتا کہ اگر بجنوری کو "اسم اعظم" کا علم ہوجاتا تو وہ اس کے بارے میں کیا رائے اختیار فرماتے اور اپنی رائے کو کن الفاظ میں ظاہر کرتے؟

"اسمِ اعظم" امیرالمومنین امام المتقین حضرت علی ابن ابی طالب کی سوانح عمری ہے جو لکھنؤ کے ایک غیر معروف مصنف سید کاظم کے ریاضِ قلم کا ثمرہ ہے۔ یہ کتاب لغت اور انشاء پر انسانی تصرف کا حیرت انگیز معیار پیش کرتی ہے ساحرانہ اس لئے نہیں کہہ رہا ہوں کہ یہ تعبیر "اسمِ اعظم" کے تقدس کے منافی ہوگی اور معجز نمایانہ اس لئے نہیں کہہ سکتا کہ معجزے کا سرچشمہ محض انسانی ادبی وجدان یا شعری الہام نہیں ہوا کرتا!

یہ ایک انتہائی افسوسناک صورت حال ہے کہ اردو زبان و ادب کے مورخین اور ناقدین و محققین نے اُردو کے نثری سرمایہ کی چھان بین میں انتہائی تساہل سے کام لیا ہے اور مختلف نثری اسالیب اور منفرد نثر نگاروں کی تلاش و تشخیص پر بہت ہی کم توجہ صرف کی ہے جس کے نتیجہ میں بعض بہت ہی اچھے نثر پارے اور نثر نگار وہ عظمت و شہرت نہ پاسکے جس کے وہ مستحق تھے۔ اور بعض تو بالکل ہی گوشۂ گمنامی میں رہ گئے۔ کاظم اور ان کے مصنفات اسی قبیل سے ہیں۔

بقول ڈاکٹر نیر مسعود: "میر کاظم اردو کے صاحب طرز نثر نگار تھے اور ادبی دنیا میں جس شہرت کے حق دار تھے وہ انہیں حاصل نہیں ہوئی۔ اس کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ انہوں نے بیشتر مذہبی، معاشرتی اور فلسفیانہ موضوعات پر لکھا۔"

مذہبی موضوعات پر بہترین مصنفات سے بھی اربابِ ادب کی بے توجہی ایک علیحدہ موضوعِ بحث، بلکہ عنوان احتجاج ہے!

"اسمِ اعظم" امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ کی ایک مکمل اور ادبی سوانحِ عمری ہے ادبی اعتبار سے اس کی دو خصوصیتیں بہت نمایاں ہیں۔ اجمالِ بیان اور جمالِ اسلوب، اجمال کی حد تو یہ ہے کہ مصنف نے حضرت علی جیسی کثیر الابعاد شخصیت کی مکمل سوانح عمری صرف ۱۸۶ صفحات میں سمو کر رکھ دی ہے۔ اس قدر اجمال و اختصار مصنف نے، ایک مقصد کے تحت شعوری طور پر اختیار کیا ہے "کہ دیکھے سے جی نہ اکتائے۔" اور مزید قابلِ ستائش بات یہ ہے کہ اس اجمال و اختصار کے پیشِ نظر کسی اہم واقعہ یا نکتہ سے صرفِ نظر نہیں کیا ہے۔

جمالِ اسلوب کی کیفیت یہ ہے کہ اُردو کا شاید ہی کوئی اور ادیب سُخن کی لطافت کو نثر میں اس درجہ پر پیش کر سکا ہو، یہ بات بہت سوں نے، بہت سوں کے لئے لکھی ہے، لیکن دیکھنے کی بات یہ ہے کہ طبع زادِ فکر کو مناسب الفاظ میں ادا کر دینا قطعی دشوار نہیں اس لئے کہ ادیب یا شاعر کے ذہن میں کوئی خیال یا جذبہ اپنا بصری یا سمعی پیکر ساتھ لے کر اُبھرتا ہے لیکن کسی تاریخی مواد کو، کسی "فرد" کی "ذات" کو، کسی "شخص" کے "خصوصیات کو اور کسی "کردار" کے سوانح اور نقوشِ سیرت کو "تاریخی راست بیانی" کے ساتھ ساتھ ادبی حقیقت و صداقت سے مکمل طور پر ہم کنار کر دینا انتہائی غیر معمولی ادبی وجدان اور لسانی مہارت و ریاض کا ہی نتیجہ ہو سکتا ہے۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو "اسمِ اعظم" واقعتاً میر کاظم کا ایک کارنامہ اور ایک زبردست ادبی شہ پارہ ہے۔

الفاظ و محاورات، امثال اور روزمرہ کے استعمال میں کاظم کا ضبطِ تحریر حیرت انگیز ہے۔ اس لحاظ سے اُس کو بلا شبہ انیس سے نسبت دی جا سکتی ہے کہ اس نے جو لفظ جہاں رکھ دی ہے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لفظ اسی جگہ کے لئے وضع ہوئی ہے۔ جملوں کی روانی اور فقروں کی معنی خیزی کتاب میں شروع سے آخیر تک یکساں طور پر نظر آتی ہے بلکہ بعض مقامات پر اسلوب کی برجستگی حیرت میں ڈال دیتی ہے۔ میں بطور مثال صرف دو اقتباسات پیش کرنا چاہتا ہوں۔

پہلا اقتباس میدانِ بدر سے متعلق ہے۔ اس عبارت میں اس وقت کا بدر کا میدان جتنا صاف نظر آ جاتا ہے اتنا صاف شاید موجودہ بدر کے مقام پر پہنچ کر بھی نظر نہ آئے۔ اس سے کاظم کی الفاظ میں مقامات کا مرقع پیش کرنے کی غیر معمولی مہارت کا اندازہ ہوتا ہے۔

"مکہ اور مدینہ کے وسط میں ایک ریت کا لق و دق میدان ہے، جس کی وسیع آغوش میں نہ جھاڑی ہے نہ کوئی درخت، بالو کے اونچے نیچے چمکتے ٹیلوں پر آسمان کا سرپوش ڈھکا ہوا ہے، موسم کی تیز اور پریشان ہوا چوبائی گولے بالو کی چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں پرانی بگاڑ کر ہر سال نئی بناتے رہتے ہیں۔ یہ مکہ سے شام جانے والوں کی گزرگاہ ہے۔ کسی نیک نصیب نے "بدر" نام کا ایک مسافر نواز کنواں یہاں بنا رکھا ہے، جس کا پانی میٹھا اور ٹھنڈا ہے۔ پانی کے ترستے بلکتے قافلے، کوسوں کے تھکے ماندے ریگستانی مسافر یہاں ٹھہر کر دم لے لیا کرتے ہیں، اور اس کوئیں سے اپنے مرکبوں سمیت آسودہ ہو جاتے ہیں۔"

(اسم اعظم ص ۲۵)

دوسرا اقتباس جو قدرے طویل ہے، کتاب کے اس مقام سے پیش کیا جا رہا ہے جہاں مصنف نے جنگِ جمل کی تفصیلات کو بطرزِ اجمال اپنے برجستہ اسلوب میں تحریر کیا ہے۔ یہاں عبارت حیرت انگیز طور پر قاری کو صفحۂ کتاب سے بلا فاصلہ عرصۂ جنگ میں پہنچا دیتی ہے اور قاری واقعات جنگ کا قریبی مشاہد بن جاتا ہے۔ موضوع کے لحاظ سے ایسی عبارت آرائی کو نقص بھی کہا جا سکتا ہے اور حسن بھی، لیکن بات "ادبی سوانح عمری" کی ہے محض "مجموعۂ سوانح یا وقایع" کی نہیں، اس لئے یہاں الفاظ میں واقعات کی منظر نگاری کی خلاقانہ صلاحیت کی تحسین ہی حدادب ہے۔

اس منظر آرا عبارت کا سب سے نمایاں وصف، جو اسے عبارتوں میں منظر نگاری کے دوسرے نمونوں سے ممتاز کرتا ہے یہ ہے کہ اس میں واقعاتِ جنگ کا منظر ہی سامنے نہیں آتا، بلکہ مصروفِ کارزار افراد و اشخاص کی واضح پہچان بھی ہو جاتی ہے۔ گویا کاظم الفاظ کی مدد سے مقامات کی مرقع نگاری اور واقعات کی منظر کشی کے ساتھ ساتھ کرداروں کی پیکر تراشی اور اشخاص کی صورت نمائی کا ملکہ بھی رکھتے ہیں۔

اب یہ اقتباس ملاحظہ ہو جس میں جنگِ جمل کے شروع ہونے سے قبل حضرت امیرالمومنین کا اپنے لشکر کے ساتھ عرصۂ جنگ میں پہنچنے کا حال بیان کیا گیا ہے۔۔

"آپ نے زاویہ سے کوچ فرمایا، اور ریگستانی راستہ سے باشان جبروتی بصرے میں داخلہ ہوا۔ راہ میں دو رویہ تماشائی خلقت کا اژدحام تھا۔ منذر بن جارود جہمی کا بیان ہے کہ مقدمۃ الجیش عبداللہ عباس تھے، یہ نہایت خوبصورت تھے، سواری کا گھوڑا بھی بہت شاندار تھا، سفید لباس، سیاہ عمامہ، ہاتھ میں نشان، جلو میں اکثر اصحاب رسول، پیچھے سوارانِ یمن کے پرے، پھر قطار در قطار اونٹوں پر خیمے بار تھے ان کے بعد ایک ہزار سواروں کا رسالہ نکلا جن کی ٹوپیاں سفید اور زرد تھیں سر سے پاؤں تک سلاح آہن میں سرغرق، آگے آگے ایک مرد بزرگ، سبزے گھوڑے پر سوار، سفید ٹوپی، گلے میں شمشیر حمائل، ہاتھ میں نیزہ، ہم نے پوچھا یہ کون صاحب ہیں۔ لوگوں نے بتایا یہ ابوایوب انصاری ہیں اور ساتھ والے سب انصار رسول ہیں۔ ان کے پیچھے ایک اور بزرگ تشریف لائے۔ زرد عمامہ، سفید لباس، کمر میں تلوار، پہلو میں ترکش، ہاتھ میں نیزہ، کاندھے پر کمان، کمیت گھوڑا زیر ران، پیچھے ایک ہزار سوار لوگوں نے کہا یہ خزیمہ ابن ثابت انصاری ملقب ذوالشہادتین ہیں جن کی گواہی اسلام میں دو شہادتوں کے برابر ہے۔ پھر ایک بہت بوڑھے سیاہ فام، بالاقامت، لاغر اندام، نورانی ڈاڑھی، سفید کپڑے، کالا عمامہ، دوش پر کمان، ہاتھ میں سفید پھریرے کا نشان، گلے میں تلوار حمائل کلام شریف نہایت خوش الحانی سے پڑھتے، سفید گھوڑے پر نکلے۔ پیچھے اکثر بوڑھے جن کی پیشانیوں پر سجدوں کے گھٹے تھے، لوگوں نے بتایا یہی عمار یاسر ہیں اور ساتھ والے بدر و احد کے بوڑھے

سپاہی اور صحابی ہیں۔ اُن کے بعد ابوقتادہ بن ربعی سیاہ گھوڑے پر نکلے، متین صورت، زرد عمامہ، سفید قبا، تلوار گلے میں ڈالے، کمان کاندھے پر رکھے، رکاب میں ایک ہزار کماندار؛ پھر قیس بن سعد بن عبادہ انصاری آئے، بشاش چہرہ، فرزانہ رو، بلند پیشانی، دو رکابے گھوڑے پر سوار، سفید لباس، زرد عمامہ ہاتھ میں برچھا، پیچھے صدہا برچھیت، جوش شجاعت میں نیزے ہلاتے نکل گئے۔ پھر ایک رسالہ آیا جس کا علمدار ایک خوش رو جوان تھا۔ لوگوں نے بتایا یہ عبیداللہ ابن عباس ہیں۔ پھر ایک اور حسین جوان کے ساتھ رسالہ نکلا جو قثم بن عباس تھے۔ صبح سے دن چڑھے تک ہزارہا فوجی سپاہی اور سامان جنگ نکلتا رہا پھر ایک اوسط عمر بڑے قد و قامت کے شخص نکلے جن کا رنگ دھوپ سے سونلایا ہوا تھا مگر بشرے سے فرزانگی، چہرے سے شجاعت مترشح تھی، سج دھج سپاہیانہ، انداز میں بانکپن، تیوروں پر بل، ایک آنکھ زخم رسیدہ۔ ان کے پیچھے اکثر نوجوان اُچھلتے کودتے گھوڑوں پر سوار، کچھ جنگ آزما پیدل ساتھ، معلوم ہوا کہ یہ مالک اشتر اور ان کا قبیلہ ہے۔ سب کے آخر میں عربی خوشخرام پر ایک جوان نکلا، موزوں قد، پاکیزہ رُو اوسط اندام جسم پر زرہ بکتر چار آئینہ مرصع کمر بند میں تلوار لٹکتی انتہائے ادب سے سر جھکائے ہاتھ میں علم، علم کا پرچم ہوا سے لہراتا، پھریرے کے نیچے کوئی پچاس ساٹھ برس کی عمر کے ایک بزرگ، گردن خم، نظر نیچی، روئے مبارک پر تقدس، صورت پر انتہا کا رعب، چہرہ دلکش، پیشانی بلند، غلافی آنکھ، رنگ گندمی، چوڑا چکلا سینہ، نہایت قوی اور زبردست بازو، آہستہ خرام مرکب پر سوار، ڈاب میں صرف تلوار، پہلو میں دو حسین اور خوش قامت جوان، پری پیکر گھوڑوں پر سوار، ہاتھوں میں نیزے، تلواریں زیب کمر، پیچھے جوانانِ خورشید رو، سر سے پا تک

دریائے آہن میں غرق، ترکی و تازی گھوڑوں پر سوار نکلے سب نے کہا۔ یہی بزرگوار علی ابن ابی طالبؑ ہیں۔ آگے علمدار ان کا صاحبزادہ محمد حنفیہ ہے، پہلوؤں کے دونوں جوان فاطمہؑ بنت رسولؐ کے نورِ عین، حسنین ہیں۔ پیچھے جانے والے سب جوانانِ ہاشمی و مطلبی ہیں۔ اُن کے بعد صدہا اونٹوں پر خیمے اور رسد کا سامان، خچروں پر اسباب اور منجنیقیں کوتل گھوڑے دیگر فوجی ضروریات کا دن بھر تانتا بندھا رہا، اس لشکر نے حضرت عائشہ کی فوج کے مقابل پہنچ کر پڑاؤ ڈالا۔"

(اسم اعظم ص ۱۱۵-۱۱۶)

کتاب کے ان پونے تین صفحوں یا صرف ۴۹ سطروں میں آٹھ افراد کے مکمل متحرک نقوش، ان کے علاوہ تقریباً اتنے ہی اطراف کے عکس اور صف در صف مرتب لشکری ہجوم کا اتنا روشن اور کھلا ہوا عکس جزئی نزاکتوں کی پوری رعایت کے ساتھ جس مہارت اور خوبی سے پیش کیا گیا ہے بلا مبالغہ غیر المثال ہے۔

اس طویل اقتباس کو پیش کر دینے کے بعد مزید کسی اور اقتباس کی چنداں ضرورت باقی نہیں رہ جاتی، ورنہ ایسے چھوٹے چھوٹے معنی خیز فقروں کی مثالیں دی جائیں، جن کی حیثیت واقعات پر مصنف کے اپنے تاثر اور تبصرے کی بھی ہے، تو انتخاب میں انصاف کی شرط سے عہدہ برآ ہونا شاید مشکل ہو جائے۔

سوانح عمری ہونے کے لحاظ سے جہاں تک تاریخی واقعیت کا تعلق ہے، "اسمِ اعظم" کے مصنف نے خود یہ صراحت کی ہے کہ:

"میں نے سطوتِ امویہ اور عباسیہ کے تابع فرمان مورخوں کے اقوال میں جہاں تک ان کے افعال کا پتہ چلایا، احوال کا سراغ لگایا، ان کے منہ کی نکلی بات کو اپنی زبان اور شعورِ خانہ ادا میں لکھ ڈالا ہے۔"

مزید لکھتے ہیں کہ:

"فضائل کا فیصلہ ناظرین کے خصائل پر چھوڑا، چلتے زمانے میں

عقل کو دخیل دیکھا، عقیدے کو سنبھالا، رائے کو روکا، خیال کو تھانبا، قیاس سے کام نہیں لیا، محض کتبِ مسلمہ سے اسمِ اعظم کا نقش بھر لیا ہے۔ وہ بھی ایسا معتبر جس کو عقلِ سلیم تسلیم کرلے اور اتنا مختصر کہ دیکھنے سے جی نہ اُکتائے، مریدانِ شک کے لئے مؤرخین کے اقوال کا حاشیہ بھی جابجا چڑھا دیا ہے۔"

لیکن "تاریخی استناد" ایک ایسی بات ہے جس کی بجائے خود کوئی تھاہ نہیں ہے۔ "اختلافِ روایات" اور "اختلافاتِ روایت" اس قدر ہیں کہ کوئی بھی مصنف یا تقریظ نگار کسی بھی ایسی کتاب کے بارے میں یہ لکھ کر سلامت نہیں رہ سکتا کہ اس میں سب کچھ تاریخی طور پر مسلمہ حقیقت اور مستند و متفق علیہ ہے البتہ اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ کسی بھی تاریخی نوعیت کے بیان کو کوئی بہت آسانی سے قطعی طور پر خلافِ واقعہ یا غیر مستند بھی نہیں کہہ سکتا۔

زمان و مکان کا متلون پیچیدہ ظرف حقیقت کی سادگی کا ایسا دشمن ہے یہاں تو جو کچھ بھی ہے سب مختلف فیہ ہے۔

بات بہت آگے کو نکل گئی تاہم اس کتاب کے بارے میں، قرین حقیقت بات یہ ہے کہ اگرچہ اس کے اکثر مندرجات، مختلف تاریخی ماخذ کی روشنی میں مستند ہیں پھر بھی اس میں اغلاط اور تسامحات بھی کم نہیں ہیں اور اس کا سبب یہ ہے کہ کاظم کا علمی پایہ بہت بلند نہیں، وہ عربی سے ناواقف اور بنیادی اور اولین مصادر سے استفادہ کرنے سے قاصر تھے۔ انھوں نے بیشتر تراجم پر انحصار کیا ہے، اور ان کے علمی ذوق و وجدان پر محض خطباتِ مجالس کی گرفت بہت زیادہ معلوم ہوتی ہے۔ بعض مقامات پر مصنف کے اعتبارِ نظر سے مجھے اختلاف ہے۔ لیکن کتاب کے اس مختصر سراغ نامہ میں اپنے معروضات کو پیش کرنے کی بجائے ان صریح تسامحات کی نشاندہی پر اکتفا کرنا زیادہ مناسب ہے جن کی نشاندہی از حد ضروری معلوم ہوتی ہے۔

۱۔ دعوت ذوالعشیرہ کے بیان میں کاظم کی یہ صراحت کہ "اکثر لوگوں نے تسلیم کرلیا" (اسمِ اعظم ص۱۱) محتاجِ استناد اور بحث طلب ہے۔

۲۔ شعبِ ابی طالب میں محصوری کا زمانہ تین برس اور چند ماہ سے زیادہ کا نہیں، لیکن کاظم نے نہ معلوم کس ماخذ کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے "سات برس" لکھ دیا (اسمِ اعظم ص۲۰) جو صراحتہً غلط ہے۔

۳۔ شعبِ ابی طالب میں محصوری کے خاتمہ کی کیفیت اور اس کا سبب کاظم نے نہیں لکھا۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے چچا حضرت ابوطالب کو یہ خبر دینا کہ مشرکین کے عہد نامہ کو دیمک نے کھالیا ہے اور صرف خدا کا نام باقی رکھا ہے اور اس خبر پر یقینِ کامل کے ساتھ حضرت ابوطالب کا مشرکین سے ملنا اور انھیں بھی اس سے مطلع کرنا . . . . .

یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ اس پوری کیفیت کو کاظم کا قلم کیا خوب ادا کرتا۔

۴۔ ہجرت کی کیفیت لکھتے ہوئے کاظم نے نہ جانے کس ماخذ کے پیشِ نظر یہ لکھا ہے کہ "(حضرتؐ) مکان کے دوسرے راستہ سے شب کے پردے میں نکل کر مدینہ کو روانہ ہوگئے" (اسمِ اعظم ص۲۱) یہ اندراج حیرت انگیز بھی ہے اور مضحک بھی۔

۵۔ کاظم نے جنگِ بدر کا پس منظر جس طرح بیان کیا ہے (اسمِ اعظم ص۲۴ تا ۲۵) وہ سخت قسم کی غلط فہمی میں مبتلا کرنے والا ہے کہ گویا یہ جنگ تادیباً خود پیغمبر کی جانب سے کی گئی تھی، جب کہ حقیقت یہ ہے کہ یہ جنگ بھی اکثر دوسری جنگوں کی طرح حضرت کو تادیباً نہیں بلکہ مدافعتاً لڑنی پڑی تھی۔

۶۔ کاظم کا یہ بیان بہت بحث طلب ہے کہ "جب حضرت عمر بیت المقدس کی عقدہ کشائی کو تشریف لے چلے تو مدینہ میں اپنی حکومت کا چارج حضرت علی کو دیتے گئے . . " (اسمِ اعظم ص۹۷)

اس طرح، جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا اس کتاب میں تسامحات بہت ہیں اور تاریخی واقعیت و استناد کے اعتبار سے کاظم کے جہاں بہت سے جملے، بہت معنی خیز اور غور طلب ہیں وہیں بہت سے جملے اور اندراجات محلِ نظر اور بحث طلب بھی ہیں۔ اس لئے اس کتاب کو خالص تاریخی اور سوانحی اعتبار سے دیکھنے کی بہ نسبت خالص ادبی اعتبار سے دیکھنا زیادہ مناسب ہوگا اور اس اعتبار سے یقیناً صفحوں کے صفحے پلٹئے، کہیں کسی جگہ اگر یہ محسوس کیا جائے کہ یہاں کسی لفظ کے انتخاب میں لغزش ہوئی ہے تو اس سے مصنف کم رتبہ نہیں ہو جاتا۔ اس کے انساں ہونے کی

گواہی ملتی ہے۔

لیکن جو کاظم کے اسلوب پر فریفتہ ہو، وہ ان کی اس لغزش پر ضبط نہیں کر سکتا کہ کتاب کا پہلا ہی جملہ، ایسا نا مناسب سا ہے کہ اس کی کوئی تاویل بھی نہیں کی جا سکتی، بھلا کوئی کیسا ہی نقش کیوں نہ بھر لے وہ علیؑ کے فضائل کا "نقش فی الحجر" نہیں ہو سکتا! اور پھر یہ کتاب کہ جس میں منجملہ اور باتوں کے، علیؑ کی ولادت پر "خندۂ حجر" کا تذکرہ بھی رہ گیا ہے۔

حق تو یہ ہے کہ علی حکیم کے فضائل کے باب میں بس علی عظیم کا قرآن ہی "اسمِ اعظم" اور "نقش فی الحجر" ہے!۔

عقیل الغروی

دہلی،

۱۳ رجب ۱۴۱۰ھ

تعارف

اسمِ اعظم، بہترینِ نسلِ آدمؑ وصی مصطفےٰ علی مرتضیٰ کی زندگی کا زائچہ، یا خصائل اور فضائل کا نقش فی الحجر، ہر چند کہ مخالف زمانہ کی سفاکیاں، منافقوں کا اودھم فرمانرواؤں کی دھینگا دھینگی، قصاص کا جوش بنی امیہ کا تشدد، سلطنت کی طمع عباسیوں کا اندھیر، صدیوں تک ہزار ہا ہستیوں کو نیست و نابود کرتا رہا، حکومتوں کی سیاسی چالیں، بوترابیوں کو خاک میں ملاتی رہیں، علی کی عظمت اور حقوق طوفان بہتان لگا کر عام دلوں سے نیستاً نیا کرائے گئے، بدگوئی اور تبرّا کا برسوں رواج رہا، وہ بستیاں اُجاڑ دی گئیں جہاں نام لیوا بسے، موت کی چاشنی چکھائی گئی جو نام زبان پر لایا، سر قلم ہو گئے جس نے حسنِ کردار کو لکھا، سو برس تک تو بنی امیہ کے ہاتھوں بوترابیوں کی مٹی خراب رہی، پھر ۵۲۴ برس عباسیوں نے علی کی یادگاروں کو خاک میں ملایا، بھلا کسکی شامت تھی جو موافقت میں کوئی حرف لکھتا، اور کیا طاقت تھی جو طرفداری میں قلم اٹھاتا مگر دامنِ اسلام پر علی کے وفادار خون کی گلکاریاں ایسی نمایاں تھیں، کہ پر آشوب زمانہ نے ہزاروں ہی شوب ڈالے، دھوئے دھوئے رنگ نکھرتا گیا، زمانہ کی گردش، حکومتوں کی روش نے صدہا برس نام و نشان کو گھس گھس کر مٹایا،

مگر جتنے ذوالفقار علی کے جوہر جتنے رگڑے گئے، اتنے ہی چمکتے گئے، میں نے سطوتِ امویہ اور عباسیہ کے تابع فرمان مورخوں کے اقوال میں جہاں تک اُنکے افعال کا پتہ چلایا، احوال کا سُراغ لگایا اُنکے مُنھ کی نکلی بات کو اپنی زبان اور مورخانہ ادا میں لکھ ڈالا۔ فضائل کا فیصلہ ناظرین کے خصائل پر چھوڑا، چلتے زمانہ میں عقل کو دخیل دیکھا عقیدہ کو سنبھالا، رائے کو روکا، خیال کو تھانبا، قیاس سے کام نہیں لیا، محض کتب مسلمہ سے اسمِ اعظم کا نقش بھر لیا ہے، وہ بھی ایسا معتبر جسکو عقلِ سلیم تسلیم کرلے، اور اتنا مختصر کہ دیکھے سے جی نہ اُکتائے، مریدانِ شک کیلئے مورخین کے اقوال کا حاشیہ بھی جابجا چڑھا دیا ہے۔

خادم

کاظم

اختر منزل۔ لکھنؤ۔ سنہ ۱۹۳۰ء

نام و نسب حضرت علی، نام کے علی، نسب کے ہاشمی ہیں، کنیت ابوالحسن، اور ابو تراب ہے، اِن کے امتیازی نام بیشمار ہیں، مظہر العجائب تو نادِ علی ہی میں موجود ہے، کرار کا خطاب آنحضرت کی زبانِ مبارک کا عطیہ ہے، جناب امیر معروف و مشہور ہیں، جاننے والے الیا، مرتضیٰ، اسداللہ، یداللہ، شیرِ خدا لمتے ہیں ماننے والے امیر المومنین، حیدر، ساقی کوثر جانتے ہیں، بعض صافی طینت شاہِ ولایت کہتے ہیں، اہلِ یقین کو مولا مشکل کشا وردِ زبان ہے، اکثر محبت سے کرم اللہ وجہہ کے ساتھ یاد کرتے ہیں، بہتیرے عترت سے خدا کا ولی نبی کا وصی بتاتے ہیں، طرفدار خلیفۃ بلافصل کہہ کر پکارتے ہیں، کثرت سے اول امام ہونے کے قائل ہیں، اسیطرح کے صدہا امدادی اور توصیفی نام ہیں جو بے تکلف عقائد پرستوں کی زباں پر جاری ہیں، سب جانتے ہیں، اور واقعہ بھی ہے کہ عقیدتمندوں کو علی کا نام اُٹھتے بیٹھتے برزبان ہے، ہنرمندوں کو نام سے کام بناتے پایا، ٹھوکر کھانے والوں کو یا علی کہکر سنبھلتے دیکھا۔ دُکھ درد والے نام کے سہارے کراہتے ہیں، غرضکہ مصیبت زدہ تو نام لیکر مانگ کھاتے ہیں، انکا نام حاجتمندوں کا معین، ضعیفوں کا سہارا، بچوں کا محافظ، جوان کا حامی، بوڑھوں کا مددگار، مصیبت کا شریک بیمار کا ہمدم ہے، علی الٰہی تو اللہ جانے کیا سمجھتے ہیں کہ خدا کا ہم نام بتاتے ہیں،

اب واللہ اعلم یہ سب اس کے کرم کی عطا ہے، یا بندوں کے فہم کی خطا، ہمیں تو یہاں علی کے نام سے کام ہے!

حضرت علی کے والد، ابی طالب تھے، جو آنحضرت کے حقیقی چچا ہیں، علی نبی کے ہم جد اور ہم نسب ہیں، اتنی خصوصیت زیادہ ہے کہ علی ماں کی طرف سے بھی ہاشمی ہیں، انکی والدہ ماجدہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم ہیں، وضع حمل کی آسانی اور حصول برکت کو خانہ کعبہ کے اندر تشریف لے گئیں، باہر آنے نہ پائیں وہیں وضع حمل ہوا، ولادت کے وقت آنکھیں بند تھیں، مادرِ گرامی پریشان ہوئیں، باپ کو تشویش ہوئی، گھر والے گھبرائے، کنبہ والے دیکھنے آئے، بھائی بندوں نے باری باری گود میں لیا، دیکھا بھالا، اپنی اپنی کوششیں، دوا دوش کرتے رہے، آنحضرت بھی تشریف لائے، آغوش محبت میں اٹھایا، پیار کیا، چمکارا، موقع محل کی بات، یا اتفاق کے اسباب، بچے نے آنکھیں کھول دیں، آنحضرت کو یہ ادا دل سے بھائی، قوتِ بازو جان کر سینے سے لگایا، علی نام رکھا، چاہت دن دونی، رات چوگنی ہوتی گئی، طبیعت کا رجحان، دل کا لگاؤ، روز بروز بڑھتا گیا، گودیوں میں کھلایا، پالا پوسا، آپ تعلیم تربیت کی، فنونِ جنگ بتائے، علوم مروجہ سکھائے، ہر قسم کی معلومات سے بے نیاز کردیا کہ کسی اور سے سیکھنے یا پوچھنے کی حاجت نہوئی، زندگی بھر ساتھ رکھا، عمر بھر کفیل حال رہے، عالم میں یہ خصوصیت انھیں کو ہے کہ خانۂ کعبہ انکا مولد اور انکی ماں فاطمہ بنت اسد کا زچا خانہ ہے، یہ فخر بھی انھیں کیلئے خاص ہے کہ یہ اور انکی بیوی فاطمہ زہرا اور انکے بچے حسنین آغوش رسالت کے پالے ہیں۔

شمائل زیبا بچپنے میں اوسط اندام، شوخ چہرہ، رنگ گورا، رخسار پُرگوشت، خندہ رو، آنکھیں اُبھری، سیاہ پُتلی، تندرست اور توانا تھے، اور بڑھے تو صناع قدرت نے قامت موزوں کو زیادہ طول نہیں دیا، مگر پیشانی بلند، بشرہ ہوشمند، ابرو کشیدہ، کھڑا نقشہ، گردن قوی، بدن سڈول، سینہ چوڑا، ہڈی چکلی، جوڑ بند مضبوط ہو گئے، سن تمیز کو پہونچے تو اُبھری آنکھیں حیا سے نیچی رکھتے، قوی گردن انکسار سے جھکی رہتی، بھرپور جوان ہوئے تو چہرہ دلکش اور نمکیں ہو گیا، تیوروں پر شجاعانہ ادا آ گئی جو لفظوں میں ادا نہیں ہو سکتی، اچھا خاصہ سن آچکا تو ہجوم افکار، اور آئے دن کی بغاوتوں کی یورش، میدان جنگ کی دھوپ سے رنگ تاؤ کھا کر گندمی، مصحف رُخ کتابی ہو گیا، مگر متفکر چہرہ پُر رعب، روئے روشن پُر تقدس، صورت زیبا پر متانت بڑھ گئی، اعضا اور قوی ہو گئے، مونچھیں لبی لبیں ترشی، ڈاڑھی گھنی، مژگاں دراز، آنکھیں غلافی ہو گئیں، نظر اُٹھا کر کسی سے بات کرتے تو مقابل کی نگاہ نیچی ہو جاتی۔ کثرت عبادت سے پیشانی انور پر سجدوں کے نمایاں نشان تھے، وجاہت کی شوکت، دوستوں میں محبت، دشمنوں پر ہیبت کا اثر ڈالتی، بے موقع بات پر فوراً تیور بدل جاتے، غیض کا عالم صولت نما اور ہیبت زا ہوتا۔

پوشاک پوشاک وضع قطع میں آنحضرت کا متبع تھا، سر پر منڈھی ہوئی عربی ٹوپی ٹوپی پر سیاہ یا سفید اور کبھی سبز عمامہ، گلے میں موٹی قمیص، یا عبا، یا پشمینہ کا جُبّہ، اوپر سے ردا، پاؤں میں ڈھیلا پائجامہ، یا ٹخنوں سے اونچی تہمد، پیروں میں

عرب کی تسمہ دار، یا لیف خرسے بنی ہوئی جوتی، یا چرمی موزہ، بغل میں
ذوالفقار یا کوئی اور تلوار۔

صفائے باطن کی صورت ظاہر بھی ستھرا رہتا، لیکن لباس موٹا اور سفید
استعمال فرماتے، حفظان صحت اور تن ڈھاکنے کے سوا تفاخر کا لباس کبھی نہیں پہنا،
مگر جو آنحضرت نے پہنا دیا، اُس عذر بھی نہیں کیا، اتنا تکلف ضرور تھا کہ کپڑے پھٹے پرانے
پیوند لگے جو کچھ ہوں مگر اُجلے ہوں، خوشبو سے بہت شوق تھا، سونگھتے تو باچھیں فرحت سے
کھل جاتیں اور زبان ذکر الٰہی میں کھل جاتی،

غذا جو کے آٹے پر قناعت تھی، دنیا بھر کے پھولوں کا ست "شہد" طرح طرح کے
نباتات کا قدرتی عرق دودھ اور اپنے دیس کا خرمہ زیادہ مرغوب تھا،
کبھی سامنے رکھ دیا جاتا تو ذبیحے اور شکار کا گوشت بھی نوش فرما لیتے،
دو طرح سے زیادہ کھانا تناول نہ کرتے، سیر ہو کر کبھی نہ کھاتے، کچھ اشتہا باقی رہتی
کہ ہاتھ کھینچ لیتے، اور حمد خدا بجا لاتے، غذا اس وقت نوش فرماتے، جب اطمینان
کر لیتے کہ معلومات اور دسترس کے حدود میں کوئی بھوکا تو نہیں ہے، اپنا کھانا
اکثر بھوکوں کو کھلا دیتے۔

خصائل میں آنحضرت کی عادات کا پرتو تھا، خوش اخلاق اور قوی المروت تھے،
اپنے آپ کو لئے دئے رہتے، بات کم کرتے، کرتے تو آہستہ اور نرم کرتے موقع اور
محل کو ملحوظ خاطر رکھتے، مجالس شوریٰ میں بلند اور قوی آواز سے اظہار آرا فرماتے،
کتنا ہی مجمع کیوں نہ ہو آواز جلسہ پر چھائی رہتی، طرز ادا مودبانہ، جملے ادیبانہ،
اقوال حکیمانہ، مقولے واعظانہ، معانی بلیغ، لفظیں فصیح، اشعار فی البدیہہ،
نصیحت آمیز، فقرے سنجیدہ لطافت خیز، رائے میں جوش، بات میں اثر،

اظہار مقاصد میں لطف ہوتا، ادائے مطلب پر قادر تھے، خطبات کو نہایت وضاحت اور فصاحت سے ارشاد فرماتے، معلومات کا سرمایہ عظیم تھا، الٰہیات میں فلسفہ کا مذاق تھا، انسانی واجبات، معاشرت کی اصلاح، خصائل کی شائستگی، عادات کی درستی، باہمی میل جول کے مستحسن طریقے سمجھانے، معاش میں معاد کا خیال، تمدن پر دین کا پرتو رہتا، شگفتہ طبع تھے، بے تکلف صحبتوں اور تفریح کے جلسوں میں بذلہ سنجی، اور لطافت کے ساتھ ظرافت کی عادت تھی، برجستہ فقروں پر حاضرین صحبت پھڑک اٹھتے، باتوں میں منہ سے پھول جھڑتے خوش ادا باتوں پر احباب کے دل لہلوٹ رہتے، یہی ہوتا کہ کشیدہ دلوں کے مزاج مزاح سے بدمزہ ہوجاتے، تفنن طبع کیلئے بیان میں مثل مقولے برمحل ہوا کرتے، تھوڑے لفظوں میں زیادہ مطلب اور دور کی بات ہوتی، انکا مقولہ ہے کہ "حُسنُ القولِ فی قِصَرِ الکلامِ" مقولے کی خوبی ہے جو کم لفظوں میں ہو مبالغہ اور تفاخر ناپسند تھا، مگر اظہار حقوق اور فتحیابیوں پر شکر کو فخر کے لہجہ میں ضرور ادا فرماتے، جھوٹ سے زبان آشنا نہ تھی، حیلہ، بہانہ، مکر، فریب، دغا دستی بناوٹ سے نفرت تھی، عملی حکمت، سیاسی پالیسی، دنیاوی چالوں سے کراہت تھی، لڑائی میں جھکائی کے سوا دھوکا ناپسند تھا، تمام عمر حق کے جویا حقوق کے مدعی رہے، تقدیر ربانی کو حاوی، تدبیر انسانی کو ناکافی جانتے خیال کے دوربین، عقل کے نتیجہ رس تھے، ہر بات کا مآل کار سوچ لیتے، [illegible] کو عاقبت میں دیکھتے، نیک نتیجہ مد نظر رہتا، سیاست، تمدن، تدبر کو اس خوبی سے برتا کہ دنیا کو دین سے زینت دی، حکومت کو سیاست اور سیاست کو شریعت سے جدا نہیں کیا، تمدن کو دین سے سنوارا، نظام حکومت کو احکام شریعت کا

ماتحت رکھا، دنیا میں نام، دین میں استحکام کیا، حکومت کے زمانہ میں عمال کے طرزِ عمل پر نظر رہتی، راست باز، دیانت دار، مطیع فرمانبردار کو عزیز و گرامی رکھتے حکم عدولی، گستاخی، بے ادبی پر چشم نمائی، سہو اور بے ساختہ خطا پر درگذر فرماتے احکام میں استحکام، ارادے میں استقلال تھا، عدالت میں سخت تھے، انصاف کے معاملہ میں اپنا پرایا امیر غریب سب کو یکساں سمجھتے، اعتدال بہت پسند تھا، کمی کو کمزوری، زیادتی کو نفس کی شہزوری جانتے، غصہ حفاظت خود اختیاری تک حیا، بڑھا تو غضب ہے، اشتعال بڑھے غیض آجاتا تو تحمل کرتے، نفس کی تحریک سے غصہ ہوتا تو ضبط فرماتے، جبد بالاسلام میں فرد، نفس کے دبانے میں بڑے مرد تھے، ذاتی معاملہ میں لاپروا، خدا پر بھروسہ، رضا پر راضی سختیوں پر صابر تھے، مگر تحفظ ایمان میں بڑے شجاع، اظہار وحدانیت میں بہت دلیر تھے، ارادے میں مضبوط، جہاد میں مطمئن، مقابلہ میں نڈر تھے، انکا مقولہ ہے، جو خدا سے ڈرا وہ کسی سے نہیں ڈر سکتا، موت کو خدا کا فرمان، جان کی نگہبان، قدرتی محافظ جانتے، فرماتے، جب تک موت خود نہیں آتی کسی مہلکہ کو پاس نہیں پھٹکنے دیتی۔ فنونِ جنگ کے بڑے ماہر تھے، ان کے قوی اور کھنچتے ہوے ہاتھ کی پناہ نہ تھی، بھاری ضرب، ہلکے کھچاؤ کو فولادی خود زرہ کا جال، جھلم کی کڑیاں، جوشن چار آئینہ بچا نہ سکتے، تیز دستیوں میں ید طولیٰ تھا، تلوار سے جہاد زیادہ پسند تھا، فرماتے تھے کہ تین چیزوں سے محبت رکھتا ہوں

اَلضَّرْبُ بِالسَّيْف	وَالصَّوْمُ فِي الصَّيْف	وَاِكْرَامُ الضَّيْف
جہاد تلوار سے	روزہ گرمی کا	خاطر مہمان کی

شوکت میں دبدبہ ایمان کی شان، شان میں آن بان، بات میں رکھ رکھاؤ تھا، حفظ مراتب کا بہت لحاظ رکھتے، مگر سلام میں ہر ایک سے سبقت فرماتے،

اکسی سے طالب سلام نہوتے، چھوٹوں سے بھی سلام کے منتظر نہ رہتے، بچوں سے
ہنس کر بات کرتے، اہل حاجت سے بخندہ پیشانی پیش آتے، مہربان طبع
متواضع، منکسر مزاج تھے، فرماتے متکبر وہی ہوگا جس کو روز جزا کا یقین نہو گا،
مہمان کی بیحد بزرگ داشت فرماتے، اُنکا مقولہ ہے اکرموا الضیف
ولوکان کافراً۔ مہمان کی خاطر تواضع کرو اگرچہ وہ کافر ہو۔ تحفہ تحائف
سے شاد ہوتے، فرماتے اس کالین دین باہمی میل جول اور محبت کو چونکاتا
ہے۔ غریب کے تحفہ کو بخندہ پیشانی خصوصیت سے قبول فرماتے کہ اہتمام سے
فراہم ہوتا ہے، ساتھ والوں کو پرہیز گاری کی دعوت دیتے، سمجھنے والے کے
شعور کے لائق بات کہتے، دشمن سے بھی صلاح نیک کو دریغ نہ فرماتے۔
مجبوروں پر ترس خدا کھاتے، اُنکا کام اپنے دست مبارک سے کر آتے،
بیواؤں کی اعانت، یتیموں پر شفقت، بیمار کی اعادت فرماتے، غم رسیدہ کو
دلاسہ دیتے غریب سے سلوک ہوتے، فیاض طبع اور کثیر العطا تھے، اس لئے مال دنیا سے
ہاتھ ہمیشہ خالی رہتا، اپنے مال پر بخی، دوسروں کے امین تھے، دل کے غنی،
بات کے دھنی تھے، جو کہتے وہ کر گزرتے، خمس غنائم سے حصہ رسدی جو ہاتھ لگتا
وہ بذل درویشان فرماتے، اہل ضرورت کی کار برآری میں اپنی ذات پر
تکلیف اُٹھاتے اور ان کی حاجت کو اپنی ضرورت پر ترجیح دیتے، ایفائے عدہ
کے بہت پابند تھے، ناکامی میں حرف شکایت زبان پر نہ لاتے، کسی سے
ملنے جاتے تو دروازے کی آڑ میں کھڑے ہو کر السلام علیکم کہتے اور
اندر آنے کی اجازت چاہتے۔ مجالس میں ممتاز مقام پر بیٹھنے کی خواہش نہ کرتے
طرز معاشرت میں بے تکلفی تھی، جہاں جگہ پاتے بیٹھ جاتے، پھیکا سیٹھا جو میسر آجاتا

کھا لیتے، پھٹا پرانا مگر اُجلا جو مل جاتا پہن لیتے۔ آرائش ناپسند تھی، آسائش کو تلاش نہ فرماتے، انکی زندگی کے نامۂ عمل میں کوئی بات خلاف دیکھنے یا سننے میں نہیں آئی، اس لئے ایک بڑی جماعت نے ان کو معصوم جانا ہے، اور معلومات و شجاعت میں افضل الناس مانا ہے۔ بعض خصوصیات اسلامی میں افضل ترین مردم سمجھے جاتے ہیں، خانۂ کعبہ میں پیدا ہوئے، نسب میں ماں اور باپ کی طرف سے ہاشمی ہیں، رسول کے ہمراہ سب سے پہلے خدا کو سجدہ کیا، لشکرِ اسلام میں سب کے افسر رہے، کبھی کسی کے ماتحت نہیں کئے گئے، مدت العمر سفاکوں کے قاتل خونخواروں کے خونریز رہے، مگر کسی سے خود مبارز طلب نہیں ہوئے، خوف و دہشت میں آنحضرت کے سینہ سپر رہے۔ آنحضرت نے دعوتِ اسلام کے وقت مکہ میں اپنا وزیر بنایا ہجرتِ رسول کے وقت جان کی قربانی سے انکے بستر پر لیٹے رہے۔ رسول نے تبلیغ آیاتِ وحی کے لئے مختص کیا۔ غزوۂ تبوک کے وقت مدینہ میں اپنا قائم مقام کیا، غدیرِ خم کے موقع پر دلی، مرتے وقت وصی بنایا، چودہ سو برس ہونے کو آئے، ابتک انکی بی بی فاطمہ انکی سواری کا مرکب دلدل، انکے کمر کی تلوار ذوالفقار کا نام خاص و عام کو برزبان ہے، یہ بات بھی نادرات ہے کہ انکی نسل میں بارہ پشتوں تک ایسے باعظمت جانشین گزرے کہ امام کہلائے، اور انکے افعال و اقوال پر کوئی نکتہ چینی نہیں کر سکا، بارگاہِ عزت نے اولادوں کو امامت کا تاج، نسل کو سیادت کا شرف ملا، نام نے شہرت، شہرت نے بقائے دوام کا خلعت پایا،

مذہب و خیالات آپکا مذہب آنحضرت کا بتایا ہوا سیدھا راستہ تھا، اعتقاد کے قوی، رائے کے زبردست تھے، خدا کو لاشریک اور قادر مطلق مانتے، ذاتی

خطا میں رحیم، ہر لے معاملے میں عادل جانتے، حاضر (ہر جگہ موجود)، ناظر (نیکی و بدی پر نظر رکھنے والا) سمیع (ہر وقت سننے والا) بصیر (ہر جگہ دیکھتا ہے)، ہونے کے معتقد تھے، بدلے کا یقین تھا، روز جزا کے قائل تھے، محمد کو سیدھی راہ کا سچا رہنما سمجھتے تھے، بشیر (نیکی کے صلوں کی بشارت دینے والے) و نذیر (بدی کی زحمتوں سے ڈرانے والے) ہونے کے معتقد تھے، قبولِ اسلام میں سب پر سبقت تھی، اظہار توحید کے پہلے گواہ تھے، تصدیق رسالت کے صدیق اول تھے، آیات وحی کو منجانب اللہ مانتے تھے، ظاہر اسلام، باطن ایمان تھا۔ فرماتے تھے کہ خدا کی وحدانیت اور محمد کی رسالت کا زبان سے اقرار کرنا اسلام ہے دل سے یقین رکھنا ایمان ہے۔

معلومات و تصنیفات علم نحو آپ ہی کی جودت طبع کی ایجاد ہے، آپ دبیر رسالت بھی رہے ہیں، احکام وحی کو بہ تسلسل نزول جمع کیا، مجموعہ کو حضور رسالت میں ملاحظہ کرایا، تمام عمر وہی آپ کا دستور العمل رہا، آپ اچھے انشا پرداز، اور شیریں گفتار فلسفی شاعر تھے، آپ کے اقوال و لطائف سے کتابیں بھری پڑی ہیں، آپ کے خطبے نہج البلاغہ میں جمع ہیں، اظہار حقیقت اور علوم عقل و حکمت اور معرفت الٰہی میں اکثر شعر فرمائے ہیں، فصل علی اور رباعیات کا دیوان مشہور عام ہے، صدہا حکمت کے مقولے علماء کو ازبر زبان ہیں، صاحبان علم و فن کے مرجع تھے، ابتک اہل کمال کو آپ کے اقوال سے استفادہ ہے، آپ کا کلام ہمارے سمجھنے کو بلیغ، سننے میں فصیح ہے، بلاغت کو ہر شخص اپنے فہم کی رسائی تک پہونچ سکتا ہے، مگر فصاحت کا لطف اہل زبان زیادہ اٹھاتے ہیں، کیونکہ عرب کے بے تکلف تشبیہیں اور واقعات گزشتہ کے استعارے، ریختہ زبان والے

کیلئے اتنے غیر مانوس ہیں کہ لفظ بلفظ ترجمہ میں کلام کا وقار ظاہر نہیں ہو سکتا۔
یہاں صرف دو بلیغ رباعیوں کے ترجمہ پر اکتفا کرتا ہوں

آپ فرماتے ہیں

ہر کام پر ملائکہ مقرر ہیں — ہر قسم کی قوتوں نے پھیل کر نظام عالم قائم کر رکھا ہے

تمام ملائکہ اسکی تسبیح کرتے ہیں — سب قوتیں ایک ہو کر اظہار وحدانیت کرتی ہیں

نوعیت مخلوق سے خالق کا پتہ چلتا ہے — ضرورتوں کے لحاظ سے ہر شے کا وجود اسکے موجود ہونے کی دلیل ہے۔ یہ عظیم الشان اور وسیع کارخانہ قدرت اتفاقیہ سہی، کشش اجسام سے عالم کا نظام، ستاروں کا قیام خود بخود صحیح مگر سیاروں کی گردش میں قاعدہ، روش میں ضابطہ، یہ ضرور کسی حکیم کا بنایا ہوا طلسم ہے، خلا میں خود بخود گھومتے تو آئے دن تصادم ہوا کرتا، ایک دوسرے ٹکراتے، ٹکر پاش پاش ہو جاتے، قیامت برپا ہوا کرتی، ایک کے واسطے دوسرے کا ہونا، یہ کسی استاد کی حکمت اور ضرورتوں کے لائق ہر ایک کے اعضا میں مناسبت یہ کسی کاریگر کی ضرور صنعت ہے، آپ ہی آپ ہوتے تو کچھ نہ کچھ ضرور فرق آجاتا، کام نکالنے کے لئے اعضا میں ایسی مناسبت ہرگز نہ ہوتی، اس لئے غور و خوص کرنے والے کا دل اندر سے خود بخود بول اٹھتا ہے کہ یہ سب کسی دانشمند صناع نے سمجھ بوجھ کر بنایا ہے۔

خود لاشریک ہے مگر سب کا شریک ہے — وہ پاک پاکیزہ، نہ کسی کا جنا، زائیدہ، نہ کوئی اس سے پیدا، وہ قیاس میں نہیں آتا، عقل میں نہیں سماتا، سب سے الگ

شمار سے باہر، حد سے آگے، گنتی سے زیادہ، بعجز بیانوں کی بلاغت جادو نگاروں کی فصاحت علما کی ذہانت، عقلا کا ذہن رسا، شعرا کا مبالغہ اُس تک نہیں پہونچتا، خیال کی بلندی اُسکی رفعت کو نہیں چھوتی، فکر کی گہرائی اُسکی تہہ کو نہیں پاتی، تصور کی وسعت میں نہیں سماتا، گمان کی کشمکش میں نہیں گھرتا کسی صورت میں نہیں ڈھلتا، اندازے میں نہیں تلتا، وہم کے جنجال میں نہیں پھنستا، واہمے کا ادراک اُس کو نہیں پاتا، وہ لاشریک لامکان ہے، اُس کا کوئی شریک نہیں، وہ سب کا شریک ہے، اُس کا کہیں مسکن نہیں ہے، الااہل ایمان کے دل میں یقین کے ساتھ اُسکی جگہ ہے،

تیرا مرض تجھ ہی سے پیدا ہے تجھے سوجھ بوجھ نہیں ہے
تیرا علاج تجھی میں موجود ہے تجھے شعور نہیں ہے

ان مصرعوں میں انسان کو قاصر الفہم فرماتے ہیں

تو سمجھتا ہے کہ میں ایک ناچیز انسان ہوں تو معلومات کی
وہ روشن کتاب ہے، جسکے الفاظ کے اُلٹ پھیر سے
واضح ہوگا کہ تجھ میں ایک عالم سمایا ہوا ہے۔

ان مصرعوں میں انسان کو اشرف المخلوقات بتاتے ہیں

آزادی کے اختیارات احساس کی قوتوں نطق کے عطیے سے انسان سب میں افضل ہے، کارکنانِ قدرت میں سب سے زیادہ نمائندہ، اور مخلوقات کا کارساز آفتاب ہے پہلے اسی سے مقابلہ کر دیکھو، آفتاب اپنی روش میں پابند ہے، مگر انسان اپنے رویہ کا خودمختار کر دیا گیا ہے، قوت ہائے احساس سے خزائن قدرت جو ہر مقام پر ہر شے میں محفوظ ہیں، تلاش کر سکتا ہے، اور قوت ناطقہ کی عطا سے ہزار ہا برس

گزشتہ کے ذخیروں اور سرگزشتوں پر وقوف حاصل کرلینا اسکی آنکھوں کی دیکھی بات ہو (معائنہ کتب قدیمہ) صدہا برس آئندہ تک اپنے معلومات کو پہونچا دینا اسکے ہاتھ کا کرتب (تصنیف تالیف خود) تمام کارکنان قدرت سے وقت پر کام نکال لینا اسکے بائیں ہاتھ کا کھیل

یہ شرف مخلوقات میں سے کسی اور کو حاصل نہیں ہیں

اس لئے انسان کا اشرف المخلوقات ہونا مسلم ہوا، مگر باوجود ان اوصاف کے پہلے دو مصرعوں میں انسان کو پھر بھی قاصر الفہم فرماتے ہیں، بالکل سچ ہے، یہ نہوتا تو ہادیوں اور ہدایتوں کی پھر کیا ضرورت ہوتی۔

پیدائش سنہ ہجری سے ۲۲ سال پہلے ۱۳ رجب کو جمعہ کے دن حضرت علی خانہ کعبہ میں پیدا ہوئے، سنہ عیسوی اس وقت ۵۹۹ تھا۔ پانچ برس تک شان مادر میں پرورش پائی، اور آغوش رسالت میں کھیلتے رہے۔

تعلیم چھٹے سال جب تعلیم و تربیت کا زمانہ آگیا، تو آپ کی داشت و پرداخت آنحضرت نے اپنے ذمہ لیلی، ساتھ ساتھ رکھا، سکھایا، پڑھایا، عبادت کی عادت ڈالی، اطاعت کا مادہ ایسی خلقی تھا، آنحضرت کے فرمان ادب کے کانوں سے سنتے، صدق دل سے بجالاتے نشست و برخاست اور اخلاقی عادات جو آنحضرت میں دیکھتے وہی سیکھتے، فطرتاً مطیع، قدرتاً ہونہار تھے، فیضان صحبت نے ۱۰ سال کے اندر علم و حکمت سے مستفیض اور ضروری معلومات سے مالامال کردیا۔

قبول اسلام سنہ ۶۱۰ء میں جب آپ کا سن ۱۱ سال کا تھا۔ آنحضرت نے اپنے گھر والوں پر نزول وحی اور فائز برسالت ہونے کا اظہار فرمایا۔ عورتوں میں خدیجہ آنحضرت کی زوجہ یقین لائیں مردوں میں علی مرتضے نے تصدیق کی۔ اس لئے مذہبی مورخوں نے آپ کو صدیق اول لکھا ہے۔ وحدانیت کے پہلے ہی سے مقر تھے۔ اب رسالت کی بھی تصدیق کی۔ لامحالہ سابق الایمان ماننا پڑا قبول اسلام

میں انکی سبقت اور اولیت تمام مورخین کو تسلیم ہے۔

سنہ مسیحی کی ساتویں صدی کے شروع تک تمام عرب بت پرستی کا خوگر تھا سارا حجاز یزداں پرستی کے ساتھ اصنام کی قوتوں کا معتقد تھا۔ بلکہ خدا کی خدائی میں بتوں کی شرکت تھی۔ حرم محترم میں بڑے بڑے قوی ہیکل دخیل تھے۔ طرح طرح کی قوت والے بتوں کا خانہ کعبہ پر قبضہ تھا۔ لات وعزیٰ مسند آرائے حکومت تھے سب سے بڑا ہیکل شجاعت کا مالک فتوحات کا دیوتا (ہبل) تمام بتوں کا سر سالار مانا جاتا تھا

خدمات سنہ ۶۱۱ء میں جب حضرت علی ۱۲ برس کے ہوئے۔ ایک دن آنحضرت نے فرمایا۔ اے علی مجھے وانذر عشیرتک الاقربین حکم ملا ہے، تم پہلے سامان تواضع مہیا کرو۔ پھر اولاد عبدالمطلب کو بلا لاؤ۔ آپ نے ارشاد کے مطابق سامان ضیافت مہیا کیا، اور دادا کے ۳۹ یا ۴۱ بیٹوں اور پوتوں کو بلا لائے، خاطر تواضع کے بعد آنحضرت نے خدا کو وحدہ لاشریک بتایا۔ اور انکو شرک سے ڈرایا، مہمانوں نے دعوت تو کھائی مگر ہدایت ہنسی میں ٹالی، سب کے سب مذاق اڑاتے، ٹھٹے لگاتے اپنے گھروں کو راہی ہوئے، انمیں بعض سمجھدار بھی تھے، ساتھ میں اٹھ تو گئے مگر بات کا اثر لیکر اٹھے، اپنی جگہ سوچ سمجھے، معقول بات تھی، ذہن نشین کی دوسرے روز پھر آنحضرت نے حضرت علی کو ان کے کھانے اور بلانے کا حکم دیا۔ جب سب جمع ہوئے تو آنحضرت نے طعام کے بعد اسلام کی دعوت دی، خدا کی وحدانیت اور اپنی رسالت کا اظہار کیا، اکثر لوگوں نے تسلیم کر لیا ملاشاعت

اسلام کی یہی ابتدا ہوئی) آپ نے اُس مجمع سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم میں
کون ایسا ہے جو اس کام میں میرا ہاتھ بٹائے، اور میرا قوت بازو بنے،
جب کسی کو آمادہ نہ پایا، تو حضرت علی اُٹھے، عرض کی "میں سب میں
چھوٹا ہوں، مگر اس خدمت کے لئے حاضر ہوں،" آنحضرتؐ نے علی کی پشت پر
دست شفقت رکھا اور فرمایا "یہ میرا بھائی! میرا وزیر! میرا خلیفہ ہے، اس کا
حکم سنو اور اطاعت کرو" بعض نے مضحکہ اُڑایا، حضرت علی کے والد ابوطالب
سے (جو آنحضرت کی حمایت پر تھے) کہا "لو! سنو!! تم کو حکم دیا جاتا ہے کہ
اپنے بیٹے کی فرماں برداری کرو" کچھ عرصہ تک قریش مخفی اسلام لاتے رہے
سنہ ۴ء سے آنحضرت نے علانیہ اسلام کی دعوت دینا شروع کر دی، پہلے تو
کفار قریش چنداں مزاحم نہوے، مگر جب ایماں لانے والوں نے وحدہٗ لاشریک کو
سب قوتوں والا خدا اور خانہ کعبہ کے تمام بتوں کو بے حس بتایا اس پر مشرکین
برہم ہو گئے اور سنگ دلی اور بے رحمی سے آزار پہونچانے لگے، ایک دن
متفق ہو کر عتبہ، شیبہ، ابوسفیان، ولید مغیرہ، عاص بن وائل وغیرہ حضرت
ابوطالب کے پاس آئے، اور کہا کہ تم اپنے بھتیجے کو بتوں کی برائی سے روکو، یا
اُنکی حمایت چھوڑ دو ورنہ ہم سے تم سے ایسی جنگ ہوگی کہ بالآخر ایک فریق نیست
و نابود ہو جائے گا، حضرت ابوطالب نے اُن کو باتوں میں ٹال دیا، لیکن
اپنے طرز عمل میں ذرا فرق نہیں لائے، بدستور آنحضرت ہدایت اور ابوطالب
حمایت کرتے رہے۔ اس وقت تک آں حضرت خانہ کعبہ میں نماز پڑھا کرتے
تھے، اور طواف کعبہ بھی بجا لاتے تھے، مگر جب فتنہ وفساد کے شعلے مشتعل
ہو گئے اور مشرکین کی ایذا رسانیاں اس حد پر پہونچ گئیں کہ جو مسلمان موقع

محل سے مل جاتا اُس کو بے دم کر دیتے اور اپنے من مانے الفاظ کہلائے بغیر نہ چھوڑتے، آنحضرت نے یہ انتظام کیا کہ جو لوگ حمایتی کنبہ نہ رکھتے تھے، اُن کو حضرت جعفر بن ابوطالب اپنے چچا زاد بھائی کے ہمراہ حبشہ چلے جانے کی اجازت دیدی۔ مشرکین قریش متفق ہو کر دار الندوہ میں جمع ہوے، باہم عہد و پیمان ہوا کہ قبیلۂ ہاشمی سے شادی دبیاہ موقوف، لین دین بند تعلقات ایک قلم منقطع کر لئے جائیں، اس قرارداد کا اعلان لکھا گیا اکابر قوم نے دستخط کئے، خانہ کعبہ میں لٹکایا گیا، آنحضرت کو بھی گھر سے باہر قدم رکھنا دشوار ہو گیا، آپ بعض رفقاء اور ہاشمیوں کو لے کر اپنے عم معظم ابی طالب کے ساتھ شعب جبل میں (جس کو شعب ابی طالب کہتے ہیں) محصور ہو گئے۔

ضرورتوں کے موقع پر ہاشمی راتوں کو آنکھ بچا کر نکلتے، اور دل ملے لوگوں سے مل ملا کر واپس جاتے، آنحضرت کا پیام سلام زیادہ تر حضرت علی لوگوں کو پہونچاتے اور لوٹتے وقت کھانے پینے کا سامان مدینے سے پیٹھ پر لاد کر شعب ابو طالب کو لیتے جاتے، سات برس اس مصیبت میں کاٹے، شعب سے نکلے تو نئی افتادوں میں گھر گئے، حضرت ابوطالب کا انتقال ہو گیا، ۲ مہینہ بعد حضرت خدیجہ بھی رحلت فرماگئیں، حمایت اور کفالت کی راہیں مسدود ہو گئیں، آنحضرت مجبور ہو کر طائف کو تشریف لے گئے قبیلہ ثقیف سے نصرت چاہی، وہ امیدوں کے خلاف بے مروتی سے پیش آئے، مایوس ہو کر پھر مکہ مراجعت فرما ہوے، حج کا زمانہ آچکا تھا، قبائل عرب حج کو آنے لگے، آنحضرت اُنسے ملنے نکلے، سرخیلان مدینہ اور باشندگان یثرب سے ملاقات ہوئی، آپ نے وحی کی آیتیں انھیں سنائیں، اُن لوگوں کو یقین آگیا، ایمان لے آئے، بیعت سے

مشرف ہوے، واپس جاکر آپس والوں کو حصول بیعت کا واقعہ سُنایا، گلی گلی تذکرے، گھر گھر چرچے ہوے۔ مدینہ بھر میں شہرت ہوگئی، اہل مدینہ زیارت کے مشتاق بیعت پر تیار، رفاقت کو حاضر، نصرت پر آمادہ ہوے مدینہ میں مہمانی کی دعوت دی، شرف خدمت کے منتظر ہوے،

مکہ میں صیغہ اخوت اور ہجرت آپ نے بنی ہاشم اور رفقا کو مجمع کیا، اتحادی مصلحتوں سے باہم دو دو آدمیوں میں رشتہ برادرانہ قائم کیا، چنانچہ حضرت ابوبکر اور عمر میں بھائی چارہ کرادیا، حضرت حمزہ زید بن حارثہ کے دینی برادر بنائے گئے حضرات عثمان و عبدالرحمن عوف، حضرت زبیر و ابن مسعود، حضرات عبیدہ بن حارث و بلال حضرات مصعب بن عمیر و سعد بن ابی وقاص حضرات ابو عبیدہ و سالم مولی بن ابی حذیفہ، حضرات سعد بن زید و طلحہ بن عبداللہ بھائی بھائی بنائے گئے اپنی اخوت کا شرف حضرت علی کو عطا فرمایا، اور سب کو ہجرت کی اجازت دی وہ لوگ موقع محل سے مکہ چھوڑ مدینہ روانہ ہوگئے، صفر کے مہینے کی یہی وجہ تسمیہ ہے اور ۱۳ نبوی اسی سفر ہجرت کی یادگار رہے، مشرکیں اپنی ایذا رسانیوں سے خود اندیشہ ناک تھے، انتقام کا دھڑکا تھا، سوچے کہ محمد بھی اگر آج صحیح و سلامت نکل گئے تو کل مدینے کے حامیوں کو لیکر مقابل ہونگے، صلاح کر لی کہ زندہ سلامت جانے نہ پا دیں، قتل کا انعامی اعلان دیا گیا، قوم کے قبیلوں سے سفاک چنے گئے، قبیلہ ہاشمی سے ابولہب، قبیلۂ ہشام سے ابی جہل، قبیلہ عدی سے طلہ، قبیلۂ امیہ سے حکم بن عاص قبیلہ تیم سے نضر بن حارث منتخب ہوے، مکہ میں اس وقت صرف آنحضرت اور حضرات علی و ابوبکر رہ گئے، ماہ صفر کے آخر میں سفاکوں نے رات گئے جمع ہو کر آنحضرت کا گھر گھیر لیا، آپ

پہلے ہی سے ان کے ارادوں کی خبر پا چکے تھے، حضرت علی کو ضروری باتیں سمجھائیں، ایفاء وصایا اور ادائے امانت کی ہدایت کی اپنے بستر پر لٹایا، اپنی چادر اُڑھائی، مکان کے دوسرے راستہ سے شب کے پردے میں نکل کر مدینہ کو روانہ ہو گئے، راستہ سے حضرت ابوبکر بھی ساتھ ہو لئے، حضرت علی کمال استقلال اور حیرت ناک اطمینان اور تعجب خیز ایثار ہستی سے بستر نبوی پر لیٹے رہے، صبح ہوتے ہوتے سفاک قریش حلہ کر کے گھر میں گھس آئے اور قتل کے ارادے چادر گھسیٹی، امید کے خلاف آنحضرت کی جگہ علی کو پایا، حیرت سے پوچھا کہ محمد کہاں گئے، حضرت علی اُٹھ بیٹھے، تلوار سنبھال لی، جواب دیا کہ مجھے سپرد کر گئے تھے، جو مجھ سے پوچھتے ہو، وہ لوگ ارادے میں مایوس ہو کر منھ لٹکائے واپس گئے، آنحضرت غاروں میں چھپتے چھپاتے اصل خیسر ۱۱ منزل چل کر مدینہ کے حوالی، موضع موالی میں جسے قبا بھی کہتے ہیں، پہونچ گئے، یہاں ۹ ربیع الاول ۱۳ نبوی کو مدینہ والوں نے بڑے جوش مسرت سے آپکا خیر مقدم کیا (اسی کا نام ہجرت ہے) (خلافت دوم میں حضرت علی کی رائے کے موافق اسی دن سے سنہ ہجری کی بنیاد ڈالی گئی) آنحضرت نے قبا میں قیام فرمایا اور حضرت علی کا انتظار فرماتے رہے، آپ بھی بعد تعمیل احکام مخدرات عصمت کو ساتھ لیکر عرب کا گرم و خشک موسم پہاڑی راستے طے کرتے، تلووں میں چھالے، پنجوں میں زخم، پاؤں پر ورم عجیب عالم سے قبا پہونچ گئے، انتظار و انتشار دفع ہوا تو وہاں کے باشندوں کی خواہش پر مسجد قبا کی بنیاد ڈالی، احاطہ گھیرنے کے لئے آپ نے حکم دیا کہ میرے ناقہ پر سوار ہو کر چکر لگایا جائے، چکر کے اندر کی کسی جگہ

مسجد کے لئے گھیر لیجا دے، اور صحابہ سوار ہوئے اونٹنی جگہ سے نہ ٹلی، حضرت علی کو حکم دیا، وہ سوار ہوئے اونٹنی کو مطلق العنان چھوڑا اُسنے چکر لگایا، گرنشانہ کے مدار پر حد گھیر لی گئی، کچھ دن قبا میں ٹھہر کر آپ مدینہ کی آبادی میں تشریف لے گئے اور ابو ایوب انصاری کے مکان پر قیام پذیر ہوئے۔

مدینہ میں صیغہ اخوت اتفاق و اتحاد کی مصلحتوں سے مکہ اور مدینہ والوں میں باہم صیغہ مواخات یعنی رشتہ برادرانہ قائم کیا، حضرت ابو بکر کو خارجہ بن زید کا بھائی بنایا۔ حضرت عمر عتبان کے اخی ہوئے ابو عبیدہ سعد بن عبادہ کے بھائی بنائے گئے، ایک مکہ سے آنے والا دوسرا مدینہ کا رہنے والا، بھائی بھائی بنایا گیا اپنا بھائی یہاں بھی علی کو بنایا، فرمایا یا علی انت اخی فی الدنیا والاخرۃ

مہاجر و انصار کا وجہ تسمیہ جو لوگ مکہ سے ہجرت کر آئے تھے، وہ مہاجر کہلائے جن لوگوں نے مدینہ میں نصرت پر بیعت کی وہ انصار ہوئے اور ان سب کو صحابہ کے نام سے شرف دیا گیا۔

غزوہ ودان، بواطہ، بدر صغرا و ذوالعشیرہ تھوڑے دنوں کے قیام سے آپنے محسوس فرمایا کہ مدینہ کے یہودی اور اطراف کے حاسد کچھ خیالات فاسد رکھتے ہیں، حفظ ماتقدم یا ملکی انتظام کے سلسلہ میں تھوڑی فوج ساتھ لی، حضرت علی کو علم دیا، پہلے ودان پھر بواطہ اور بدر صغرا، بعدہ ذوالعشیرہ تشریف لے گئے اور وہاں کے باشندوں سے مصالحت کر لی، یہودان مدینہ سے بھی غیر جانب داری کا معاہدہ ہو گیا، پہلا سال آپ کو یوہیں مختلف الخیال جرگوں کی ہمواری میں گزرا یہاں تک کہ ماہ ذی الحجہ ۱ھ ۶۲۲ء ختم ہو گیا اور محرم ۲ھ ۶۲۳ء میں لگا لگا، آپنے جائے قیام پر مسجد نبوی کی بنیاد رکھی، خاص خاص مہاجرین کے مکانات مسجد کے پہلو میں بنے، نماز کے لئے سب کی آمد و رفت کے دروازے مسجد کے

صحن میں رکھے گئے، اسی سال سے ماہ رمضان کے روزے فرض ہوئے اور عاشور محرم کا روزہ ترک ہوا، پہلے نماز بیت المقدس کی جانب پڑھی جاتی تھی، اسی سال سے کعبہ کی جانب رُخ بدل گیا،

جنگ بدر مشرکین ایذا رسانی سے مسلمانوں کے ساتھ چھیڑ نکال چکے تھے، آنحضرت کے قتل کی سازش سے ابتدا ہو چکی تھی، مدینہ میں بھی پیام سلام کی چھیڑ چھاڑ اور جاسوسی کا سلسلہ جاری تھا، آپ مجبوراً تادیب پر آمادہ ہو گئے اتفاق سے تجار مکہ کے میر سامان، ابوسفیان، لدے پھندے اسباب تجارت لئے شام سے مکہ جا رہے تھے، آپ نے مسلمانوں کو ان کے روکنے اور ٹوکنے پر آمادہ کیا، ابوسفیان سُن گُن پا گئے، فوراً مکہ کے مال دھنیوں کو اطلاع دی وہ سارا مکہ سمیٹ بچانے کو دوڑ پڑے، کمک کے سہارے ابوسفیان تیز رفتاری سے نکل گئے، آنحضرت ۳۱۳ اصحاب سے بدر تک پہونچے یہاں خبر ملی کہ تجارتی قافلہ نکل گیا، حمایتی گروہ آ پہونچا۔

بدر

مکہ اور مدینہ کے وسط میں ایک ریت کا لق ودق میدان ہے، جسکی وسیع آغوش میں نہ جھاڑی ہے نہ کوئی درخت، بالو کے اونچے نیچے چکنے ٹیلوں پر آسمان کا سرپوش ڈھکا ہوا ہے، موسم کی تیز اور پریشان ہوا، چوبائی بگولے بالو کی چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں پورانی بگاڑ کر ہر سال نئی بناتے رہتے ہیں یہ مکہ سے شام جانے والوں کا گذر گاہ ہے۔ کسی نیک نصیب نے "بدر" نام کا ایک مسافر نواز کنواں یہاں بنا رکھا ہے، جس کا پانی میٹھا، اور ٹھنڈا ہے پانی کے ترسے بھٹکے قافلے، کوسوں کے تھکے ہاندے ریگستانی مسافر یہاں

ٹھہر کر دم لیلیا کرتے ہیں، اور اس کنوئیں سے اپنے مرکبوں سمیت آسودہ ہو جاتے ہیں -

بدر پر حضرت علی بیٹھے تھے کہ عریض (غلام) مشرکین کا جاسوس سراغ لگاتا آنکلا ہوا، آپنے پہچان کر گرفتار کر لیا۔ حضور رسالت میں پیش کر دیا ساتھی کمک کو ۹۵۰ - آدمیوں کا حمایتی انبوہ دوڑ پڑا۔ ۸ رمضان ۲ھ ۶۲۴ء کو دونوں فوجیں لڑنے کے لئے مقابل ہو گئیں۔ مشرکین کی جانب سے شجاعت کے سرمایۂ ناز "عتبہ" (معاویہ کے نانا) "شیبہ" (معاویہ کے چچا) "ولید" (معاویہ کے ماموں) صف سے باہر نکلے اور مبارز طلب ہوئے، فوج اسلام سے انصار مقابل ہوئے۔ اُن لوگوں نے انصار کو واپس کیا کہ ہم اپنے ہم پایہ قریشیوں کو اپنا مقابل چاہتے ہیں تم سے کیا واسطہ، آنحضرت نے فرمایا کہ مکہ نے اپنے کلیجے کے ٹکڑوں کو سامنے ڈالدیا ہے، اسلئے اپنے چچا حمزہ اور علی و عبیدہ اپنے بھائیوں کو وغا کی منادی مقابل ہوتے ہی، زبان سے رجز، میانوں سے تلواریں نکل آئیں، علی نے ولید کو تہ تیغ کیا، شیبہ نے حضرت عبیدہ کا پیر کاٹ ڈالا، علی نے شیبہ کا سر اڑادیا پھر علی اور حمزہ نے عتبہ کو مار لیا، ابوسفیان کے صاحبزادے، معاویہ کے بھائی حنظلہ دل میں نانا چچا ماموں کے خون کا انتقام، سر میں غرور شجاعت، پاگری کے زعم، جوانی کے بل پر علی کو ٹوک بیٹھے خودستائی بر زبان، مقابل میں تلوار چلنے لگی، حضرت علی نے ایسی قوت سے تلوار ماری کہ حنظلہ کا سر شق ہو گیا دونوں آنکھیں نکل پڑیں، عبداللہ ابن منذر ہاتھ کی صفائی دیکھ چکے تھے حرز جان کے لئے ابوجہل کی زرہ پہن کر مقابل ہوئے، حضرت علی نے فرمایا ابن منذر! تعجب ہے کہ ابھی ابھی، ولید، شیبہ، حنظلہ کی گت آنکھوں سے دیکھ چکا ہے پھر بھی نبرد آزمائی کا گھمنڈ شجاعت کا غرہ ہے، کیوں شامت اعمال نے گھیرا

ہے، انکو ذرہ پر حفاظت کا بھروسہ، حرز جان کا اعتقاد تھا، بڑھ کر حربہ کر بیٹھے
آپنے وار خالی دیا، اور اس صفائی سے ہاتھ مارا کہ تلوار نے ذرہ کی کڑیاں
پسلیوں کی ہڈیاں کاٹ دیں، ابوجہل کی ذرہ کام نہ آئی، ابن منذر کا
خاتمہ ہوگیا، نوفل ابن خویلد جناب خدیجہ کے بھائی کی قضا سر پر کھیلی،
علی سے بھڑ پڑے، اپنی جان پر آفت ڈھائی، جماعت کی حمایت پر ابوجہل نے
جنگ مغلوبہ کردی، شام تک تلوار چلا کی، ابوجہل مارے گئے، عبداللہ ابن سعو
اُن کا سر کاٹ لائے، شیبہ، ولید، طلحہ، حنظلہ، جبیدہ بن سعد، نوفل بن خویلد
عمیر بن عثمان، عبداللہ ابن منذر، عاص بن منبہ، ابوالعاص بن قیس، نصر
بن حارث، عقبہ بن ابی معیط، ۱۲ نامدار علی کے ہاتھ سے مارے گئے مکہ کا
انبوہ بے سرداروں کا ہو کر بھاگ نکلا، فتح کا سہرا علی کے سر رہا، ۱۴ مسلمان کام
آئے، ستر مشرک قتل ہوئے، ستر گرفتار ہو آئے، اکثر اکابر مکہ اور آنحضرت کے
چچا عباس اور حضرت علی کے بھائی عقیل کو بھی مشرک زبردستی ساتھ لائے تھے
وہ بھی گرفتار کر لئے گئے، پہلے فدیہ دے کر جان چھوڑائی، پھر اسلام قبول
کر لیا، بدر میں مکہ کے سربرآوردہ کام آگئے، ابولہب باقی تھے، اُن کو بدر
کی شکست نے توڑ دیا، غم کھا کر ساتویں دن خود مر گئے، ابولہب و ابوجہل
کے مرنے سے سرداری کا منصب ابوسفیان نے پایا، لاوارث مقتولین کا سرمایہ
تجارت دبا بیٹھے، مال اسباب ہاتھ لگا، دھن دولت سے مالا مال ہو گئے،
قوم میں آؤ بھگت بھی بڑھ گئی،

غزوہ سوق بنی قینقاع جس زمانہ میں آنحضرت بدر کی لڑائی میں مشغول تھے
سوق بنی قینقاع یہودیوں کے محلہ میں ایک مسلمان لڑکی دودھ بیچنے گئی، ایک
یہودی نے اس سے سفلانہ مذاق کیا، اس کا جامہ آگے سے اُٹھا دیا،

ایک مسلمان کھڑا دیکھتا تھا۔ جوشِ حمیت میں بھڑ پڑا، تہتک بڑھ گیا، تلوار چل گئی مسلمان نے یہودی کو مار ڈالا، محلہ کے یہودیوں نے مسلمان کے ٹکڑے اڑا دیئے آنحضرت جب بدر سے مظفر و منصور مدینہ میں واپس تشریف لائے، تو مسلمانوں نے قضیہ گوش گزار کیا یہودی خود پہلے سے کینہ پرور تھے، بدر کی فتح سے رشک و حسد بڑھ گیا، سوچے کہ مسلمان آہستہ آہستہ ترقی کر رہے ہیں کہیں بڑھتے بڑھتے برابر کے حریف نہ بن جائیں، عہد کو توڑ ڈالا، معاہدہ واپس بھیجدیا، آپ نے کہلا بھیجا کہ اب سیدھی طرح اسلام لاؤ، ورنہ مکہ والوں کی طرح تمہاری بھی خبر لی جائے گی، انھیں نے جواب دیا کہ تم اپنی قوم کو شکست دے کر اترا گئے ہو وہ لوگ فنِ جنگ سے ناآشنا تھے، ہم سے ہوتی، تو حقیقت کھلتی، اس جواب پر آنحضرت نے فوج کو تیاری کا حکم دیا، رایتِ اسلام علی کو عنایت ہوا سوق بنی قینقاع کو جا گھیرا، وہ منھ زور دل کے ہیٹے تھے، گھروں میں چھپ بیٹھے، پندرہ روز تک محاصرہ رہا، عبداللہ ابن ابی سلول اسلام کا منافق، یہودیوں کا حلیف تھا، فیمابین حکم بنا، آنحضرت نے مہلت مانگ کر یہودیوں سے قینقاع خالی کرا دیا وہ شہر بدر ہو کر خیبر کے زبردست یہودیوں سے جا ملے، اور قوم کو ابھار کر جنگِ عظیم کی بنیاد ڈالی، اور یہیں سے آنحضرت کے لئے مذہبی اقتدار کے ساتھ وقارِ سلطانی کی ابتدا ہوئی،

غزوہ قرقرۃ الکدر — مدینہ سے تین میل پر قرقرۃ الکدر نامے ایک چشمہ ہے بنی غطفان و بنی سلیم یہودیوں کے قبیلے یہاں آباد تھے، انھوں نے بنی قینقاع کے قصاص میں اہلِ اسلام پر شب خون مارنے کی تیاریاں کیں آنحضرت کو خبر مل گئی، اصحاب کو تیاری کا حکم دیا، لشکر کا علم حضرت علی کو عطا ہوا۔ اور چشمہ کدر پر جا پہنچے، ان لوگوں نے دباؤ کھا کر صلح کر لی، اور غیر جانب داری

کا معاہدہ ہو گیا، کثرت سے اونٹ اور بکریاں صلح کے معاوضہ میں لیکر مدینے واپس آئے۔

عقد فاطمہ زہرا

ہجرت سے آٹھ برس قبل اور نبوت سے ۴ برس بعد جمعہ کے دن ۲۰ جمادی الآخر ۶۱۶ء کو جناب سیدہ فاطمہ زہرا پیدا ہوئی تھیں، جن کا سن مبارک اب دس برس کا ہو چکا تھا، غزوہ کدر سے واپس ہو کر آنحضرتؐ نے انکی شادی کا ارادہ فرمایا۔ اکثر صحابہ نے استدعا کی۔ حضرت علی کو اسوقت چوبیسواں سال شروع تھا۔ آنحضرتؐ کے میلان طبع سے حضرت عمر تاڑ گئے۔ حضرت علی سے کہا یا علی آپ زوج فاطمہ ہونے کے لئے زیادہ موزوں ہیں، حضرت علی نے فرمایا۔ مگر میرے پاس مہر و ولیمہ کے لئے مال دنیا سے سوا زرہ کے اور کوئی چیز نہیں ہے! آنحضرت نے یکم ذی الحجہ ۲ھ جمعہ کے دن خاص خاص مہاجر و انصار کو بلوایا، حضرت علی سے پوچھا کہ چاندی کے چار سو مثقال مہر پر تمہارے ساتھ فاطمہ کا عقد کر دوں، تم راضی ہو؟ آپنے سر تسلیم خم کر دیا، آنحضرتؐ نے پہلے خطبہ ارشاد فرمایا، پھر نکاح پڑھ دیا۔ اپنے مقابل مسجد کے پہلو میں مکان رہنے کو دیا، ۳ھ ۱۵ رمضان کو حضرت امام حسنؑ پیدا ہوئے! اسی سال صحن مسجد میں طہارت سے آنے کی قید لگائی گئی، اور تمام صحابہ کی آمد و رفت کے دروازے جو صحن مسجد میں تھے بند کرا دئے گئے، مگر اپنا اور حضرت علی کا دروازہ کھلا رکھا، اس خصوصیت اور افتخار کا آنحضرت سے لوگوں نے گلہ بھی کیا، آپنے فرمایا ہم طاہرین ہیں۔

جنگ احد

اسی ۳ھ میں جنگ احد کا مشہور واقعہ پیش آیا، بدر میں شکست کھا کر مشرکین واپس گئے تو کہتے گئے تھے کہ سال آئندہ اس کا بدلہ

لینگے، مکہ پہونچ کر خاندان عبد الدار نے ابو سفیان کو عناد میں مضبوط انتقام میں مستحکم، مال دُنیا سے مطمئن پایا، سب نے ابوجہل کے بعد ان کو اپنا سردار بنایا، عکرمہ بن ابوجہل کو باپ کا بدلا لینا تھا، قصاص طلبوں کو ابھارا، اپنے ساتھ لیا۔ ابوسفیان کے پاس آئے۔ کہا اگر تم جنگ کے مصارف برداشت کرلو تو انتقام کا بندوبست ہم کردیں۔ یہ قتلِ فرزند اور مرگِ اعزا سے بھرے بیٹھے تھے۔ دل پر علی کی تلوار کے چرکے تھے قصاص پر آمادہ ہو گئے۔ جنگ کی تیاریاں کردیں۔ ابوغرہ عرب کے مشہور شاعر کو مشرک قبیلوں کے پاس بلا بھیجا، مکہ کے چاروں طرف نقیب دوڑائے، مدینہ کے جلاوطن یہودیوں سے مدد مانگی، قاصد بھیجکر بنی تہامہ اور بنی کنانہ سے امداد چاہی، انھیں نے سات سو زرہ پوش قاصد کے ساتھ کردئے۔

بیرونی کمک پہونچ گئی تو اطراف مکہ کے قبیلوں کو سمیٹا، بدر کے ہزیمت خوردہ جمع ہوئے، انتقام اندیشوں کو ساتھ لیا۔ ابوسفیان کی بی بی ہندہ جو عتبہ کی بیٹی، ولید کی بہن، معاویہ کی ماں تھیں، دل پر جوان بیٹے حنظلہ کا داغ تھا اپنے باپ عتبہ، اپنے بھائی ولید کی سوگوار تھیں اس جنگ میں نئی چال چلیں، سرداروں کی بیبیاں، بوڑھے افسروں کی جوان بیٹیاں، دوشیزہ خوش گلو لڑکیاں ہمراہ لیں، ۱۵ عماریاں بھر کر اپنے ساتھ ردیف لشکر بنائیں، ابوسفیان ۵ ہزار جوشیلے جوانوں سے شان وشوکت کے ساتھ مدینہ کی جانب روانہ ہوئے۔ اور کوہ اُحد کے دامن میں پہونچکر محفوظ مقام پر پڑاؤ ڈالا۔

احد

مدینے سے ۳ میل پر شمال و مغرب کی جانب ایک پہاڑ ہے اس کے غیر مانوس دامن میں نہ کوئی چڑیا نظر آتی ہے نہ کوئی چوپایہ بالکل خشک اور بے گیاہ ہے۔ محض تلے اوپر سلوں کا اٹالا ہے، خشک ہونے سے پرندہ پر نہیں مارتا بے گیاہ ہونے سے چرندے پیر نہیں رکھتے۔ دیکھنے سے دہشت خیال سے وحشت ہوتی ہے۔ کیونکہ نیچے سنسان پتھریلا قبرستان ہے اوپر گرد آلود نیلا آسمان ہے فضا میں ہو کا عالم ہے۔

ابو سفیان کی فوج نے کچھ حدکچھ رسد کی ضرورت سے مدینہ کے آس پاس کے باغات اجاڑے، زراعت پامال کی درخت کاٹے، بستیاں لوٹیں، کھیت و کھریاں مسمار کیے، حضرت عباس آنحضرت کے چچا نے حضور رسالت میں اطلاع کی آپ ایک ہزار اصحاب کے ساتھ مقابلہ کو اٹھ کھڑے ہوئے آنحضرت اور عبداللہ ابن ابی کی رائے تھی کہ مدینہ میں ٹھہر کر ان کا حملہ رد کیا جائے، مگر جماعت صحابہ نے باہر نکل کر لڑنا پسند کیا مجبوراً آپ کو صحابہ کا ارادہ ماننا پڑا اس اختلاف پر عبداللہ ابن ابی روٹھ کر ۳۰۰ آدمیوں سے بیٹھ رہے آپ ..، مجاہدین لے کر مدینے سے نکلے مہاجرین کا علم حضرت علی کو عنایت کیا، انصار کے علمدار حباب ابن منذر اور سعد بن عبادہ ہوئے

ماہ شوال ۳ھ کی ۱۱ تاریخ کو احد کے جنوبی ڈھال و دامن میں فوج اسلام صف آرا ہوئی، کوہ احد میں لشکر کی پشت پر عینین نام کی ایک خطرناک گھاٹی تھی، گو نہایت تنگ راستہ تھا مگر اس کا لگاؤ دشمن کے پڑاؤ

تک تھا، ادھر سے حملہ روکنے کے لئے آپ نے عبداللہ ابن جبیر کو پچاس قدر اندازوں سے اُس گھاٹی کے سرے پر تعینات فرمایا اور تاکید کر دی کہ خبردار کسی حال میں یہاں سے نہ ہٹنا، مکہ کی فوج نے احد کے جنوب میں میدان پکڑا، میمنہ پر خالد ابن ولید میسرہ پر عکرمہ بن ابو جہل درہ کوہ کی حفاظت پر عمر ابن عاص تعینات ہوئے فوج کو ہلالی شکل میں جمایا وسط میں آراستہ اونٹ پر ہبل کا بڑا بت سجایا، پہلو میں ابو سفیان جے پکارتے بڑے کر و فر سے آگے بڑھے، کڑکیتوں نے سپہ سالار فوج کا کڑکا چھیڑا، فوجی باجوں نے نغمہ سرائی کی، افواج مکہ کے ہراول ابو عامر نے اپنے ماتحت قدر اندازوں کو تیر برسانے کا حکم دیا، نقارۂ رزمی پر چوب پڑی، ادھر ہندہ جگر خوارہ کی حسن فروش ٹولی نے خوش ادائی سے دفوں پر تھاپ ماری، جوشیلے باجوں کے راگ چھیڑے، سریلی آوازوں میں گیت گائے، ہم جگمگاتے تارے، روشن تارے ہیں، ہماری زلفوں میں مشک، گلے میں موتیوں کے ہار، چمک دمک کی ادا، بانکپن کی چال سے قطا (چکور) پرندے کی طرح مسندوں کو پاؤں سے روندتے ہیں۔ اگر لڑائی میں آگے بڑھے رہوگے تو ہم تم کو آؤ بھگت سے لائینگے پیار سے گلے لگائینگے، ہاتھوں ہاتھ مسندیں بچھائینگے، پیٹھ دکھاؤ گے تو لعنت کے حوالے۔

جانبین سے تیروں کی بوچھار ہونے لگی، اولاد عبد الدار کا سرغنہ طلحہ ابن طلحہ مشرکین کی فوج کا سپہ سالار لشکر کا علمدار تھا، نخوت میں اینٹھتا غرور سے اکڑتا، دلیری پر اتراتا، جوش شجاعت میں جھومتا آگے بڑھا، اور علی کو مقابلہ کے لئے آواز دی، علی کو حضور رسالت سے اجازت ملنے میں ذرا دیر لگی تو لاف زنی کرتا رہا، اب رضا پاکر سامنے آئے تو کہنے لگا "علی! تمہارا عقیدہ یہ ہے کہ جو مشرک کے ہاتھ سے

مارا جائے گا وہ بہشت میں جائے گا کیا اچھا ہوتا کہ میں تمھیں مار ڈالتا اور تم سیدھے بہشت میں پہونچ جاتے۔ دنیا کے مکروہات سے جان چھوٹتی زندگی کے صعوبات سے نجات پاتے، آپ نے فرمایا، اگر خدا کرتا، تو ایسا ہی ہوتا، جواب نے زبان روک دی طلحہ نے تلوار کھینچ لی، وار چلنے لگے، حضرت علی نے طلحہ کا پیر قلم کردیا، وہ گرا، اور برہنہ ہوگیا، ہاتھ جوڑ کر گھگھیانے لگا آپ منھ پھیر کر اپنے لشکر میں چلے آئے، وہ تڑپ تڑپ کر مر گیا،

اب علمداری کا منصب اُسکے بڑے بیٹے نظیر ابن طلحہ نے پایا، باپ کے خون کا انتقام لینے کے لئے حضرت علی کو پکارا، آپ نے آتے ہی نظیر کا سر اُڑا دیا، تو عثمان ابن طلحہ نے فوج کا علم سنبھالا، وہ بھی حضرت علی سے مقابل ہو کر مارا گیا، پھر ابو سعید نشان لیکر آگے بڑھا اور نذر اجل ہوا، بعدہ غدیر ابن عثمان بن طلحہ رایت لشکر لے کر سامنے آیا پنجۂ قضا میں پھنسا، اسکے بعد ارطاۃ ابن طلحہ کی شامت آئی، تیر قضا کا نشانہ بنا، پھر عبداللہ جابیہ بعدہ عبدالدار کا مشہور بہادر غلام (ثواب) یہ سب بجائے کفار لے لیکر بڑھتے گئے، تیغ علی سے کٹتے گئے، تھوڑے عرصہ میں تو علمدار مارے گئے، تمام خاندان عبدالدار جس نے ابوسفیان کو انتقام پر ابھارا تھا، اُنکا تیغ علی نے صفایا کردیا، سرداروں کا ستھراؤ ہوگیا، تو رایت لشکر کو ناسزاوار جان کر کسی نے پھر ہاتھ نہیں لگایا

خاندان عبدالدار کی ایک عورت علقمہ نے لواء لشکر کو اُٹھا کر بلند کیا

سرداروں کے مارے جانے سے فوج کا نظام درہم برہم ہو چکا تھا، مگر لشکریوں کی کثرت تھی، ابوسفیان نے جنگ مغلوبہ کردی، حضرات علی و حمزہ اور ابو دجانہ و زبیر نے سپاہ مخالف میں گھس کر ایسے مردانہ حملے کئے کہ صفیں اُلٹ دیں، مشرکین کے پیر اُکھڑ گئے، بے تحاشہ بھاگ نکلے لشکر اسلام کچھ تو بھاگتوں کے تعاقب میں چلا، بعض فتح کی شادمانی

میں خوش فعلیاں کرنے لگے، زیادہ تر لوٹ پر ٹوٹ پڑے، گھاٹی کے خطاکار سمجھے کہ معرکہ ختم ہوگیا، گھاٹی کو چھوڑ مال غنیمت سمیٹنے لگے، جبیر ہرچند چلائے، بہتیرا غل مچایا، مگر غنیمت کے لالچ میں کون ساعت کرتا ہے، میمنہ پر خالد ابن ولید کی کمان تھی، ہزیمت خوردہ بھلگے تو ادا ...سد راہ ہوئے۔ ہندہ اور انکی ساتھ کی عورتوں نے گا بجا کر روکا، تیر اداکے بس جان دینے پر پھر کر آمادہ ہوگئے، اس طرح خالد بھاگی فوج کو سمیٹ کر عینین کی گھاٹی سے گھس آئے، گھاٹی قدر اندازوں سے خالی ہو چکی تھی، جبیر نے چند ہمراہیوں سے روکا، سب کے سب شہید ہو گئے؛ خالد کا لشکر مسلمانوں کی منتشر جماعت پر ٹوٹ پڑا۔ یہ لوٹ کی طمع میں ہتھیار رکھ کر بے ترتیب ہو چکے تھے، خالد کے اچانک حملے سے بدحواس ہو کر بھاگ نکلے جس نے جدھر راہ پائی چل کھڑا ہوا۔ بہتیرے باختہ حواس سیدھے شہر کو بھاگے، کچھ بوکھلا کر پہاڑ پر چڑھ گئے، اکثر غاروں میں جا چھپے قاعدہ تھا کہ لڑائی کی ہل چل میں خاص خاص صحابہ اور بنی ہاشم آنحضرت کو حلقۂ حفاظت میں گھیرے رہتے تھے، وہ بھی یورش کے ادھم میں ادھر اُدھر ہو گئے، حضرت علی بھی دشمن کا حملہ روکنے کو کچھ آگے بڑھ گئے تھے، آنحضرت ایک پہاڑی کھنڈ کے کنارے کھڑے تھے، یلغار کے ریلے میں غار میں جا رہے عتبہ بن ابی وقاص نے بلندی پر چڑھ کر گوپھن سے پتھر برسائے، آپ کا شانہ زخمی ہو گیا کچھ دندان مبارک کام آگئے، مغفر کی کڑیاں ماتھے میں گھس گئیں، عتبہ کو لڑائی کی چال سوجھی ہلڑ مچا دیا کہ آپ شہید ہو گئے، یہ متوحش صدا سن کر حضرت علی نے پلٹ کر دیکھا۔ تو آپ کو جگہ پر نہ پایا، بیتاب ہو کر دوڑے، اور لڑ کر مر جانے کے ارادے تلوار کا نیام توڑ کر پھینکدیا، راہ کے درمیان ذکوان ابن القیس اسلامی پیدل مجاہد کو ابوالحکم بن الاخنس ثقفی سوار

کے پنجہ اختیار میں گرفتار دیکھا، بلند آواز سے ڈانٹا اور پہونچتے ہی ابوالحکم کا سر اڑا دیا، غار پہونچ کر آپ کو صحیح سلامت پایا ہاتھ لٹکا کر غار سے اوپر کھینچ لیا، آپ خون میں نہائے ہوئے تھے، دیکھا تو آپکا شانہ زخمی ہے، اور دندان مبارک بھی شہید ہیں عتبہ کی فریبی صدا دونو لشکروں میں گونج گئی، شدہ شدہ یہ غلط افواہ مدینہ تک پہونچی جناب فاطمہ زہرا سراسیمہ ہو کر دوڑی آئیں، آپ کو زندہ سلامت پایا، شکر خدا بجالائیں، زخم دھوئے، مرہم پٹی کی، مسلمانوں نے آنحضرت کو موجود پایا، بھاگے بھٹکے سمٹنے لگے، تھوڑے عرصہ میں کثرت سے مجمع ہوگیا، ہندہ نے وحشی جبیر بن مطعم کے سفاک غلام کو انعام کے سہارے حضرات علی، وحمزہ کی گھات میں پہلے سے لگا رکھا تھا، جنگ کی گرم بازاری میں حضرت حمزہ کو حضرت عمر کے چچا بارع نے لڑائی میں الجھایا وحشی نے کمینگاہ سے چھپ کر نیزہ مارا، حضرت حمزہ شہید ہو گئے، ہندہ نے آپکا پیٹ چاک کیا، کلیجہ نکالا، دانتوں سے چبایا، ناک، کان، عضو کاٹکر زیور کی جگہ پہنے، اور قیمتی مرصع زیور اُتار کر وحشی کو انعام میں دیدیا مشرکین حملے کی غرض سے پہاڑ پر چڑھ آئے، حضرت علی اپنے ہمراہیوں سمیت مقابل ہوئے اور ہٹا دیا، تین مرتبہ خالد کے لشکر نے پہاڑ پر چڑھنا چاہا ہر مرتبہ حضرت علی نے پسپا کردیا، ہر بار زخمی ہوتے رہے، مشرکین کو ان حملوں کی ناکامی سے پھر مقابلہ کی جرأت نہوئی، آنحضرت کے زندہ سلامت ہونے کا بھی دونوں لشکروں میں اعلان ہوگیا، بھاگتے ہوئے تھم گئے، بھاگے ہوئے پلٹ پڑے، مسلمان پھر سے جمع ہونے لگے، ابوسفیان خیمہ ڈیرہ اُٹھا کر چلتے ہوئے، اور آئندہ سال کے لئے پھر جنگ کا الٹیمیٹم دیتے گئے، آنحضرت کے ارشاد کے موافق حضرت علی مدینہ تک

راستہ حمرۃ الاسد کے تہ راہے تک اُن کے تعاقب میں جا کر واپس لئے وہ لوگ سیدھے مکہ چلے گئے، راستہ سے حضرت علی ابو غرہ شاعر کو پکڑتے لائے اور مغیرہ بن شعبہ بھی گرفتار کر لئے گئے،

اہل سیر لکھتے ہیں کہ اس معرکہ میں نامور تلوار ذوالفقار آنحضرت نے حضرت علی کو عطا فرمادی، حضرت علی نے اس جنگ میں سولہ زخم کھائے تھے، گرتے تھے، اُٹھتے تھے، پھر لڑتے تھے، نادعلی کا نزول بھی اسی دن کی برکت بتاتے ہیں یہ بات تو بہت مشہور ہے کہ

لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار

غیبی مقولہ آج ہی کے روز سے ورد زبان ہے، ۷۰ مسلمان اس جنگ میں کام آئے، ۲۸ لاوارث مشرکوں کی لاشیں میدان قتال میں پائی گئیں، باقی لاشے مشرکین اُٹھاتے لیتے گئے یا خاک میں چھپا دئے

غزوۂ بنی نضیر ربیع الاول ۴ھ میں غزوہ بنی نضیر ہوا، بنی نضیر اور بنی عامر یہودیوں کے دو قبیلے آپس میں حلیف تھے بنی عامر آنحضرت سے بھی ہم عہد تھے، بنی نضیر کے ایک سردار عمر ابن امیۃ الضمری نے قبیلہ بنی عامر کے دو شخصوں کو بلا وجہ مار ڈالا، بنی عامر کی خاطر سے آپکو بنی نضیر پر چڑھائی کرنا پڑی، یہودیوں نے شب خون کا ارادہ کیا، حضرت علی سراغ لگانے رات کو نکلے، یہودیوں کا سردار عروہ مع رفقاء شب خون کے ارادے فوج اسلام کی طرف چلا، عروہ موقع کی تلاش میں تنہا رفقاء سے آگے بڑھ آیا، اتفاق سے وہاں پہونچا جہاں حضرت علی تاک میں لگے تھے، آپنے عروہ کو پہچانا۔ اور قتل الموذی قبل الایذا کہکر عروہ کو ٹوکا۔ وہ مقابل ہوگیا، آپ نے سر اڑادیا، سر لے کر پڑاؤ کو پلٹے، عروہ کے رفقاء اُس کی لاش تک پہونچے تو بے سر پایا، آپ کے تعاقب میں دوڑے، راہ میں گھیر لیا، ابو دجانہ انصاری، اور سہیل ابن حنیف مع چند بہادران اسلام روند پھرتے اُدھر آنکلے، اتفاق کی خوبی ایسے موقعہ سے پہونچے جب کہ

عروہ کے رفقاء حضرت علی کو گھیر رہے تھے، پھر تو رات بھر خوب تلوار چلی عروہ کے رفقاء کچھ مارے گئے کچھ بھاگ گئے، حضرت علی نے عروہ کا سر آنحضرت کے حضور میں حاضر کیا، اور سارا قصہ عرض کر دیا، صبح کو بنی نضیر نے خود آکر صلح کر لی، مہلت مانگ کر خیبر چلے گئے، اور عظیم جنگ خیبر کے حامی بنے۔

غزوہ مریسیع

اسی سال ۳ شعبان ۵ھ کو حسین ابن علی پیدا ہوئے اسی سال غزوہ مریسیع پیش آیا، مریسیع آبِ شیریں کا ایک چشمہ ہے جہاں یہودیوں کا قبیلہ بنی مصطلق آباد تھا، انھیں نے بنی خزاعہ سے سازش کرکے اسلام سے مخالفت باندھی، آنحضرت نے بریدہ کو جاسوس بنا کر دریافت حال کو بھیجا جب مخالفت کا یقین ہو گیا تو آپ نے مجاہدین کو تیاری کا حکم دیا، اور پہونچ کر چشمہ مریسیع پر خیمہ زن ہوئے، بنی خزاعہ تو فوج اسلام کو دیکھتے ہی علٰحدہ ہو گئے، بنی مصطلق نے مقابلہ کیا انکا علمدار قتادہ مارا گیا، بنی مصطلق میں مانا ہوا دلیر مالک حضرت علی سے مقابل ہوا، اپنی سزا کو پہونچا، اُس کا بیٹا باپ کے قصاص کا دعویدار نکلا، وہ بھی اسی کے پاس جا لیٹا، بنی مصطلق نے منھ پھیر لیا، بھاگتوں میں حارث ابن ضرار رئیس قبیلہ کی لڑکی برّہ کو حضرت علی گرفتار کر لائے، جو حرم رسالت میں داخل ہو کر جویرہ کے مقدس نام سے مشہور ہوئیں۔

جنگ خندق

شہ ۵ غزوۂ احزاب یا جنگ خندق کی یادگار ہے: بدر و اُحد کے شکست خوردہ انتقام کے جوش میں بیتاب ہو رہے تھے: اس مرتبہ ابوسفیان نے مدینے کے جلے بھُنے جلاوطن یہودیوں کو بھی ملا لیا، قبیلہ بنی نضیر و بنی غطفان و بنی سلیم و بنی کنانہ یہودیوں نے غیر جانب داری کا معاہدہ توڑ ڈالا، ابوسفیان کے ساتھ ہو لئے، اُحد کی بھاگی فوج ہمراہ لی، دس ہزار قصاص طلبوں کا لشکر رکاب میں لے کر مدینہ کا رُخ کیا، عرب کے رستم دستاں عمر ابن عبد ود کو سپہ سالار بنایا، فوج مخالف کی کثرت مگر آنحضرتؐ نے پہلے ہی سے حفاظت کا بند و بست کر رکھا تھا، مدینہ میں نہ کوئی قلعہ تھا نہ شہر پناہ، سلمان فارسی کی صلاح سے سلع پہاڑی کے گرد خندق کھود کر جائے پناہ بنائی، محافظت حضرت عمرؓ کے سپرد ہوئی فوج مخالف نے پہاڑی پر جانے کی راہ نہ پائی، خندق کا محاصرہ کر لیا ۳ ہفتہ تک خندق کے ادھر مسلمان اُدھر مشرکین خاموش پڑے رہے، عمرو ابن عبد ود نے اسلامی فوج کی کمی، مگر رسد کا اطمینان پایا، اپنی طرف فوج کی زیادتی رسد میں کمی دیکھی، اندرونی مخالفت اور اور محاصرے کے طول سے لشکر میں بد دلی کے آثار پائے، سبقت میں جلدی کی، اور خندق سے گھوڑا پھندا کر اندر آدھمکا، اپنے ہمراہ عکرمہ بن ابی جہل اور عبداللہ مغیرہ، ضرار ابن خطاب، نوفل بن عبداللہ، ہبیرہ ابن ابی، ناموران مکہ کو بھی لے آیا، خندق کے اسلامی پہرہ دار عمر ابن عبد ود کو دیکھکر بھاگے، اور حضور رسالتؐ میں آکر خبر دی، اوس وقت مجلس رسالتؐ میں سرہنگان عرب اور نمودارانِ اسلام کا مجمع تھا، عمر ابن عبد ود کا نام سنتے ہی سب دم بخود رہے، عمر ابن عبد ود خیمہ رسالتؐ کے قریب آکر للکارا، دیر تک

لاف زنی کی، سرداروںکا نام لے لے کر پکارا، مگر کسی نے دم نہ مارا، حضرت علیؑ اٹھے، ادب سے سر جھکایا، ہاتھ جوڑ کے مقابلہ کی اجازت مانگی، آنحضرت نے فرمایا بیٹھو تم نہیں جانتے کہ یہ عمر ابن عبدود ہے، آپ سر جھکا کر بیٹھ گئے، عمر ابن عبدود نے پکار کر کہا، خیمہ کے بیٹھنے والو کیا عورتوں کیطرح چھپے بیٹھے ہو باہر نکلو، میدان پکڑو، میرے سامنے آؤ، مگر مجمع صحابہ میں سانس بھی نہ ڈکار، شرمناک خاموشی اور خوفناک سناٹا تھا، حضرت علی نے دوبارہ اجازت چاہی، آپ نے اعتنا نہ کی، بلکہ اوروں سے مخاطب ہو کر ارشاد کیا کہ، ہے کوئی جو اس دشمن کو دفع کر سکے، صحابہ کے سکوت نے طول کھینچا، تیسری بار حضرت علی نے اٹھکر عرض کی، میں حاضر ہوں، آپ نے پھر ٹال دیا، اور دیگر صحابہ سے فرمایا کہ آج جمیع کفر جمیع اسلام کا مقابلہ ہے، کون مرد میدان ہے جو مقابل ہو، حضرت عمر نے عرض کی کس کی شامت ہے جو اس دیو پیکر، بلائے بے درماں عفریت مکر سے دست بقبضہ ہو، قوت و شجاعت میں اس کا شمار ایک ہزار قزاق کے برابر ہے، ابھی تھوڑے دنوں کی بات ہے شام کے سفر میں میرا اسکا ساتھ تھا یلیل کے مقام پر قافلہ ٹھیرا، ایک ہزار قزاقوں نے آکر قافلہ لوٹ لیا، مال و متاع قافلے والوں کا سمیٹ کر چلنے لگے، یہ بہادر سو رہا تھا، میر قافلہ نے جگایا، آنکھیں ملتا اٹھا، تلوار اٹھائی، ڈھال ڈھونڈی نہ ملی، بچاؤ کیلیے ایک اونٹ کا بچہ ہاتھ میں دبا لیا، گھاٹی کے سرے پر

دست بستہ دبک کر کھڑا ہو گیا، جو قزاق زد پر آیا مار گرایا، وش بیش غارت گر مارے گئے، تمام لٹیرے عاجز آئے، لوٹ کا سب مال رکھ دیا، عاجزی سے جان کی امان مانگی، چپکے کان دبائے خالی ہاتھ چلے گئے، یہ واقعہ سنکر اور بھی رہے سہے حواس جاتے رہے، دل دھڑکنے لگے، حضرت علی کو عمر ابن عبدود کی یاوہ گوئی سخت ناگوار تھی، چوتھی مرتبہ آبدیدہ ہو کر دست بستہ عرض کی، میں خوب جانتا ہوں یہ عمر ابن عبدود ہے، مگر مجھے وغا کی رضا عطا ہو، آنحضرت نے نہایت رسانیت سے سمجھانے کے لہجہ میں ارشاد فرمایا کہ اے علی یہ عمر ابن عبدود ہے، آپ نے عرض کی میں علی ابن ابی طالب ہوں، آنحضرت جوش الفت سے آنسو بھر لائے، سوچ میں سر جھکا لیا، عمر ابن عبدود اور اسکے ہمراہیوں نے پھر حملہ کیا، اور بڑھکر خیمہ کی قنات میں نیزہ بھوکا، آپ نے حضرت علی کو پاس بلایا، اپنا عمامہ انکے سر پر رکھا، اپنی ذرہ پہنائی، اپنا ٹپکہ اون کی کمر سے باندھا، نامور ذوالفقار حمائل کی، ہاتھ اٹھا کر درگاہ عزت میں عرض کی، بارالہا، بدر میں عبیدہ، احد میں حمزہ کام آ گئے، اب ایک علی باقی ہے، تو اسلام کا حامی ہے

دعا کے بعد گلے لگایا، فی حفظ اللہ کہکر رخصت کیا، پھر اصحاب سے مخاطب ہو کر فرمایا، بدر و احد میں سرہنگان مکہ ختم ہو چکے، اب مشرکین کا دار و مدار عمر ابن عبدود پر ہے، علی اور عمر ابن عبدود کا مقابلہ ہے، آج کفر و اسلام کا فیصلہ ہے، مقابل کے آنے میں دیر ہو گئی تھی، عمر ابن عبدود کی نخوت اور بڑھ گئی تھی، حضرت علی اجازت پاکر خیمہ سے نکلے، یہ کمسن اور قصیر القامت اور پیادہ تھے، عمر ابن عبدود بالا قامت، چوڑا چکلا، قوی الجثہ، سن رسیدہ جوان مادیان عرب پر سوار تھا، اپنی تنومندی و زور آوری کے زعم میں حضرت علی

کو اپنا ہمسر و مقابل نہ سمجھا، بے بساط جان کر علی سے کہا، جاؤ، محمدؐ سے کہو کہ کسیکو مقابلہ کیلیے بھیجیں، آپنے فرمایا، میں مقابلہ ہی کو آیا ہوں، عمر ابن عبدِ وُد ہنسا، بولا تم کون ہو کیا نام ہے، کسکے لڑکے ہو، کس برتے پر لڑنے آئے ہو، اور پھر پیدل بھی ہو، آپنے جواب دیا کہ میں ہدایت یافتہ خداوندی محمد رسول اللہ کا ابن عم ہوں، علی نام ہے، ابی طالب کا فرزند ہوں، اُس خدا کے بھروسہ پر لڑنے آیا ہوں جو راست کو دون کر دیتا ہے، پیدل اسلیئے ہوں کہ پیادہ سوار سے بھاگ نہیں سکتا، سوار کو پیدل کے سامنے سے بھاگ جانے کا موقع ہے، جواب کی نوک جھونک پر ابن عبدود کو غصہ آگیا، کہا، بھاگ جاؤ تمہارا باپ میرا دوست تھا، میں تمہیں قتل کرنا نہیں چاہتا، آپنے فرمایا مگر میں تو تجھے ضرور قتل کرونگا، اگر تو ایمان نہ لائیگا، عمر ابن عبدود غضبناک ہو کر گھوڑے سے پھاند پڑا، اور ایک ہی ضرب میں اپنے مرکب کے دونوں اگلے پیر قلم کر دیئے، شجاعت کی حمیت میں پیادہ ہو کر مقابل ہوا، دورانِ جدال میں اس قوت سے ہاتھ مارا کہ اسکی تلوار حضرت علی کی سپر اور آہنی خود کاٹتی ہوئی ایک انچ سر میں در آئی، آپنے بائیں ہاتھ کے وسیلے سے تلوار کو دفع کیا، اُسی گرمی میں گھٹنے ٹیک کر ہاتھ مارا کہ عمر ابن عبدود کے دونوں پیر قلم ہو گئے، وہ گر گیا، علی کے زخم سر خون کی چادر رخ پر آئی، آپنے عمامہ سے پہلے اپنے سر کا زخم لپیٹا، پھر سر کاٹنے کو اُسکے سینے پر زانو ٹیکا، اُسنے کھسیانے پن میں روئے مبارک پر تھوک دیا، آپ اُسکے سینے سے اُتر آئے، دیکھنے والوں کو تعجب ہوا، تھوڑی دیر ٹھہر کر سر کاٹ لیا، خدمت رسالت میں حاضر ہوئے، آنحضرتؐ نے پوچھا، علی سر کاٹ لینے پر قابو پا چکے تھے تو چھوڑ کر ہٹ کیوں گئے تھے، عرض کی میں نے سر کاٹنا چاہا، اُسنے مجھ پر تھوک دیا، مجھے نفس کی تحریک سے غصہ آگیا

اگر اُس وقت سر کاٹ لیتا تو یہ کام لوجہ اللہ نہ رہتا، اسلیے ہاتھ کھینچ لیا، جب طبیعت کی جھنجھلاہٹ دفع ہوگئی تو بنیاد کفر و غرور کو منقطع کر دیا، سرکشان عرب کا دستور تھا کہ مقتول کے آلات حرب اور پوشاک اُتار لیا کرتے تھے، مگر حضرت علی نے اس رسم جہالت اور طمع کی رکاکت کو روا نہیں رکھا، کہ لاچار مقتول کے ہتیار، دو کپڑوں کے لیے برہنہ کیا جاوے، اُسکی قیمتی زرہ بیمثال تلوار کو ہاتھ نہیں لگایا، اس کریمانہ برتاؤ پر عمر ابن عبدود کی بہن نے بین کرنے میں بیضۃ البلد کے خطاب سے یاد کیا، عمر ابن عبدود کے ختم ہوتے ہی ساتھ والے بھاگے، کچھ شمشیر اسلام کی نذر ہوے، بعض خندق میں گرتے پڑتے ابو سفیان تک پہونچے اس جنگ کا دار و مدار عمر ابن عبدود پر تھا، وہ مارا گیا، ساری فوج محاصرہ اٹھا کر چلتی پڑی، عرصہ تک علی زخم سر میں مبتلا رہے،

غزوہ بنی قریظہ — اسی سال یہودان بنی قریظہ نے غیر جانب داری کا معاہدہ توڑ ڈالا اور مشرکین قریش سے سازش کرلی، اکثر مسلمانوں کو اکیلا دوکیلا پاکر مار ڈالا، آنحضرت نے عقاب نام کا علم حضرت علی کو دیا، اور یہود کی تہدید کو روانہ فرمایا، دوسرے روز خود بھی تشریف لیگئے، وہ لوگ قلعہ بند ہوگئے، محاصرے سے اُکتا کر ایکدن کعب ابن ابی اسید، اُنکا سردار چند ہمراہیوں سے باہر نکلا، اور اسلام کو بُرا بھلا کہا، آنحضرت نے حضرت علی کو بڑہنے کا حکم دیا، ابن اسید نے حضرت علی کو پہچانا کہ قاتل عمر ابن عبدود ہیں، چپکا قلعہ میں واپس گیا، فریقین نے سعد ابن معاذ کو درمیان میں حکم بنایا، اُنکے فیصلہ سے بعض بنی قریظہ کے خونی سرکش قتل کیے گئے، باقی سے صلح کی تجدید ہوگئی۔

سریہ فدک — (جس معرکہ میں آنحضرت خود تشریف نہیں لے گئے، بلکہ کسی سردار کو بھیجا وہ سریہ ہے، جس جنگ میں بذات خاص تکلیف فرمائی اُسکو غزوہ کہتے ہیں)

مدینہ سے چالیس میل پر فدک کے یہودیوں نے بنی بکر سے سازش کی اور نبی بعد کو ناتھوے کر اسلام سے بیر باندھا، آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کو سو سواروں سے اُن کی گوشمالی کو روانہ کیا، آپ نے لاوران اسلام کو دشمنوں کی نگاہ سے چھپاتے اور بچاتے لیے چلے، دن کو پہاڑوں کی محفوظ گھاٹیوں میں مقام فرمایا، شب کو منزلیں طے کیں، فدک پہونچکر دفعتاً یلغار کی، اُن لوگوں نے معافی مانگ لی، باہم صلح نامہ ہوگیا، معاوضہ میں کثرت سے اونٹ بکریاں لے کر مدینہ واپس آئے، آنحضرتؐ نے فدک کے حقوق جناب فاطمہ کو عطا فرمائے۔

صلح حدیبیہ آنحضرتؐ ایک ہزار حجاج سے زیارت کعبہ کو بے ہتیار تشریف لے چلے، راستہ میں ٹھہر کر احتیاطاً مدینہ سے ہتیار منگا کر ساتھ لیے، منزلیں طے فرماتے چاہ حدیبیہ پر پہونچے، جہاں سے مکہ ایک منزل رہ جاتا ہے یہاں معلوم ہوا کہ مشرکین قریش آپ کے آنیکے روادار نہیں ہیں، آنحضرتؐ نے حضرت عمر کو سفارتاً مکہ جانے کا حکم دیا، اُنھوں نے عذر کیا کہ مکہ میں میرا حمایتی کنبہ نہیں ہے کسی اور کو بھیجیے، آپ نے حضرت عثمان کو روانہ کیا، کیونکہ بنی اُمیہ اور خصوصاً ابوسفیان حضرت عثمان کے ہم جد اور ہم خاندان تھے، وہ تشریف لے گئے تو روک لیے گئے، افواہ اُڑ گئی کہ شہید کر ڈالے گئے، آنحضرتؐ نے لڑائی کی تیاریاں کر دیں، درخت سمرہ کے نیچے ہمراہیوں سے جنگ پر بیعت لی، مگر سفیروں کے ذریعہ سے معاملات صلح طے ہو گئے، آپ مکہ تک اسلام کی رسائی کو کامیابی سمجھے بیٹھے تھے، جا بیجا شرائط منظور کر لیے، حضرت علیؑ کے ہاتھوں معاہدہ لکھوایا گیا، کفار نے بسم اللہ میں، رحمٰن و رحیم، نہیں لکھنے دیا، رسول اللہ کی لفظ کو بھی کٹوا دیا، آنحضرتؐ نے وقتی مصلحت سے یہ بھی گوارہ فرما لیا اس واقعہ سے اکثر صحابہ کو انکی نبوت میں شبہ گزرا، حضرت عمر نے تو منہ در منہ

بے ادبانہ اعتراض کئے، آپ نے فرمایا، اے پسر خطاب میں جو کرتا ہوں خدا کے حکم سے کرتا ہوں، نتیجہ یہ نکلا کہ باہم میل جول سے توحید کا اثر خود بخود مشرکین میں پھیل پھیلا، جس سے آنحضرت کو مکہ پر فتح المبین حاصل ہو گئی، اور حضرت عمر کو عمر بھر اس ارتداد پر توبہ کرتے گزری،

جنگ خیبر (محرم ۷ھ اور واقعہ ذی قرد) یہ واقعہ جنگ خیبر کے عظیم معرکہ کا دیباچہ یا عنوان ہے، ذی قرد ایک چراگاہ ہے، یہاں فوج اسلام کے اونٹ چرا کرتے تھے، بنی غطفان کے سردار عبدالرحمٰن نے حملہ کر کے گلّے کے محافظ حضرت ابوذر غفاری کے صاحبزادے کو قتل کر ڈالا، اور انکی مادر گرامی کو ۲۰ اونٹوں سمیت گرفتار کر لے گئے، سلمہ بن الاکوع لشکر اسلام میں نامی قدر انداز اور تیر اندازوں کے سردار تھے، خبر پاتے ہی تعاقب میں دوڑ پڑے، اور تیروں کی بوچھار پر رکھ لیا، وہ لوگ اونٹوں کو چھوڑ پہاڑ کی آڑ میں چھپ گئے،

سلمہ اپنے اونٹ اور ابوذر کی بی بی کو چھڑا لائے۔ مدینہ حاضر ہو کر حضور رسالت میں خیبریون کی شکایت اور ام ذر کی حکایت بیان کی، آنحضرت ابوذر غفاری کے صاحبزادے کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ خیبریون کی سرکوبی کو آمادہ ہو گئے تمام اعیان و اصحاب ساتھ ہوئے۔ مگر حضرت علی کی آنکھون مین شدت سے آشوب تھا۔ وہ مطلق ساتھ چلنے کے لائق نہ تھے، مدینہ مین چھوڑ دئے گئے یہودی حدیبیہ کی صلح کو دباؤ کھانا سمجھے ہوئے تھے۔ قصاص کی جسارتین بڑھ گئین تھین۔ جنگ خندق سے بھاگے ہوئے گروہ۔ مدینہ سے نکالے ہوئے بنی قینقاع قریظہ کے جلے بھنے جلا وطنون کو ملا لیا۔ بنی غطفان سے مدد مانگی خیبر کے باشندون کو ابھارا۔ خیبریون نے قلعون کو مستحکم کیا۔ ۲۰ ہزار فوج قلعہ قموص مین جمع کی۔ قلعہ ناعم مین رسد کا سامان رکھا اور قلعون میں

معمولی سامان جنگ اور گنتی کے سپاہی چھوڑے، فوج اسلام منازل طے کرتی ہوئی منزل ضجبا پہونچی۔ راہ بتانے کو حسیل نام ایک اجیر کو اجرت پر ساتھ لیا۔ لشکر رسالت پہاڑ کی دشوار راہیں وادی حرصہ کے بالو طے کرتا ہوا قلعہ ناعم کے قریب آیا، ناعم والوں نے فوج اسلام پر تیر برسائے، محمود بن سلمہ نے بڑی جوانمردی سے بوچھار کو برداشت کیا، اور قلعہ کے نیچے پہونچ کر دم لیا تھک کر ذرا دیوار کے سایہ میں بیٹھے تھے کہ کنانہ بن ربیع نے قلعہ کے اوپر سے پتھر گرا دیا، وہ کچل کر شہید ہو گئے، مگر جنود اسلام نے قلعہ فتح کر لیا۔

اور رسد کے سامان پر قبضہ پایا۔ ناعم کی فتح سے قلعہ جات نطاۃ شق صعب سلالم خود بخود خالی ہو گئے، یہاں کی فوجیں قموص کے مجمع سے جا ملیں،

قلعہ قموص جس سے قلعۂ خیبر مراد ہے یہ قلعہ ایک بلند پہاڑ پر تھا، اُس وقت افواج یہود کی چھاؤنی کا صدر مقام اور نہایت مستحکم اور مضبوط بنا تھا، چاروں طرف پتھر کی چوڑی چکلی بلند دیوار تھی، دیوار پر کنگورے کنگوروں کے درمیان تیراندازی کے لئے جھانکیاں بنی تھیں، قلعہ کی عمارت تین طرف سطح زمین سے بہت بلند، اور پہاڑی نشیب و فراز کی وجہ سے نہایت محفوظ اور بے اندیشہ تھی، چوتھی جانب دیوار میں لوہے کا مضبوط اور شاندار پھاٹک نصب تھا جس پر یہودی جھنڈا ہوا سے لہریں لے رہا تھا، پھاٹک کے آگے گہری خندق پانی سے لبریز تھی سامنے ڈھالو پہاڑی دامن تھا، یہی میدان جنگ کا اکھاڑہ تھا۔ قلعہ کی جھانکیاں سامنے سے آنے والے حریف کے لئے سخت خطرناک تھیں۔ تیروں کی زد سے دشمن کو بغیر جان دئے، یا واپس جائے چارہ نہ تھا،

آنحضرتؐ نے خیبر سے ۱/۲ میل کے فاصلہ پر رجیع میں مقام فرمایا، اور

حضرت عمر کو علم دے کر قلعہ کی جانب روانہ کیا، آپ گئے مگر تیروں کی زد میں آ گئے۔ نقصان اٹھا کر واپس ہوئے، دوسرے روز حضرت ابوبکر کو علم عنایت ہوا، وہ بھی تیروں کی بوچھار سے مجبور ہو کر پلٹ آئے تیسرے روز پھر حضرت عمر کو علم برداری کا شرف ملا، آپ تشریف لے گئے اُس روز حارث مرحب کا بھائی قلعہ کا پھاٹک کھول، خندق کا پل لگا۔ میدان میں نیزہ بازوں کی جماعت سے آمادۂ پیکار ملا حارث نے آگے بڑھ کر برچھیوں سے مسلمانوں کی ضیافت کی، اوپر سے قلعہ والوں نے تیر برسائے فوج اسلام چڑھائی نہ چڑھ سکی منہ موڑ لیا۔ حارث نے نیزوں سے پیچھا کیا لشکر کو سخت ہزیمت حضرت عمر کو بہت زحمت ہوئی پڑاؤ تک بھاگوں بھاگ واپس آنا پڑا، فوج ان کو یہ فوج کو دوکھ دیتے رہے۔ آنکھوں کی تکلیف ذرا کم ہو چلی تو حضرت علی بھی رجیع جا پہونچے، جو وقت شام کو آپ پہونچے ہیں اُسی وقت اسلام کا ہزیمت خوردہ لشکر واپس آ رہا تھا حضرت علی آنکھوں کی تکلیف میں سفر کے بہت تھکے ماندے تھے آنحضرت سے مل کر اپنے خیمہ میں آرام کیا۔ لشکر واپس آ چکا تو سرداروں نے حضور رسالت میں لشکریوں کی بے دلی کی شکایت فرمائی، لشکریوں نے سرداروں پر روگردانی کا الزام لگایا، ہر نوع آنحضرت کو ان ہزیمتوں کا نہایت صدمہ ہوا، جھنجلا کر ارشاد فرمایا کہ کل میں ایسے شخص کو علم دونگا کہ جو خدا رسول کو دوست رکھتا ہے اور خدا رسول اُس کو، وہ کرار و غیر فرار ہے، اکثر سرداروں کو اِس خطاب کی بے حد ہوس ہوئی، علم کے اشتیاق، علمداری کی تمنا میں جاگ کر رات کاٹی۔ یحبہ اللہ والرسولہ کا جامہ کرار غیر فرار کا لباس

تمام شب پنے اوپر سجا سجا کر آئینۂ خیال مین دیکھتے اور شاد ہوتے رہے
صبح ہوتے ہی امیدوار سردار، سر پر آہنی مغفر، مغفر پر سنگی خود، بریں
زرہ بدن پر جوشن، بکتر، چار آئینہ، ہاتھون مین چرمی دستانے،
شانے پر کمان، پہلو مین ترکش کاندھے پر کمند۔ پشت پر ڈھال، کمر مین
خنجر۔ ڈاب مین تلوار۔ ہاتھ مین سنان۔ ہتھیارون سے اونچی بنے علم کے
سہارے درِ رسالت پر حاضر ہو گئے، آنحضرت ہاتھ مین علم لئے خیمہ سے
برآمد ہوے، امیدوارون نے جھک جھک کر مجرے کئے۔ دست بستہ
عرض کی کہ ہم جان نثار حاضر ہین، آپ نے چارون طرف نظر دوڑائی
متجسس نگاہوں سے ڈھونڈھا پوچھا علی کہاں ہیں، آپکے تشریف لانیکی
لشکریوں کو کم خبر تھی، بے خبر بول اٹھے کہ وہ تو مدینہ ہی سے نہین آئے
انکی آنکھون مین آشوب تھا، بعض نے عرض کی کہ شب کو حاضر
ہو گئے ہین، اپنے خیمہ مین موجود ہین، سفر کے تھکے ہین۔ آنکھون مین
قدرے تکلیف باقی ہے۔ انحضرت نے سلمی بن الاکوع کو حکم دیا کہ جاؤ،
علی کو لے آؤ۔ سلمی گئے علی کو لے آئے، آپکی آنکھین بفضلہ بہتر ہو ری
تھین، آنحضرت نے پاس بلایا۔ علم عطا فرمایا اپنے دست مبارک سے
ذوالفقار حمائل کی، قلعہ خیبر پر حملے کی اجازت دی امیدوارون نے
اکل کے خطاب کو آج کے دن علی پر مزیب پایا، منہ لٹکا کر پیچھے ہٹے
حضرت علی نے علم لیا۔ تسلیم کو سر خم کیا، ادب سے پچھلے پیرون ہٹ کر
آگے بڑھے، فوج کا جائزہ لیا۔ ۵۰۰ سوار ایک ہزار پیدل ساتھ لئے
ترتیب سے درست فرما کر روانہ ہوے، تیرون کی زد پر پہونچ کر پیدلین
کو تا حکم ثانی وہین روک دیا، سوارون کو رکاب مین لیا، ایک ساتھ

باگین اُٹھا دین دم کے دم مین تیرون کی زد سے بچ کر قلعہ کی فصیل کے نیچے خندق کے اوپر جا پہونچے۔ پھاٹک کے مقابل میدان مین لوائے اسلام کو نصب کیا، علم کا پرچم کھولدیا۔ اُدھر قلعہ کا پھاٹک کھلا، خندق کا پل لگایا گیا۔ حارث باہر نکلا آپ نے حارث کو خندق پار آتے دیکھا، اپنی فوج کو پہلو مین لگایا، حارث کو میدان دیدیا، حارث خندق پار آکر مقابل میں صف آرا ہوا۔ وہ گزشتہ فتحیابیون پر اِترایا ہوا تھا۔ اُسے گھمنڈ تھا کہ اکیلا میں تمام فوج اسلام کو کافی ہون، گھوڑے کو ایڑ دے کر آگے بڑھا، مقابلہ کو مبارز طلب کیا۔ اسکے نیزے کی سنان بہت نگین تھی، خود بھی بھاری بھرکم۔ تن آور۔ چالاک دست تھا، فوج اسلام سے باری باری تین کارآزما مقابل ہوے اس کے نیزے سے چھد کر نذرِ اجل ہوے، حضرت علی نے پھر کسی کو بڑھنے کی اجازت نہ دی اور خود مقابلہ کو بڑھے۔ اُس وقت سوائے ذوالفقار کوئی اور ہتھیار یا سامان جنگ زیب تن نہ تھا، بعض سردارون نے ہر چند روکا، مگر آپنے نہ مانا۔ حارث نیزہ ہلاتا، انیان بتاتا رہا، حضرت علی کو آتے دیکھا بھالا سنبھالا، انی کا رُخ علی پر ڈالا۔ بہت تیز گھوڑا چھوڑا، آپ پہلو خالی دے کر نیزے کی زد کو بچا گئے۔ اور پیچھے گھوڑا بڑھاکر تلوار ماری کہ حارث کا دہنا ہاتھ شانے سے جدا ہو کر مع نیزہ زمین پر گرا وہ چاہتا تھا کہ پلٹون مگر موت نے خاتمہ کر دیا، ساتھ کا رسالہ دم بخود کھڑا رہا، آپ منتظر رہے۔ مگر کوئی مقابلہ کو نہ نکلا۔ رسالہ کے سوارون نے دوڑ کر مرحب کو قتلِ حارث کی اطلاع کی وہ بھائی کی مُنانی پاکر خون کے جوش مین ازخود رفتہ ہو گیا۔ مسلح تو پہلے ہی سے تھا مگر حضرت علی کے ہاتھ کی کاٹ سُن کر دوہری زرہ پہن لی

پھاٹک کھول باہر آیا مرحب طبیعت کا سخت ناہموار، خلقت کا جنگ جو اور خون خوار تھا، ادل تو بہت بالاقامت، ذی الجثہ، الجیم شحیم تن آور جوان تھا، دوہری ذرہ سے اور بھی بھلامانس بنا حضرت علی اپنی صف سے آگے بڑھے ہوئے منتظر کھڑے تھے، مرحب نے خندق کے پل ہی سے حضرت علی پر غیظ کی نظریں ڈالیں تلوار میان سے کھینچ گھوڑے کو سرپٹ چھوڑا۔ قریب پہونچ کر حضرت علی پر تلوار ماری۔ آپ نے وار تلوار پر روکا مرحب کا مرکب رو میں آگے دوڑ گیا، آپ نے پیچھے گھوڑا دوڑا کر پشت کیجانب اس قوت سے دوش پر ہاتھ مارا کہ ذوالفقار نے شانہ صدر۔ کمر کاٹ کر قربوس زین پر دم لیا۔ مرحب دو ہو کر زمین پر گرا، بعض لکھتے ہیں

کہ سر پر تلوار ماری کہ خود، مغفر، کاسۂ سر کاٹتی دانتوں تک اتر آئی۔

مرحب کے مرتے ہی حارث کی فوج قلعہ کے اندر واپس بھاگی، ہلا چلی میں خندق کا پل نہ ہٹا سکے، پھاٹک بند کر لیا، آپ نے گھوڑا بڑھا کر پل پر قبضہ فرمایا۔ پیچھے رکے ہوئے پیدل فوج کو آگے بڑھ آنے کا حکم دیا۔

جب پیدل آگئے آپ بھی گھوڑے سے اتر پڑے۔ ساتھ کے سواروں کو پل پر روکدیا، پیدلوں کو ساتھ لیا، قلعہ کا پھاٹک توڑا۔ اندر داخل ہوئے۔ قلعہ والے سد راہ ہوئے خوب گھمسان کی جنگ ہوئی، سوار بھی امداد کو اندر داخل ہو گئے، دیر تک لوہے سے لوہا بجتا رہا، تلوار سے تلوار کھنکتی رہی دوران جنگ میں داؤد ابن قابوس بکری اور ضبیح حضرت علی سے مقابل ہوئے اور مارے گئے۔ ان کے مرنے پر ربیع بن ابی الحقیق قلعہ خیبر

کا امیر سامنے آیا - وہ بھی راہی عدم ہوا قلعہ والون نے اُسکے بھائی کنانہ بن ابی الحقیق کو امیر بنایا - عنتر اُس کا بہادر رفیق - جنگ آزما طاقتدار گران ڈیل جوان - یہودیون کا سردار تھا، اپنے یوبانے مالک نے بادشاہ کا اشارہ پاکر جان نثاری کے جوش مین بڑھا، تخت امارت کو بوسہ دیا، شاہانہ پُرچک شجاعت کے بل پر علی سے مقابل ہوا، عنتر کو حضرت علی کے سامنے دست بقبضہ دیکھ کر طرفین کے سپاہی لڑتے تھم گئے، چارون طرف سے احاطہ گھیر کر بیچ مین میدان دیدیا، عنتر غرور سے اینٹھتا نشہُ شجاعت مین جھومتا، زور بل پر اتراتا آگے بڑھا، آپ نے فرمایا عنتر خدا کو مانتا ہے تو محمد کی ہدایت سے لاشریک بھی مان لے، بیکار کاہے کو روزِ بد دیکھنا پڑے - عنتر کو قوت کا گھمنڈ، سپہ گری کا زعم تھا، جواب مین تلوار ماری آپنے وار خالی دیا اور کمر پر ہاتھ مارا کہ ذوالفقار پہلو کی پسلیان، ریڑھ کی ہڈیان کاٹتی دوسری طرف نکل آئی، دوبت دشمن نے بے ساختہ واہ واہ کی جوش مین آکر مرہ ابن مردان دارمی بڑھا، اور قتل ہو کر عنتر کے پہلو مین لیٹ گیا - پھر یاسر خیبری مقابل ہوا - وہ بھی سزا کو پہونچا، اس جنگ مین حضرت علی کے ہاتھ سے حارث - مرحب - داؤد - ضجیج - ربیع - عنتر اور مرہ - پھر یاسر جسکے دست وبازو کی قوت پر قلعہ خیبر تھما ہوا تھا، مارے گئے - باقی لشکر نے لڑائی سے ہار کر ہتھیار ڈالدے - ۲۰ دن تک خیبر کا محاصرہ رہا - ۹۳ یہود، ۱۵ مسلمان کام آئے - مسلمانون کو مال غنیمت بے شمار ہاتھ لگا - ام المومنین جناب صفیہ اسی جنگ مین گرفتار آئین - حضور رسالت سے آزاد ہو کر داخل ازواج ہوئین - حضرت علی علم ظفر پیکر کے سایہ مین رجیع کو مراجعت فرما ہوے - آنحضرت نے خیمہ سے نکل کر استقبال کیا - مسرت سے بغل گیر ہوے

پیشانی پر بوسہ دیا۔ شادان و فرحان۔ مظفر و منصور مدینہ منورہ واپس تشریف لائے مشرکین قریش کے جنگی منصوبے معرکہ خندق سے ڈھیلے پڑ چکے تھے۔ خیبر کی فتح سنکر رہے سہے ارمانے پست ہو گئے۔

۸ھ میں آنحضرت نے مکہ پر یلغار فرمائی۔ مگر بجز بعض صحابہ کسی پر ارادے کو ظاہر نہیں کیا۔ حاتب بن بتبعہ صحابی نے اپنی لونڈی سارہ کے ہاتھوں اس راز کی اطلاع ابوسفیان کو خفیہ بھیجی، حضرت علی کو پتہ چل گیا، راستہ سے لونڈی کو پکڑ لائے اُسکی چوٹی کے موباف سے حاتب کا خط برآمد کیا۔ مشرکین کو اطلاع ہونے نہ پائی کہ آنحضرت بیس ہزار فوج کے جلال و شوکت سے اچانک جا پہونچے۔ مشرکین یہ جبروت دیکھکر ہکا بکا رہ گئے۔ اتنا دم کہاں تھا کہ روکتے یا ٹوکتے۔ مجبوراً ابوسفیان، خالد ابن ولید وغیرہ معارف مکہ کو سطوت اسلام کے سامنے سر جھکانا پڑا۔ اور قہراً جبراً اسلام لائے، آنحضرت نے بے کھٹکے خانہ کعبہ کے بتون کو توڑا۔ جنگ کے دیوتا ہبل کا بڑا بت ذرا بلندی پر تھا آپ نے علی کو اپنے دوش مبارک پر چڑھا کر اُن کے ہاتھون گروا دیا، سنگی بت آہنی مورتین خانہ کعبہ سے نکال باہر کین۔ مکہ کی اس خداداد فتح سے اسلام کی تعداد بہت بڑھ گئی مگر منافقین کے شمار مین بھی اضافہ ہو گیا، ابتک علی کے جہد بالاسلام کارنامون کو بعض لوگ رشک سے دیکھتے تھے۔ اب حسد سے دیکھنے والے بیحد ہو گئے۔ مکہ میں اسلام گھر گھر پھیل چلا مصلحتاً اطراف مکہ میں تبلیغ اسلام کو تازہ مسلمان تعنات ہوئے ازان جملہ خالد ابن ولید بھی بنی خزیمہ کی جانب بھیجے گئے۔ یہان کے لوگون سے اُن کو باپ مارے کا بیر تھا،

خالد نے پہلے اُن سے ہتھیار رکھالئے۔ پھر شانون پر ہاتھ بندھوائے۔ وہ ہرچند چلاتے رہے کہ ہم مسلمان ہین۔ نماز پڑھتے ہین۔ روزے رکھتے ہین۔ جمعہ جماعت کے پابند ہین زکوٰۃ دیتے ہین۔ صدقات ادا کرتے ہین۔ ماننے والے بات کان دھر سنتے ہین خالد کو اپنے مرے باپ مقتول چچا کا بدلا لینا تھا ایک سماعت نہ کی۔ پوری جماعت کو تہ تیغ کیا۔ آنحضرت کو اطلاع ہوئی سخت صدمہ کیا۔ حضرت علی کے ہاتھون اُن سب کا خون بہا ادا کیا اور خالد کے اِس فعل سے بیزاری اور کراہت کا اظہار فرمایا آنحضرت ابھی مکہ مین تشریف فرما تھے کہ بنی ثقیف اور ہوازن کے لوگ اپنے دیوتا دن کی بُری گت اور خانۂ کعبہ سے سیکڑون خداؤن کی بیدخلی۔ خداے واحد کا عملہ دخلہ سنکر فساد پر آمادہ ہو گئے۔ بنی نصر اور بنی ہلال کو ملا لیا۔ ۲۰ ہزار کے مجمع سے مکہ پر چڑھائی کی۔ مالک ابن عوف۔ دولت۔ شجاعت۔ قوت۔ فنون جنگ کی واقفیت سے سب کا سردار بنا۔ ادھر آنحضرت بھی بارہ ہزار فوج کی جلالت سے اُن کی مدافعت کو بڑھے۔ مالک کو جاسوسون سے سُراغ مل گیا کہ آپ حنین کے راستے ہوازن کو آرہے ہین حنین عرفات کے پیچھے مکہ سے دس میل پر ایک پہاڑی وادی ہے جو شام کے قافلون کی گذرگاہ ہے وادی کے دونون جانب مسلسل اونچے نیچی پہاڑیان ہین یہ وادی ان سب پہاڑیون کا مشترکہ دامن ہے۔ اور مشہور غزوہ حنین کا رزمگاہ ہے۔ مالک نے پہلے ہی حنین پہونچ کر ساتھ کے ناوک اندازون کو اطمینان سے دونو جانب کی پہاڑیون پر چڑھادیا۔ وہ چوٹیوں میں چھپ بیٹھے پیدل سپاہی جابجا دامن کوہ مین دبک گئے۔

سواروں نے پہاڑی جھاڑیوں کی آڑ پکڑی لشکر اسلام رات رہے کا چلا ہوا نور کے تڑکے حنین کی وادی میں پہونچا۔ رفع ضروریات اور ادائے فرائض کو ذرا ٹھہرا۔ ہتھیار رکھے بار اتارے دم لینا تو درکنار راہ کی گرد بھی نہ جھاڑی تھی کہ دونو جانب کی پہاڑیوں سے سفر کے تھکے ماندے لشکریوں پر تیروں کا مینھ برسنے لگا۔ تیروں کی بوچھار نے جماعت اسلام میں ہل چل ڈالدی۔ سب کے سب اس ناگہانی آفت یا پیغام قضا کو اپنے سروں پر پاکر سراسیمہ ہوگئے۔ قدم ٹکانے کا کہیں ٹھکانا نہ ملا۔ استقلال ہاتھ سے جاتا رہا آئے حواس گم ہوگئے۔ مشاہیر اسلام اور محافظان رسالت جو آنحضرت کو ایک دم کے لئے تنہا نہ چھوڑتے تھے، بے تحاشہ بھاگتے نظر آئے۔ قوی الایمان اضطراب میں ادھر اُدھر جائے مفر ڈھونڈتے پھرتے تھے۔ ضعیف الایمان تو سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے۔ اور مکہ کی سیدھ باندھی سارے لشکر میں بھگدڑ پڑگئی۔ آنحضرت ایک پہاڑی کے نیچے جو اپنی بلندی کی وجہ سے تیروں کی زد سے بچی ہوئی تھی۔ ابن مسعود اور چند بنی ہاشم سے کھڑے ہو گئے۔ حضرت عباس آپ کے چچا نہایت قوی الصوت تھے۔ بلند آواز اور دونو ہاتھوں کے اشارے سے اپنی طرف بُلاتے رہے۔ مگر گھبراہٹ میں دل ٹھکانے ہو تو کچھ سمجھ میں آوے۔ حواس بجا ہوں تو کچھ سنائی دے باختہ حواسوں نے ایک ساعت نہ کی اور بھاگتے چلے گئے۔ مکہ کے تازہ مسلمانوں کے خیالات بدل گئے، بداعتقادی سے ادھر اُدھر کی بے تکیاں ہانکتے ہوئے بھاگے۔ جب تمام لشکر منتشر ہوگیا۔ تو شجاعان عرب کا سرمایۂ ناز اور مشہور نبرد آزما ابو جردل تھوڑے سوار

لیکر ایک پہاڑ کی آڑ سے نکلا۔ اور آنحضرت کو محاصرہ میں گھیر لینا چاہا۔
حضرت علی نے بڑھ کر ابو جردل کو روکا۔ تلوار چلنے لگی۔ دیر تک رد و بدل رہی
بالآخر حضرت علی نے بائیں شانے پر تلوار ماری کہ دہنے پہلو سے نکل گئی
ترچھی کاٹ، مشاق ہاتھ کی داد دشمن نے تمنا کی۔ سردار کے قتل
سے لشکریوں نے حملہ کر دیا۔ اس عرصہ میں منتشر مسلمان بھی کچھ سمٹ آئے تھے
باہم جنگ مغلوبہ ہوا کی۔ تلوار سے تلوار کھنکا کی۔ ۷۰ مشرک ۱۵ مسلمان کھیت رہے
باقی مشرک ایسے بھاگے کہ بھاگتے دکھائی بھی نہ دیئے۔ آنحضرت نے
تعاقب میں طائف پہونچ کر قلعہ کو گھیر لیا۔ محاصرہ میں طول دیکھا۔ تو
حضرت علی کو اطراف ثقیف کے بُت خانوں کے انہدام اور مشرکین میں تبلیغ اسلام
کو روانہ کیا۔ قبیلہ بنی خشم سدراہ ہوا اُن کا نامدار سردار شہاب حضرت علی کے ہاتھ
سے مارا گیا۔ آپ نے تمام بت خانے منہدم کر دیئے۔ اور دعوت اسلام میں کامیاب ہو کے
واپس آنے پر حضرت علی سے آنحضرت نے بہت دیر تک راز کی باتیں کیں۔ اادھر
کے رُخ بدلنے والوں کو بہت کھلا۔ مگر نہ کھلا کہ راز کیا تھا، حاسدوں نے
آپس میں کھچڑیاں پکائیں۔ طرح طرح کے منصوبے گانٹھے، چین نہ پڑا تو
رو برو اعتراض کیا۔ آنحضرت نے فرمایا خدا کا حکم یوہیں تھا۔ مرضئ مولا
از ہمہ اولا۔ القصہ محاصرے سے قوم ہوازن اور ثقیف پر پورا قابو ہو گیا!
چھ ہزار آدمی گرفتار ہوے۔ مال غنیمت جو ہاتھ لگا وہیں فوج پر تقسیم کر دیا گیا
مہاجر و انصار نے اُتنا ہی پایا جتنا پاتے تھے۔ مگر تازہ مسلمانوں پر تالیف قلوب
کے لئے زیادہ مہربانی کیگئی۔ یہ بات اکثر صحابہ کو ناگوار ہوئی۔ عباس بن مرداس
اسلمی نے شکایت میں کچھ اشعار نظم کئے۔ ساتھ والوں کو سُنائے۔ آپ کے

گوش مبارک تک پہونچے تو حضرت علی کو حکم دیا کہ عباس کی زبان کاٹ دو۔ حضرت علی نے عباس کا بازو تھاما۔ اور پکڑنے چلے۔ وہ ڈرا کہ اب زبان قطع ہوئی ذخیرہ غنیمت مین پہونچ کر سو اونٹ نکال کر عباس کو دئے کہ جائے جا۔ آج سے تیرا شمار کچے مسلمانوں میں ہے۔ اس نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ قوی الایمان کو وہی دیا گیا ہے جو اُن کا حق ہے۔ تالیف قلوب کے لئے زیادہ انہیں کو ملا ہے جن کا ایمان ابھی ڈھیلا ڈھالا ہے۔ عباس نے وہ سو اونٹ واپس دئے اور اپنے حصہ کے چار اونٹ لیکر چلا آیا اور زبان شکایت کو منقطع کر دیا۔

غزوہ تبوک آنحضرت نے شام کے عیسائی بادشاہ ہرقل کو دعوت اسلام کا نامہ لکھا اور زید کے ہاتھوں روانہ کیا۔ خبر مچ گیا کہ ہرقل نے ایلچی کو قتل کر ڈالا اور اسلام سے جنگ کی تیاریاں کی ہین۔ آنحضرت بھی لشکر مرتب فرما کر مقابلہ کے لئے تبوک روانہ ہوے۔ مدینہ میں حضرت علی کو اپنا قائم مقام بنا کر چھوڑتے گئے۔ لوگوں نے چرچے کئے کہ آنحضرت آج کل علی سے کچھ آزردہ خاطر ہیں جو ساتھ نہین لے گئے۔ حضرت علی نے سُنا تو آن حضرت کی خدمت مین جرف کے مقام پہونچے اور ان بیہودہ سرائیوں کی شکایت کی آنحضرت نے فرمایا ایسی لغو باتوں کا اثر نہ لو۔ عرض کیا۔ آ تو گیا ہوں اجازت ہو تو ہمراہ چلوں۔ آپ نے فرمایا اے علی تم میرے لئے ایسے ہو جیسے موسی کے لئے ہارون تھے۔ ہاں میرے بعد نبوت نہین ہے[۱]۔ تم میرے قائم مقام ہو۔ واپس جاؤ کہ مدینہ منتظم سے خالی ہے۔ حضرت علی پلٹ آئے۔ شام کی افواہ

[۱] واخرج النسائی عن سعد قال خرج رسول اللہ صلعم فی غزوہ تبوک وخلف علیا فقال اتخلفنی فقال اما ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسی الا انہ لا نبی بعدی

اُسوقت غلط نکلی۔ آنحضرت بھی تبوک تک پہونچ کر واپس ہوے۔

فتح مکہ کے بعد پہلے سال آنحضرت نے مشرکین کو حج کی ممانعت نہیں کی۔ مگر حضرت ابوبکر کو حکم دیا کہ جاؤ حجاج کو احکام حج (سورہ برات) سے مطلع کردو اعلان کردینا کہ آئندہ سال سے کوئی شخص بغیر اسلام لائے حج نہ کرنے پائے گا۔

حضرت ابوبکر کی روانگی سے تین دن بعد حضرت علی کو حکم دیا کہ میرے ناقہ عضبا پر دوسری منزل جاؤ اور احکام کو ابوبکر سے واپس لیکر تم خود تبلیغ کرنا حضرت علی نے راستہ ہی میں آیات تبلیغ حضرت ابوبکر سے واپس لئے۔ اور مجمع حجاج میں پہونچ کر احکام کی پرزور تبلیغ فرمائی۔ حضرت ابوبکر محزون خاطر ہوکر واپس آئے۔ آنحضرت سے اپنی معزولی کی شکایت کی۔ اور حضرت علی کی ماموری کی حکایت پوچھی آپ نے فرمایا۔ بحکم خداوندی تبلیغ احکام وحی بجز میرے اور میرے عترت کے دوسرے کا کام نہیں ہے۔ علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں[۱]

سریہ وادی رمل قبیلہ بنی رملہ کی مختصر جماعت مدینہ کے ملے ہوے پہاڑوں پر عرصہ سے چھاؤنی چھائے پڑی تھی۔ لوٹ مار انکا پیشہ تھا مدینہ کے باشندے اُن کی دست بردسے نالاں تھے۔ آنحضرت نے حضرت ابوبکر کو انکی گرفتاری کے لئے بھیجا حضرت ابوبکر تشریف لیگئے۔ بنی رملہ ہٹ کر گھاٹیوں میں جب چھپے آپ سمجھے کہ وہ لوگ مقام چھوڑ کر چلے گئے۔ مطمئن ہوکر کمریں کھول دیں۔ رات کے پہرہ داروں پر غفلت نے اپنی تیرہ و تار چادر لاکر ڈالدی۔ بنی رملہ کو شب خون کا موقع مل گیا۔ حضرت ابوبکر زحمت اُٹھاکر مراجعت فرما ہوے۔

دوسری مرتبہ حضرت عمر تشریف لیگئے۔ وہ بھی ادھر اُدھر ڈھونڈ ڈھانڈ کر واپس

[۱] عن جبش بن جنادہ قال رسول اللہ صلعم لایودی عنی الا انا او علی نسائی و ترمذی

آئے۔ تیسری بار عمر عاص گئے شب خون میں لہو لہان ہوئے۔ آخر کار
حضرت علی کو حکم دیا۔ آپ نے مدینہ کے سامنے کا راستہ چھوڑ دیا۔ پشت کی جانب
پہاڑ پر چڑھنا چاہا۔ ساتھ کے منافقوں نے ہر چند مخالفت کی آپ ایک کی سماعت نہ کی
پہاڑ پر چڑھے۔ کھنڈوں میں اترے۔ اُتار چڑھاؤ کی سختیاں جھیلیں۔
جھاڑیوں کے جھاڑ جھنکار کاٹے۔ پہاڑی راہوں کے اینچ پینچ قطع کئے اچانک پہنچکر
کمینگاہ کو گھیر لیا۔ قزاقوں کو گرفتار کر لائے وہ سیکڑوں خداؤں کے بندے تھے
شرک کو چھوڑ خدائے واحد پر ایمان لائے اسی سال حضرت علی سخت علیل ہو گئے
تمام صحابہ عیادت کو آئے حضرت عمر نے فرمایا ان کا جانبر ہونا محال ہے۔
آنحضرت نے فرمایا یہ ہر گز نہیں مر سکتے تا وقتیکہ غیض و غضب سے پُر ہو جائیں۔
واقعہ مباہلہ سنہ ۹ھ اسی سال ۲۴ ذی الحجہ کو بنی نجران سے مباہلہ
ہوتے ہوتے رہ گیا۔ مباہلہ عربوں کا اعتقادی حلف یا بد دعا ہے جس سے
جھوٹے کو نقصان پہونچا کرتا ہے۔ اشراف بنی نجران کی طرف سے چودہ
اہل فہم کا وفد آیا جیس۔ ابو عامر۔ اسید۔ ابو الحارث۔ کرز۔ چار عیسائی عالم تھے
آنحضرت سے معلومات پر مناظرہ ہوا انھوں نے حضرت عیسی کی بابت سوال کیا
آپ نے جواب دیا جس طرح آدم کی خلقت پر خدا قادر تھا اسی طرح عیسی
کی نوعیت پر جب وہ لوگ سر بر نہوئے تو مباہلہ کی ٹھہری۔ آنحضرت ایک ہی
چادر میں حضرت علی و فاطمہ و حسنین کو لے کر مباہلہ کو تیار ہوئے۔ فرمایا یہی
میرے اہلبیت ہیں۔ انھیں میں مباہلہ کا انحصار ہے۔ وہ لوگ بد دعا سے
ڈرے: مباہلہ سے حذر کیا۔ اور یوں صلح کر لی کہ مذہب نہ بدلیں گے
مگر جزیہ میں سالانہ ہزار حلّے یا فی حلہ ۴۰ درم نقد ادا کیا کریں گے

اور جنگی مصارف کے لئے ضرورت کے وقت ۳۰ گھوڑے ۳۰۔ اونٹ ۳۰ نیزے ۳۰ زرہیں مستعار دینگے۔ جس کے معاوضہ میں مسلمان اُنکی جان و مال کی حفاظت دشمنوں سے کرتے رہینگے۔

سریہ بنی زبید مدینہ سے پچھم جانب تھوڑے فاصلہ پر بنی زبید آباد تھے۔ عمر معدی کرب اُن کے رئیس تھے واقعہ مباہلہ کے بعد حضور رسالت میں حاضر ہوکر اسلام لائے تھے ایک روز ان کو راہ میں ابن اشعث خشعمی ملا جس کے باپ نے ان کے باپ کو مار ڈالا تھا۔ عمر معدی کرب بڑے سرہنگ تھے اپنے باپ کے خون کا قصاص قاتل کے بیٹے سے لینا چاہا دونو لڑتے جھگڑتے آنحضرت کے حضور میں حاضر ہوے۔ آپ نے فرمایا اسلام لانے کے بعد ایام جاہلیت کے خون کا قصاص نہیں ہوسکتا۔ عمر معدی کرب کو آنحضرت کا فیصلہ ناگوار گزرا بدظن ہوکر مرتد ہو گئے اور جاکر تمام قبیلہ حارث ابن کعب کو بے گناہ قتل کر ڈالا۔ آنحضرت کو خلاف گزرا حضرت علی کو بنی زبید کی گوشمالی کا حکم دیا۔ حضرت علی تشریف لے گئے۔ عمر معدی کرب بڑے تنومند مشہور قوت دار و شجاع تھے۔ فوج اسلام سے مقابلہ کو تیار ہو گئے مگر حضرت علی کو مقابل پاکر کھسک گئے۔ اُنکا قبیلہ بھی بھاگ کھڑا ہوا۔ حضرت علی کچھ آدمیوں کو گرفتار کرکے واپس تشریف لائے۔

اسلام یمن فتح مکہ کے بعد اہل یمن کی تلقین کو خالد ابن ولید تشریف لے گئے۔ بے نیل مقصود واپس آئے۔ اسوقت یمن کی تمام بستیوں میں زیادہ تر قبیلہ ہمدان کے یہودی آباد تھے۔ جا بجا تھوڑے بہت عیسائیوں کی بھی آبادی مخلوط تھی۔ مگر دونو فرقون مین فضلا اور کملا کا مجمع تھا۔ حصول معلومات کے بڑے چرچے تھے۔ آنحضرت نے حضرت علی کو ۳۰۰ قابل اور لائق مہاجر و انصار

کے ساتھ رمضان سنہ ۱۰ھ مین یمن روانہ فرمایا۔ اور ہدایت فرمائی کہ یمن تلوار کا محل نہین ہے زبان سے کام نکالنا۔ حضرت علی پہلے قبیلہ ہمدان کے تعلیم یافتہ سمجھ دارون سے ملے۔ آپ کے گرد طالبان تحقیق اور اہل فہم کا مجمع ہوا۔ عیسائیون کے سر برآوردہ اور محقق عالم کعب لاحبار بھی شریک صحبت تھے۔ آپ نے اس جماعت کو نہایت فصیح و بلیغ خطبے سے اسلام کی دعوت دی۔ کعب نہایت ادیب اور نکتہ رس تھے آپکی فصاحت اور معانی خیز نکات پر لہلوٹ ہو گئے۔ پہلے ہی جلسہ مین آپ نے حسن بیان کی تاثیر سے قبیلہ ہمدان کو مسخر کرلیا۔ کعب بھی خدا کی وحدانیت اور آنحضرت کی ہدایت کے مقر ہو گئے۔ اسلام کا چلن چل نکلا۔ پھر تو حضرت علی کے ساتھیون نے اطراف یمن مین پھیل کر تھوڑے ہی عرصہ مین تمام اہل یمن کو اپنے مواعظ سے مسلمان کرلیا۔ حضرت علی نے اس کامیابی کی تہنیت حضور رسالت مین لکھ بھیجی۔ آنحضرت نے جواب مین قبیلہ ہمدان اور کعب لاحبار پر سلام بھیجا۔ اور حضرت علی کو لکھا کہ مین ایک لاکھ چالیس ہزار حجاج سے حج کو جارہا ہون، تم بھی آکر میرے ساتھ حج مین شریک ہو۔ حضرت علی اس وقت مکہ پہونچے جب کہ آپ حکم جاری فرمارہے تھے کہ جو ہدی [۵۱] ساتھ نہ لایا ہو۔ احرام سے نکل جائے۔ مگر عزیز قریب ہدی مین شریک ہو سکتا ہے بشرطیکہ اس کی نیت بھی واحد ہو۔ حضرت علی ہدی ساتھ نہ رکھتے تھے آنحضرت نے پوچھا کہ علی تم نے کیا نیت کی ہے۔ عرض کی آپ کی نیت کے تابع۔ آنحضرت نے اپنے ہدی مین علی کو شریک فرما لیا۔ حج سے

۵۱؎ قربانی کا جانور

فارغ ہو کر ڈیڑ لاکھ حجاج کے مجمع سے مدینہ کی جانب مراجعت فرما ہوئے
۱۸ ذی الحجہ سنہ ۱۰ھ کو کہ سنہ عیسوی اُسوقت ۶۳۰ تھا دور شمسی کا نیا روز یعنی
مارچ مہینے کی ۲۱ تاریخ تھی دو گھڑی دن چڑھ چکا تھا آنحضرت مع قافلۂ حجاج
حوالی جحفہ مین غدیر خم کے مقام پر پہونچے۔ دفعۃً ٹھہر گئے۔ نقیبون کو حکم دیا
کہ مجمع جو آگے بڑھ گیا ہے اُسے روک کر پلٹاؤ۔ جو لوگ آرہے ہین وہ جلدی
آگے بڑھ آئین۔ پڑاؤ صاف کیا گیا۔ خیمے برپا ہوئے۔ تمام مجمع سمٹ آیا
دوپہر کے قریب خاص تحویل آفتاب کے وقت آپنے ایک بلند مقام پر
کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا کہ بارگاہ عزت کا فرمان ہے کہ پہونچا دو اُس حکم
کو جو کچھ کہ تم پر تمھارے رب کی طرف سے ہے۔ ورنہ کوئی کام رسالت کا
کیا ہی نہین۔ ایہا الناس کیا مین تمھارا مولیٰ ہون؟ سب نے عرض کیا
بے شک آپ ہمارے مولا ہین۔ آنحضرت نے حضرت علی کا بازو تھام کر فرمایا
جس کا مین مولا ہون اُس کا مولا علی بھی ہے۔ خدایا دوست رکھنا اُس کو
جو دوست رکھے علی کو اور دشمن رکھ اُس کو جو دشمن ہو علی کا پھر دیگر محامد و
محاسنِ علی کو صراحت سے بیان فرمایا۔ تمام اصحاب نے اظہار مسرت مین علی
سے معانقہ کیا۔ آپس مین ایک دوسرے گلے ملے۔ حضرت عمر نے بھی
رسم تہنیت ادا کی کہ مبارک ہو تم کو اے فرزند ابوطالب۔ آج سے تم ہر مومن اور
مومنہ کے مولا ہوئے۔ آنحضرت کے حکم سے مخدرات عصمت نے حضرت علی کو
خیمون مین بلا کر مبارکباد دی۔ بنی ہاشم اور اکثر موافق اصحاب نے تو
خاص طور سے خوشی منائی جس کا رواج دسترخوان کے نام سے اب تک
عین تحویل آفتاب کے وقت اُن کے طرفدارون مین چلا آتا ہے۔ اسی روز
یہ بھی ارشاد فرمایا کہ حق سبحانہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ آج کے دن دین اسلام

کامل ہو گیا۔ اب نزول وحی نہو گا۔ نعمتین اتمام کو۔ ایام حیات اختتام کو پہونچ گئے۔ مین تمہارے درمیان دو گرانقدر یادگارین چھوڑے جاتا ہون سمجھنے کو کتاب اللہ سمجھانے کو اپنی عترت۔ ان سے تمسک رکھو گے تو میرے بعد گمراہ نہ ہوگے لوگ سمجھ گئے کہ دین کی تکمیل ہو چکی۔ ولیعہد کا تعین بھی ہو گیا۔ اب حیات رسالت کا آخری دور ہے چلتے چلاتے یہ وصیت ہے جب مدینہ پہونچے تو معلوم ہوا کہ آپ کے ایلچی زید بن حارثہ کو سلطان روم نے بے وجہ قتل کر ڈالا ہے۔ سنہ ۱۱ھ ماہ صفر کے شروع مین آپ نے اپنے دست مبارک سے ایک علم تیار کیا۔ اور زید کے نوجوان صاحبزادے اسامہ کو عطا فرمایا کہ روم جاؤ۔ اپنے باپ کا قصاص لو۔ تمام اعیان و اصحاب کو بجز ولیعہد اسامہ کی ماتحتی مین جانے کا حکم دیا۔ مگر طبع مبارک ناساز ہو چکی تھی۔ سُن گُن لینے والے اتمام نعمت کا نوٹس سُن چکے تھے۔ اختتام حیات کا یقین ہو چکا تھا۔ گھڑی گھڑی کی خبر ملتی رہتی تھی۔ کیونکہ صحابہ کبار کی بیٹیاں گھر مین خبر گیران تھین۔ حضرت ابوبکر کی جگر گوشہ جناب عائشہ۔ حضرت عمر کی نور دیدہ حضرت حفصہ حضرت عثمان کی جانب سے ابوسفیان کی صاحبزادی اُم حبیبہ خیریت رسان تھین۔ بمقتضائے مصلحت اس موقع پر ہٹنا مناسب نہ جانا۔ اور آخری نتائج کو دوسرون کے لئے چھوڑ دینا گوارہ نہین کیا۔ آنحضرت کو اطلاع ہوئی اُسی تکلیف کے عالم مین سر مین پٹی باندھے حضرات علی و عباس

کے سہارے باہر تشریف لائے۔ منبر پر تشریف لے گئے۔ فرمایا۔ جو جیش اُسامہ مین جانے سے تساہل اور تخالف کرے گا۔ وہ خدا کے نزدیک ملعون ہو گا۔ نافرمانون نے سمجھ رکھا تھا کہ فرمانروا سے دارالامارت بہت جلد خالی ہوا چاہتی ہے۔ تخت گاہ سے ولیعہد کے سوا سب ہٹائے جا رہے ہین۔ علالت طول پکڑ چکی ہے۔ آزردہ خاطری کا اثر اب دو چار روز سے زیادہ نہین رہ سکتا تھوڑی دیر کی بے بقا خفگی ہے برداشت کر لی نہ جانا تھے نہ گئے،

واقعۂ قرطاس رحلت کے چار روز باقی تھے آپ نے فرمایا بلاؤ میرے حبیب کو جناب عائشہ نے حضرت ابوبکر کو بلایا آنحضرت نے سر اٹھا کر دیکھا اور پھر سر کو تکیہ پر رکھ لیا جناب حفصہ نے حضرت عمر کو بلا بھیجا ان کو بھی دیکھکر آنکھ بند کر لی جناب عائشہ نے فرمایا مین سمجھ گئی سوا علی کے کسی کو نہین چاہتے۔ وہ کسی کام سے گئے ہوے تھے۔ آنحضرت نے موجودہ مجمع سے تکمیل ہدایت کو سامان کتابت مانگا، حضرت عمر نے منع کیا کہ بخار کی شدت مین ہذیان کی بات ہے کاغذ قلم دوات لانے کی ضرورت نہین ہے ہمارے لئے کتاب اللہ کافی ہے کوئی لانا چاہتا تھا، کوئی روکتا تھا باہمی اختلاف مین شور و غل مچا آنحضرت نے جھنجلا کر سب کو اپنے پاس سے اُٹھا دیا۔

جب حضرت علی آئے تو اُن کو پاس بلا کر اپنی چادر مین لے لیا۔ اور کچھ باتین کین۔ جس کی خبر آج تک کانون کان کسی کو نہین ہے پھر سب کے ظاہر مین اپنے غسل و کفن و دفن اور ترتیب جیش اُسامہ کے قرض ادا کرنے کی وصیت فرمائی۔ یہ بھی ارشاد فرمایا کہ میرے بعد کی سختیون پر صبر کرنا۔ جب دیکھنا کہ لوگون نے دنیا اختیار کر لی ہے۔ تم عاقبت اختیار کر لینا۔

رحلت کے وقت حضرت علی کے سینہ سے سر لگا کر ۲۸ صفر سنہ ۱۱ھ کو
ا یا بارھوین ربیع الاول تک کسی تاریخ مین[1] اس کرہ ہستی سے کوچ فرمایا۔
غمگساروں نے صدائے گریہ بلند کی۔ حضرت عمر باہر تشریف فرما تھے۔
تلوار کھینچ لی اور رونے والوں کو دھمکایا کہ جو مرنے کی فال بد منہ سے نکالے گا
اُسکو قتل کر ڈالون گا۔ حضرت ابوبکر اپنے مکان سُنخ چلے گئے تھے وفات رسول
کی اطلاع ہوئی وہ بھی فوراً آموجود ہوے۔ دونو صاحب اُسی وقت اپنی جماعت
متفقہ سے سقیفہ بنی ساعدہ تشریف لیگئے۔ حضرت علی مع بنی ہاشم اور
بعض صحابہ صالحین تجہیز و تکفین مین مشغول ہوے اکثر مہاجرین و انصار اور مکہ
کے نو مسلم سقیفہ مین جمع ہوے ہوا خواہان اسلام نے مشورہ دیا کہ علی کو یا جس کو مناسب سمجھا جاے
جلد حکومت کا قائم مقام بنالیا جاوے۔ حضرت علی کی جانب سے کوئی وہان ہان مین ہان
ملانے والا نہ تھا انصار نے کہا کہ ہم نے آنحضرت کی جان و مال سے نصرت
کی ہے۔ امارت کے ہم مستحق ہین اور سعد بن عبادہ اِسکے لائق ہین۔ مہاجرین
نے اِس سے بڑھ کر استحقاق جتایا۔ کہ ہم آنحضرت کے ہم عشیرت ہین گھر بار
چھوڑ ساتھ آئے ہین۔ ہمارا حق تم سے فائق ہے۔ اور حضرت ابوبکر کو پیشوا تجویز کیا۔
حضرت ابوبکر نے حضرت عمر کو نامزد کیا۔ حضرت عمر نے حضرت ابوبکر کو ترجیح دی
اُنھین نے اپنی کمزوری کا عذر کیا۔ حضرت عمر نے ڈھارس دی کہ تم اپنی قوت
کے ساتھ میری طاقت کو بھی شامل سمجھو۔ اور فوراً ہاتھ گھسیٹ بعیت کر لی۔
مسند نبوی پر بٹھا کر خلیفہ نام رکھا امیر المومنین خطاب دیا۔ متفقہ جماعت
بعیت پر ٹوٹ پڑی پھر جو سنتا گیا وہ آتا گیا اور بعیت کرتا گیا۔ حصول خلافت
کے ترددات مین حضرات ابوبکر و عمر و عثمان و طلحہ و ابو عبیدہ جراح و عبدالرحمن

[1] بانی اسلام کی رحلت کا عظیم سانحہ اور تاریخ میں اتنا اختلاف تعجب اور کروہ تعجب

عوف وغیرہ کو اتنی فرصت نہ مل سکی کہ آنحضرت کے جنازے کی مشایعت فرماتے یا نماز مین شریک ہوسکتے۔

وصیت کے موافق حضرت علی نے بنی ہاشم کے ساتھ مین غسل دیا۔ تجہیز وتکفین کی، نماز پڑھائی، دفن کردیا، تین روز تک بنی ہاشم عزا نشین رہے۔

ادائے تعزیت کو بعض صحابہ نے تکلیف فرمائی۔ اور مسئلہ خلافت کے تذکرے بھی چھیڑے مگر ہاشمیون کے غمزدہ مجمع نے کچھ اثر نہین لیا،

تیسرے روز حضرت علی عزاخانہ فاطمہ مین سوگوار بیٹھے تھے، آپ کے گرد بنی ہاشم کا مجمع تھا جناب زبیر تشریف لائے وقتی جوش مین ارشاد کیا کہ ہاشمیون کے ہوتے بنی تیم کا کیا حق ہے کہ بن قحافہ خلیفہ بن بیٹھے علی حق وقرابت اور معلومات وشجاعت مین افضل الناس ہین تلوار کھینچ کر فرمایا کہ یہ تلوار اسوقت تک نیام مین نہ جائے گی۔ جب تک خلافت علی کو نہ دلائے گی۔ حضرت عمر کو برچہ گزرا۔ زبیر کو بلا بھیجا دربار خلافت مین پہونچتے ہی مت پلٹ گئی ہاتھ بڑھا بیعت کرلی ایام عزا کے تین دن گزر چکے اصحاب مین سے بعض، اور بنی ہاشم مین سے کوئی بیعت کو حاضر نہوا خلیفہ گر حضرت عمر کو اندیشہ ہوا سوچے کہ یہ ساری کارروائی علی کے خلاف ہاشمیون کی عدم موجودگی مین ہوئی ہے ایسا نہو کہ بنی ہاشم سر اٹھائین حضرت ابوبکر سے کہا کہ ان کے سردار علی کو گرفتار کرالو حضرت ابوبکر سیاست کے نرم تھے۔ گرفتاری کا حکم تو نہین دیا۔ مگر بلا بھیجا آپ کو جانے میں تامل ہوا حضرت عمر نے اپنے منصوبون مین خلل ارادن مین تساہل دیکھا چیدہ جماعت ساتھ لی خود حضرت علی کے لینے کو تشریف لیگئے درشتی سے دق الباب کیا سختی سے دروازہ کھٹکھٹایا حضرت علی قرآن مرتب فرما رہے

تھے باہر آنے مین ذرا دیر لگی۔ دروازہ بند تھا، کھولنے کو جلانے کی لکڑیان بھی منگا لین اِس دار و گیر مین جناب فاطمہ کو سخت صدمہ پہونچا حضرت علی کو باہر نکل آنا پڑا دربارِ خلافت مین حاضر کئے گئے یہان ارکین سیاست، اور اہل شوریٰ کا مجمع تھا حضرت ابوبکر علی کی عظمت اور مراتب و قرابت سے واقف تھے بہت تعظیم سے ممتاز مقام پر بٹھایا، حضرت علی سے کہا ابوالحسن! تم کو اس لئے تکلیف دی ہے کہ تمام مہاجر و انصار نے متفق ہو کر بارِ خلافت مجھ پر ڈالا ہے اور میری بیعت منظور کرلی ہے۔ تم بھی اگر ان سے اتفاق کر لیتے تو بہتر ہوتا

آپ نے فرمایا تم نے میری عدم موجودگی میں لباس خلافت کو دعوائے قرابت سے اپنے جسم ناموزون پر سج لیا، میرا حق غصب کرلیا ہے تمھین انصاف سے کہو کہ قریب تر میں ہوں یا تم؟ ہاشمی جس میں کہ آنحضرت تھے میں ہوں کہ تم! میں حقیقی چچا زاد بھائی، دینی برادر اکلوتی بیٹی شرعی وارثہ فاطمہ زہرا کا شوہر سابق الایمان صدیق اول ہوں میں نے آغوش رسالت میں تعلیم پائی۔ آغاز نبوت ہی میں آنحضرت نے جماعت قریش سے مجھے اپنا وزیر بنایا ہجرت کی شب مکہ میں جان کی قربانی سے میں نے قائم مقامی کی مباہلہ کے روز مین چادر تطہیر میں محفوظ کیا گیا تبلیغ آیات وحی کیلئے تمہارے مقابل میں میں مختص ہوا جہد بالاسلام میں بھی میری رفعت کو کوئی نہیں پاتا جملہ فتوحات نبوی کا سہرا میرے سر رہا تمام غزوات میں فوج کا علمدار ہر معرکہ میں آنحضرت کا سینہ سپر ہمیشہ سب کا افسر رہا کبھی کسی کا ماتحت نہیں بنایا گیا بدر کے مشرکین میرے ہاتھ سے سزا کو پہونچے اُحد کے علمدار سب میری تلوار نے کاٹے "لافتی الا علی لاسیف الا ذوالفقار" کی

خصوصیت پائی آنحضرت کی زرہ آپ کا عمامہ آپکی کمر کا پٹکا تلوار ذوالفقار مجھے مرحمت ہوئی خندق میں عمرو ابن عبدود کو مارا جمیع کفر و جمیع اسلام کا فیصلہ میرے ہاتھ رہا خیبر میں یحبہ اللہ و رسولہ کا خلعت فاخرہ کرار غیر فرار کا خطاب مجھے عنایت ہوا وادی حنین میں میرے ہی ثبات نے اسلام کی آبرو رکھی دین کو یہ دن اسلام کو یہ نام میرے ہاتھوں نصیب ہوا میں انفسنا کا منصب دار آنحضرت کا رازدار رہوں غزوہ تبوک کے وقت ھارون بمنزلۂ موسیٰ بنکر آنحضرت کا جانشین رہا حجۃ الوداع میں غدیر خم کے مقام پر رب کا مولیٰ بنایا گیا میری ولیعہدی کی تکمیل پر دین کی نعمتوں کا خاتمہ ہوا نبی کی نیابت خلق اللہ کی امامت ہے جو خدا کی جانب سے ہے مودۃ فی القربیٰ[1] کا حکم خدا سے پا چکے ہو۔ عترت[2] سے تمسک رکھنے کی ہدایت رسول سے مل چکی ہے اپنے اختیار سے امام بننے یا بنا لینے کے مختار کہاں سے بن آئے آنحضرت نے مجھے تمام امانتوں کا امین کیا۔ اپنے غسل و کفن کا کفیل بنایا نماز کی وصیت کی۔ دفن کی اجازت دی ولیعہدی کی بنیاد قائم مقامی کی بنا نیابت کے اطمینان پر جیش اُسامہ کا قرضہ ادا کرنے کی ہدایت فرمائی قرض کا ولی فرض کا وصی کیا تمہارا کون سا حق ہے جس سے تم خلیفہ بن بیٹھے تم میں جو خوبیاں ہیں وہ سب بفضلہ مجھ میں موجود ہیں میرے جو اوصاف ہیں وہ تم میں سے کسی کو نصیب نہیں خلافت میرا حق ہوا کہ تمہارا ؟

[1] قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ (القرآن)
[2] انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی .... الخ صحیح مسلم

دربارِ خلافت میں حضرت عمر زیادہ پیش پیش تھے فرمایا بیعت نہ کرو گے تو خدا کی قسم ہم تم کو قتل کر دیں گے۔ آپ نے فرمایا کیا تم بندۂ خدا کو بے خطا اور اخوِ رسول کو بے قصور قتل کرو گے حضرت عمر نے کہا کہ بندۂ خدا تو ہم تم کو جانتے ہیں مگر اخورسول نہیں مانتے اس جواب پر حضرت علی کا چہرہ متغیر ہو گیا۔ فرمایا پناہ بخدا ایسے ستمگروں سے جو روزِ جزا کا یقین نہیں رکھتے ابو عبیدہ جراح نے کہا ابوالحسن! بے شک تمہیں مستحقِ خلافت ہو مگر اب تو تمام صحابہ متفق ہو کر ابوبکر کی بیعت کر چکے ہیں تم بھی بیعت کر لیتے تو بہتر ہوتا آپ نے فرمایا ابو عبیدہ تم تو امت کے امین بنتے ہو خدارا حق بات کہو حضرت عمر سے جو شرف ہمارے گھر اترا اسے چھین کر اپنے گھروں میں نہ لیجاؤ جبرئیل ہمارے گھر آئے وحی ہمارے گھر آئی قرآن ہمارے گھر آیا باب مدینۃ العلم نبوی عالم علوم فقہ و دین و سنت ہم ہیں دین کے اسرار خلق خدا کے لئے مصالح ہم بہتر جانتے ہیں بشیر بھی شیر تدبیر بنتے بول اٹھے اے علی بخدا بیعت سے پہلے یہ باتیں اگر تم کرتے تو کسی کو کچھ عذر نہ ہوتا مگر انتخاب کے وقت تو تم گھر میں بیٹھے رہے جب خلافت نامزد ہو چکی تو استحقاق جتانے نکلے۔ حضرت علی نے فرمایا بشیر! کیا میں بھی تم لوگوں کی طرح جسد رسول کو بے غسل و کفن چھوڑ دیتا؟ اور طلب خلافت کو سقیفہ دوڑا جاتا! اور پھر کیا جانتا تھا کہ تم لوگ اتنا جلد احکام الٰہی اور فرمان رسول کو بھلا دو گے اور جان بوجھ کر میرے حقوق سے انکار کرو گے حضرت عمر نے جھنجلا کر حضرت ابوبکر سے کہا کہ تم کیوں نہیں حکم دیتے حضرت ابوبکر نے بات کو ٹال کر نہایت راہ و رسانیت سے کہا، ابوالحسن! اگر میں جانتا کہ تم میری خلافت سے مخالفت کرو گے تو میں ہرگز اسے منظور ہی نہ کرتا لیکن اب سب بیعت کر چکے۔ تم بھی مان لیتے تو میری خطا صواب ہو جاتی۔ اس وقت

اگر کچھ تامل ہو تو کیا مضائقہ حضرت علی نے بیعت نہیں کی اُٹھ کر اپنے گھر چلے آئے اور خاموشی سے خانہ نشین ہو گئے۔

پھر کئی مرتبہ حضرت عمر نے گرفتاری کیلئے حضرت ابو بکر کو اُبھارا، مگر وہ راضی نہوے۔ اور کہا کہ فاطمہ کے ہوتے میں علی کو مجبور نہ کرونگا۔

فدک کا مقدمہ

ابتک اخراجات کے کفیل آنحضرت تھے۔ حضرت ابو بکر کے زمانے میں حضرت عمر کے ہاتھ اختیار رہا تو فدک کی آمدنی بند کردی معاش کا بار بھی پڑ گیا یہودیوں کے باغیچوں میں پانی دے کر آذوقہ فراہم کرتے رہے فدک ضبط ہوا تو جناب سیدہ نے حضرت ابو بکر کو مدعا علیہ بنا کر دربار صدیقی میں استغاثہ دائر کیا دو گواہ دیئے حضرت علی اور ام ایمن قرابت کی وجہ سے عدالت نے شہادت کی وقعت نہیں مانی پھر پوری دو شہادتیں بھی نہیں، ڈیڑھ شہادت قرار دی بحث میں جناب صدیقہ عائشہ کی زبانی حدیث پیش ہوئی کہ ہم انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہے۔ جو ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔ جناب فاطمہ نے فرمایا خدا کے حکم اور قرآن کی رو سے تم سب کی اولادیں تمہاری وارث ہیں مگر جناب عائشہ صدیقہ کے زبانی اختراع سے فاطمہ اپنے باپ کا ورثہ نہیں پاسکتی۔ قرآن کے خلاف حدیث عبرت! اور صد ہزار عبرت!! مدعا علیہ نے اپنے اختیار حکومت سے اپنے حق میں ڈگری لے لی اور مدعیہ کا دعویٰ ڈسمس کر دیا۔

اب اور بھی قلت معاش کی پریشانیاں بڑھ گئیں حضرت ابو بکر نسبت رسول کے حقوق سے باخبر تھے پھر کچھ سوچ سمجھ کر اپنے سیدھے سادھے پن میں جناب

فاطمہ کو فدک کا وثیقہ لکھ کر دیدیا اتفاق سے حضرت عمرؓ اس موقع پر پہونچ گئے
پوچھا کیسا کاغذ ہے۔ حضرت ابوبکر نے فرمایا فاطمہ کو فدک کا میثاق نامہ
میں نے اپنی طرف سے لکھ دیا ہے حضرت عمر نے جناب فاطمہ سے چھین کر
پھاڑ ڈالا فرمایا مسلمانوں کو نفقہ کہاں سے دوگے عرب دنگا مچا دینگے۔[۱]

کچھ عرصہ بعد جناب فاطمہ نے فارقتی صدمون سے رحلت فرمائی تو حضرت
علی سخت محزون و مضمحل ہو گئے لوگوں نے بہت چاہا کہ فتنہ و فساد کے اتہام
لگا کر آپ کو حکومت کا ملزم قرار دیں مگر آپکے بے لوث دامن پر دھبہ
نہ لگ سکا لوگوں نے بارہا ابھارنا چاہا ابوسفیان نے آکر کہا ابوالحسن بنی ہاشم
کے ہوتے بنی تیم خلافت لے جائیں تم کہو تو ابھی مدینہ کو سواروں اور پیادوں
سے بھردوں آپنے فرمایا تم سے یہی امید ہے اسلام میں تم ہمیشہ کے فتنہ انگیز
ہو۔ قوم کی جمی جمائی اتحادی قوت کو توڑنا چاہتے ہو ہم دین کے
محافظ ہیں ہمارے صبر کا محل سکوت کا موقع ہے کیونکہ اسلام میں باد حوادث
چل رہی ہے فتنہ و فساد کے طوفان اُٹھ رہے ہیں۔ ہر نااہل اپنے کو
اہل امارت سمجھ رہا ہے مسیلمہ دعائے نبوت پر آمادہ ہے جابجا طوائف الملوکی
ہے سرحدوں پر بغاوت پھیل رہی ہے فرقہ میں تفرقہ مناسب نہیں ہے۔
مجھے آنحضرت کی وصیت ہے کہ جب دیکھنا لوگوں نے دنیا اختیار کرلی ہے
تو تم عاقبت اختیار کرلینا حضرت علی نے باہمی اختلاف میں شورش جماعت
میں تفرقہ گوارا نہیں کیا، احکام میں مداخلت، حکومت میں رخنہ حکم میں
دراندازی کبھی نہیں چاہی جب تک حضرت ابوبکر مسند نشین رہے آپ

[۱] وقال الحلبی فی سیرۃ الحلبیۃ وفی کلام سبط ابن جوزی رحمہ اللہ ان ابا بکرؓ کتب لہا بفدک ودخل علیہ عمرؓ فقال ما هذا فقال کتاب کتبتہ لفاطمۃ بمیراثہا من ابیہا فقال مما ذا تنفق علی المسلمین وقد حاربتک العرب کما تری ثم اخذ عمر الکتاب فشقہ

خاموش خانہ نشین رہے صرف دینی مسائل حل کر دیا کرتے کیونکہ آپ کے فتاوے دوست دشمن کو تسلیم تھے حضرت ابوبکر نے سوا دو برس برائے نام خلافت کی انکی خلافت حکومت فاروقیہ کا ایک ضمیمہ تھی نظم ونسق سب حضرت عمر کے ہاتھ رہا انھوں نے ہاشمیوں کے برخلاف بدر کے زخم رسیدہ بنی امیہ کو ممالک کا عہدہ دار اُحد کے عزیز مردہ آل عبدالدار کو افواج کا سردار بنایا مکہ کے نومسلم قصاص اندیشوں کو دربار اسلام کی امیر الامرائی پر سرفراز فرمایا۔ خلافت اولیٰ میں اوائل اوائل حضرت علی کے قتل کی بھی سازشین رہیں مگر ان کی سیدھی روش آڑے آئی کامیابی نہوئی جب ان کی مقدس ہستی ہر طرح بے ضرر ثابت ہوئی تو حضرت عمر بھی دہ بیٹھے، تھے بڑے مردم شناس جب خود سریر خلافت پر بیٹھے تو حضرت علی کو دانا دشمن جان کر اپنی مجالس شوریٰ میں بُلا بُلا کر بٹھانے لگے۔

محاربات اور دینیات میں رائے بھی لیتے رہے جانتے تھے کہ دینیات میں آنحضرت کے سکھائے پڑھائے ہیں جنگی مہمات کے خود مشکل کشا ہیں ان کی قیمتی رائے کو باریک نظر سے دیکھتے اچھی طرح ٹھوک بجا کر پرکھتے عزت سے مانتے خوش نتیجہ پاکر صلاح پر چلتے جب اس عالی ظرف کے تقویٰ اور توکل کے پاکیزہ دامن پر دنیا دی ہوس کا دھبہ نہ دیکھا تو اموال غنیمت سے اصحاب بدر کے برابر حق بھی دینا شروع کر دیا حضرت علی حق بلا ر لے ضرور لیتے مگر خدا جانے کیا سمجھتے کہ بذل درویشان فرما دیتے پر صلاح دوستانہ مشورے مخلصانہ۔ رائے نیک نیتی سے دیا کرتے چنانچہ جنگ عراق عجم آپ ہی کی مستحسن رائے سے ہوئی اور آپ ہی کے انتخاب سے نعمان بن مقرن اور حذیفہ بن الیمان جہاد پر بھیجے گئے، مال غنیمت بھی اتنا ملا کہ مسلمان مالا مال ہو گئے

صرف ایک آتش کدہ سے اتنا جواہر ہاتھ لگا کہ جس کا خمس چار کروڑ کو فروخت ہوا تھا حضرت شہربانو اسی جہاد میں داخل اسلام ہوئیں۔ فیروز مجوسی قاتل حضرت عمر بھی اسی جنگ میں گرفتار ہو آیا تھا فتوحات فاروقیہ میں اسی فتح کا نام فتح الفتوح ہے۔ فتح بھی ایسی فتح کہ پھر عجم کو عرب سے مقابلہ کی جرأت نہ ہوئی اسی طرح جب حضرت عمر بیت المقدس کی عقدہ کشائی کو تشریف لے چلے تو مدینہ میں اپنی حکومت کا چارج حضرت علی کو دیتے گئے مگر احتیاط یہ فرمائی کہ حکومت حضرت علی کے سپرد کی۔ اور حضرت علی کو اپنے سمجھے بوجھے لوگوں کی نگرانی میں دیا فرماتے گئے کہ حکومت حضرت علی کے سپرد ہے حضرت علی تمہارے حوالے ہیں اور تمہیں خدا کو سونپتا ہوں دور فاروقیہ میں عدیم الفرصت رہنے کے لئے فتاوی کا دشوار کام اور الجھے رہنے کو قضا کا کثیر الشغلہ منصب بھی حضرت علی کے سپرد رہا۔

یوں تو بنی امیہ اور آل عبد الدار پشتہا پشت سے بنی ہاشم کے مقابل اور مخالف تھے مگر بدر و احد کی شکستوں سے زور ٹوٹ گیا تھا البتہ دلوں پر ذوالفقار علی کے چرکے موجود تھے قتل اعزا کے زخم آئے تھے غم و غصہ سے جلے بھنے قصاص کی آگ انتقام کی چنگاریاں سینوں میں دبائے خون کے پیاسے تھے دبے رہتے تو آئندہ خونریزیاں اس حد تک نہ پہونچتیں حضرت عمر نے حکومت پر قابو پاتے ہی پہلے ہاشمیوں کا زور توڑ دیا نظام مملکت سے آل ہاشم کے تعلقات اٹھا دئے دربار میں ان کے بہی خواہوں کو دھنسنے نہیں دیا دفاتر اور مالی و ملکی محکمے بنی ہاشم سے محفوظ رکھے افواج کی جانب تو پرچھائیں بھی نہ پڑنے پائی برخلاف اسکے بنی امیہ کی دبی دبائی قوت کو ابھارا۔

زیاد بن ابو سفیان کو اپنا میر منشی بنایا۔ یزید و معاویہ پسران ابو سفیان کو شام کا گورنر کیا۔ اُن کے حلیف اور بنی ہاشم کے قدیم معاند آل عبدالدار کو افواج کی سرداریاں ملک کی امارتین تفویض فرمائیں چلتے چلاتے بنی امیہ کے میر خاندان حضرت عثمان کو ترکیبوں سے خلیفہ بنا گئے۔

حقیقت میں خلافت کے بانی اور خلیفہ گر حضرت عمر تھے سقیفہ میں خلافت انھیں نے اپنے دست مبارک سے قائم فرمائی ابوبکر کو خلیفہ بنایا آپ بنے حضرت عثمان کو بناتے گئے آخری وقت وصیت فرمائی کہ خلافت ان چھ آدمیوں میں منحصر رکھنا۔ علیؑ زبیر، طلحہ، سعد وقاص عبدالرحمن عوف، عثمان، علی کے مزاج میں مزاح ہے اور خلافت کے بیحد حریص ہیں اپنی جان کی قسم تم اُن کو خلیفہ نہ بناؤ گے اگر بناؤ گے تو یقین مانو چاہے تم خوش ہو یا ناخوش وہ تم کو امر حق پر چلائے بغیر نہ رہیں گے پھر جس شخص کو خلافت کی اتنی ہوس ہو اُس کو یہ منصب دینا بھی مناسب نہیں ہے زبیر کریہ الاخلاق ہیں طلحہ متکبر اور رکیک الطبع ہیں سعد اچھے سپہدار ہیں مگر اس کام کے لائق نہیں ہیں عبدالرحمن نیک ہیں مگر کمزور ہیں ہاں عثمان اس لائق ہیں مگر ڈر ہے کہ آل معیط کو مسلمانوں پر مسلط نہ کردیں۔ وصیت میں خلافت کے لائق ہونے کے لئے حضرت علی کا نام بھی برائے نام گنا دیا مآل کار بھی سمجھا دیا اور حضرت عثمان کے خالہ زاد بھائی عبدالرحمن عوف کو خلیفہ بنانے کا دوہرا اختیار دے گئے اور اپنے بھائی صہیب کو وصیت فرمائی کہ جو شخص اس انتخاب سے اختلاف کرے اُس کو قتل کر ڈالنا۔

۲۹ ذی الحجہ ۲۳ھ کو جب خنجر فیروزی سے حضرت عمر کا خاتمہ ہو گیا تو عبدالرحمن عوف نے حضرت عمر کی بنائی ہوئی اسکیم سے شوریٰ کی مجلس مرتب کی امیدواران خلافت انتخاب کے واسطے جمع ہوئے جناب صہیب حسب وصیت سروں پر تلوار لے کر کھڑے ہو گئے سب نے عبدالرحمن عوف کو چیرمین بنایا۔ اُنھوں نے پہلے حضرت علی سے پوچھا کہ تم کو خلفاء گزشتہ کے رویہ پر چلنا منظور ہے؟ حضرت علی نے صاف انکار کر دیا فرمایا کہ خدا کے احکام فرمان رسول کی متابعت کروں گا

حضرت عثمان سے پوچھا اُنھوں نے حضرات ابوبکر و عمر کی پیروی کا اقرار کر لیا عبدالرحمن نے ہاتھ بڑھا کر بیعت کی منتظر ہاتھ بیعت کو بڑھنے لگے حضرت علی نے بیعت کا طرز عمل دیکھ کر فرمایا یہ آج پہلا دن نہیں ہے جو تم لوگوں نے مل کر اہلبیت رسول پر غلبہ کیا ہے خیر! صبر بہتر ہے۔ اے عبدالرحمن خدا کی قسم تم نے عثمان کی بیعت اس لئے کی ہے کہ امر خلافت بنی امیہ کی جانب پھر جائے، یہ کہتے ہوئے باہر نکل آئے، مقداد نے کہا اے انکار کرنے والو! تم نے جس سے دین کی دولت دنیا کی ثروت دونوں پائیں امر خلافت کو اُسکی عترت سے پھیر کر کدھر لئے جا رہے ہو، جس طرح تم اُسکے اہل سے چھین کر غیر اہل کو دے رہے ہو یقین رکھو کہ خدا تم سے لے کر تمھارے غیر کو دیدے گا۔ اے عبدالرحمن تم نے علی کو ترک کیا حالانکہ اُن سے بڑھ کر نہ کوئی اعلم ہے نہ اقضیٰ بالعدل نہ اُن سے زیادہ کوئی ذی حق عبدالرحمن نے کہا آپ لوگ اس کا کچھ خیال نہ فرمائیں۔

حضرت عثمان کے خلیفہ ہوتے ہی بنی امیہ کی بن آئی، بھو کے قرابت داروں نے آکر ان کو چاروں طرف سے گھیر لیا، تھے یہ بھی بہت سیر چشم بیت المال کے توڑوں کا منہ کھول دیا اور بنی امیہ کے گھر بھر دیے، اپنے چچازاد بھائی حکم بن عاص مردود بارگاہ رسالت کو بلا کر اپنے ظل حمایت میں پناہ دی، بیت المال سے سو ہزار دینار عنایت کئے، ان کے فرزند مروان بن حکم راندۂ درگاہ نبوی کو اپنے قرب و قرابت سے سرفراز فرمایا دامادی کا خلعت عطا کیا پایۂ تخت کا مشیر احکام کا میر منشی دربار کا وزیر بنایا جواہرات کسرئی اسلام کے بیت المال سے نکلوا کر ان کی بیوی (اپنی بیٹی) کو پہنا دئے (حق فاطمہ) فدک کا خالصہ جاگیر میں دیا امیر الامرائی کے منصب جلیل پر ممتاز ہوئے مزید براں خمس غنائم افریقہ ۵ لاکھ دینار نقد عنایت ہوئے خلافت کی مُہر حکومت کا قلمدان سپرد ہوا اندر باہر سیاہ سفید کے مالک ہو گئے

حضرت عثمان کی کمزوری سے مروان کی قوت روز بروز زور پکڑتی گئی ان کے بھائی حارث بن حکم کو (حق العباد) بازار مہزوں کی معافی ملی دوکانداران مدینہ سے دہیکی دلوائی دربار نبوت کے جہنمی لقب ولید بن عقبہ اپنے مادری بھائی دائم الخمر کو عمار یاسر کی جگہ کوفہ کا حاکم کیا۔ واجب القتل عبداللہ ابن ابی سرح اپنے رضاعی بھائی کو افریقہ کا گورنر بنایا عبداللہ ابن عامر اپنے خالہ زاد بھائی کو بصرے کی حکومت دی عبداللہ ابن اسید اپنے بھتیجے کو تین لاکھ درہم عنایت کئے عبداللہ بن خالد اپنے چچا زاد بھائی کو ایک لاکھ دینار عطا فرمائے صوبوں کی امارت پہ بنی امیہ دربار میں بنی امیہ

کاروبار میں بنی امیہ جدھر دیکھو اُدھر بنی امیہ سردربار بنی امیہ کے سردار ابوسفیان نے پکار کر کہا ہاں! اے بنی امیہ!! لینا ہاتھوں ہاتھ اس بادشاہی کو قسم ہے نہ حساب ہے نہ عذاب نہ حشر ہے نہ قیامت نہ بہشت ہے نہ دوزخ نہ وحی آئی نہ فرشتہ محض بنی ہاشم کا بنایا ہوا گورکھ دھندا ہے ملک گیری کی چال دین کی آڑ میں دنیا حاصل کرنے کا ذریعہ ہے اس نثر خوانی کا صلہ دربار خلافت سے ۲۲ ہزار نقد ملا۔ اُن کے فرزند عالی مقام کو ملک شام کا نیا فرمان عطا ہوا۔

حضرت علی سے نئی مخالفتوں کی پہلی بسم اللہ

شجاع مسجد میں حضرت عمر کو خنجر مار کر نمازیوں کی صفوں کو چیرتا پھاڑتا بھاگا جس نے روکا اُس کو خنجر مارا ۱۳ زخمی ہوئے ۶ کو جان سے مارا ایک شخص نے چالاکی سے اپنا کمل شجاع پر ڈال دیا شجاع نے خود کو کمل میں الجھا پایا اپنا کام آپ تمام کرلیا خلیفہ اول کے صاحبزادے عبدالرحمن نے شجاع کا خنجر اُٹھالیا عبیداللہ بن عمر کو دکھا کر کہا یہ خنجر کل میں نے ہرمزان کے ہاتھ میں دیکھا تھا جب کہ وہ جفینہ کے گھر جارہا تھا عبیداللہ انتقام خون پدر میں مدہوش تھے سرہنگی کا بھی جوش تھا غصّہ میں آپ سے باہر ہو گئے آؤ دیکھا نہ تاؤ ہرمزان اور جفینہ کو اُن کے گھروں میں گھس کر مار ڈالا حضرت عثمان جب سریر خلافت پر جلوہ فرما ہوئے تو ہرمزان اور جفینہ کے ورثاء نے استغاثہ دائر کیا۔ حضرت عمر کا اصل قاتل ابو لولو شجاع مجوسی تھا، وہ آپ خودکشی کرچکا تھا، ہرمزان اور جفینہ پر شبہ ہی شبہ میں شجاعت آزمائی

ہو گئی۔ دعویٰ دائر ہونے سے حضرت عثمان سخت متردد ہوئے۔ اِدھر خلیفہ زادے کا قدم درمیان اُدھر جفینہ اور ہرمزان کا خون ناحق جانبین سے طرفداروں کا اژدحام صحابہ سے رائے لی وہ بھی جانب داری سے خالی نہ تھے خلیفہ زادے کا پاس لازمی بے گناہوں کے خون کا قصاص واجبی کریں تو کیا کریں حضرت علی سے فتویٰ لیا آپ نے ہرمزان کا خون علیہ اللہ پر عائد کیا اس بے لوث فیصلہ پر جماعت فاروقیہ برہم ہو گئی حضرت عثمان کو بھی بہت بار ہوا مگر اپنے پاس سے خوں بہا دیا اور محسن زادے کی جان چھڑائی عبید اللہ بن عمر حضرت علی سے کشیدہ ہو کر معاویہ سے جا ملے اور صفین میں باغیوں کے ساتھ ٹھکانے لگے اُن کے بڑے بھائی عبد اللہ بن عمر تمام عمر حضرت علی کی بیعت سے دست کش رہے آخر وقت یزید قاتل حسین کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر انجام بخیر کیا

دوسری مخالفت آنحضرت کے جلیل القدر صحابی ابو ذر غفاری جو نہایت متقی اور صادق القول تھے۔ پہلے تو ادھر سے اُدھر شہر بدر ہوا کئے پھر سیاست کے لئے معاویہ کے پاس شام بھیج دئے گئے ان کو دربار معاویہ کی پابندی معاویہ کو ان کی زبان کی آزادی بہت کھلی یہ خاندان رسالت کے طرفدار تھے، شامیوں میں بیٹھ کر علی کے حقوق و فضائل کا تذکرہ کیا کرتے۔ معاویہ کو یہ بھی گزرا حضرت عثمان کو شکایت لکھ بھیجی کہ ابو ذر کی وجہ سے شام میں نظام حکومت کو ضرر پہنچ رہا ہے آپ نے حکم دیا کہ بلا قیام و مقام حضور میں بھیج دو معاویہ نے ننگے اونٹ کھرّے پالان۔ بدخو ساربان کی حراست میں مدینہ روانہ کیا ضعیفی کا عالم دن رات کی جاگ اونٹ کی کوڈھبی چال پالان کی زحمت سے رانوں کی چربی نکل آئی ساربان کی ترش روئی سے دل میں زخم پڑ گئے۔ حاضر دربار ہوئے

تو سخت کلامی سے تنگ چڑ کا گیا ابو ذر نے کہا سچ فرمایا ہے آنحضرت نے کہ جب اولاد ابو العاص بن امیہ گنتی میں دنوں کے برابر ہو جائیں گے، دینِ خدا میں خیانت کریں گے بندگان خدا کو چاکر بنائیں گے اُن کے مال سے اپنے گھر بھر لیں گے خدا کی پناہ اُن سے حضرت عثمان نے حضّار مجلس سے پوچھا کہ تم لوگوں نے یہ حدیث آنحضرت سے سُنی ہے سب نے ابو ذر کو جھٹلا دیا دربار کی ہوا گھوم گئی جو جانتے تھے وہ بھی مُکر گئے حضرت علی تشریف لائے اُن سے بھی دریافت کیا گیا آپ نے فرمایا میں نے آنحضرت کی زبان مبارک سے خود تو نہیں سُنا مگر ابو ذر کہتے ہیں تو ضرور سچ ہے کیونکہ آنحضرت سے یہ ضرور سُنا ہے کہ ابو ذر زمانے بھر کا سچا ہے، حضرت عثمان نے کہا یہ پیر کذاب فساد کے لئے فتنے برپا کرتا ہے اس کو شہر سے نکال دینا چاہیئے حضرت علی نے فرمایا کہ بوڑھے ابو ذر کو نہ ستاؤ وہ اگر غلط کہتا ہے اس کا وبال اُس کے سر اگر سچ کہتا ہے تو بات سامنے آ جائے گی اور ہو کر رہے گی حضرت عثمان کو غصہ آ گیا فرمایا تمہارے منہ میں خاک حضرت علی نے ارشاد کیا کیسے بے انصاف ہو معاویہ کی شکایت پر رسول خدا کے دوست کو بُرا بھلا کہتے ہو سمجھانے پر بگڑتے ہو تمہارے منہ میں خود خاک عثمان نے علی کو تو کچھ جواب نہ دیا مگر ابو ذر سے فرمایا میرے شہر سے نکل جاؤ حضور خلافت سے ابو ذر کو جلا وطنی اور صحرائے ربذہ میں حبس دوام کا حکم ملا اُن کے وداع کرنے کی عام ممانعت ہوئی ابو ذر مروان کی حراست میں مدینے سے نکالے جانے لگے تو حضرت علی مع بنی ہاشم ملنے کو تشریف لے گئے مروان نے بے ادبی سے روکا آپ نے جھڑک دیا کہ دور ہو

جہنمی اور اُسکے اونٹ کو ایک چابک رسید کیا مردان حضور خلافت میں اگر ہتک حرمت کے فریادی ہوئے شام کو حضرت علی ملنے آئے تو حضرت عثمان نے جھلائے ہوئے لہجہ میں شکایت کی کہ تم نے میرا حکم روکا مروان کے اونٹ کو مارا اُس کو جہنمی بنایا۔ آپ نے فرمایا میں نے تمھارا حکم نہیں روکا، بلکہ مروان نے مجھے روکا، میں نے اُسے دُھتکار دیا، پھر تمہارا حکم اگر امر حق کے خلاف ہو تو کیا میں اُس کا بھی اتباع کروں۔ میں نے مروان کے اونٹ کو تازیانہ مارا ہے، زیادہ بریں نیست میرا اونٹ باہر موجود ہے وہ بھی میرے اونٹ کو ایک چابک مارے، ہاں جابے جامہ سے نکالے گا تو تلوار سے جواب دونگا اور اُس سے بڑھ کر تم کو کہونگا جو جھوٹ بھی نہ ہوگا۔ حضرت عثمان غصہ سے لال ہو کر گھر میں چلے گئے، دوسرے روز دربار میں شکایت فرمائی کہ علی میرے عیب گیروں کے مددگار ہیں۔

مزید مخالفت حضرت عثمان کے مادری بھائی ولید بن عقبہ بن ابی معیط کوفے میں گورنر تھے شراب پی کر نشہ میں نماز پڑھائی بزرگان کوفہ نے دربار خلافت میں شکایت بھی سبکے سب طلب ہوئے گواہ گزرے ثبوت پہونچا۔ جرم ثابت ہوگیا حضرت علی سے فتویٰ لیا گیا۔ آپ نے بلا رورعایت سزا کا فتویٰ دیا ولید اور اُنکا قبیلہ آل معیط آزردہ ہوگیا حضرت عثمان کو بھی گران گزرا

حضرت عثمان نے اپنے ذوی القربیٰ کا بہت خیال کیا۔ بیت المال سے اُن کو مالامال کر دیا لوگوں نے اعتراض کیا تو فرمایا کہ یہ تو مال دنیا ہے اگر بہشت کی کُنجیاں میرے ہاتھ اختیار ہوتیں تو میں بنی امیہ کو دیدیتا اُن کی

ناک خدا خاک پر رگڑے جن کو ناگوار ہو۔ اس خطا کو خطا جتانے پر آنحضرت کے جلیل القدر صحابی عمار یاسر کی بری گت بنائی گرا کر ان کے انثیین اپنے پیروں سے روند ڈالے۔ بنی امیہ کے خلاف حدیث بیان کرنے پر جنتی ابو ذر غفاری کو جلا وطن کیا۔ کھری بات پر مالک اشتر کو پہلے ادھر ادھر شہر بدر کیا۔ پھر رگ گردن نرم کرنے کے لئے معاویہ کی حراست میں دے دیا حفاظت قرآن پر علم قرآن کے رکن اعظم عبد اللہ ابن مسعود کی پسلیاں توڑیں معزز کعب بن جبیر کو کوڑوں سے پٹوایا بنی امیہ کی بے عنوانیوں سے اکثر اصحاب رسول نے مجالس عثمانیہ مین جانا ایک قلم چھوڑ دیا، ممبران شوریٰ نے معاملات ملکی کے صلاح و مشورے سے ہاتھ کھینچ لیا، مسجد نبوی کی صحبت دربار خلافت کی شرکت ترک کر دی۔

حضرت عثمان زید بن ثابت کے مشورے سے قرآن مرتب فرما چکے تو ادھر ادھر کے آئے ہوئے قرآن جلا ڈالے اس پر بعض صحابہ برہم ہو گئے شکایت سنتے سنتے اُن کے خلیفہ گر عبد الرحمن عوف بھی اکتا گئے ملنا جلنا قطعاً چھوڑ دیا سعد وقاص کھی کھنچ گئے سعید عامل کوفہ نے حکومت کے زعم مین ان کے بھتیجے ہاشم بن عتبہ کا گھر جلا ڈالا سعد نے حضرت عثمان سے شکایت کی سعید کی کی خاطر سے حضرت عثمان نے بات کو ٹالنا چاہا سعد نے جھنجلا کر سعید کا گھر مدینہ مین جلا دیا اور غصے سے آگ ہو کر گھر میں بیٹھ رہے عمال کی بداعمالیوں سے رعایا بلبلا اٹھی ہر طرف سے چیخ پکار ہر چہار جانب سے فریادیں آنے لگیں سعید بن العاص کے غرور و نخوت عبد اللہ عامر کے ناگوار طرز عمل اور عبد اللہ ابن ابی سرح کے ظلم و جور سے عاجز آ کر مصر۔ بصرے، کوفے کے

باشندوں نے پایۂ تخت خلافت کو آ گھیرا۔ مصر کی معزولی سے جھنجلا کر عمر عاص نے حضرت عثمان کی بہن ام کلثوم کو طلاق دیدی اور مصریون سے ساز کرلیا اسی زمانے میں شام کے گورنر معاویہ حضرت عثمان سے ملنے آئے دار الخلافت کو پُرآشوب خلیفۂ عصر کو نرغہ میں گھرا پایا ٹال کر شام کو چلتے پڑے باغیوں کے جتھے کئی دن تک شہر میں گھومتے رہے جمعہ کے روز سب کے سب مسجد میں گھس آئے اور عمر عاص کو سرغنہ بنا کر عمال کے دستِ جور کے فریادی ہوئے، حضرت عثمان نے معذرت کرلی اصلاح کا وعدہ کیا اُن کی شورش کم ہو گئی، مسلمانون کا ناراض گروہ حضرت عثمان کی عذر خواہی پر کسی قدر پسیجا اُنکے منتخب لوگ مکان پر ملنے آئے مروان ہر وقت کے دربان تھے باریاب نہونے دیا بدکلامی اور ترش روئی سے پیش آئے وہ لوگ اور زیادہ ناراض ہو کر اُلٹے پاؤن پلٹے اور پہلے سے زیادہ اُدہم اُٹھایا حضرت عائشہ کا درماہا کچھ کم کر دیا تھا، اِسلئے وہ بہت ناراض تھیں اُن کے والد کے مُرتبہ قرآن صدیقی کو دیگر قرآنون کے ساتھ جلوادیا، اسپر اور برافروختہ ہو گئیں غصہ میں حکم لگا کر (کہ قتل کردو اس کا فرنعثل کو) حج کو تشریف لے گئیں حضرت زبیر نے کوفہ والون کو اشارہ کر دیا عمر عاص نے مصریون کو اُبھار دیا، طلحہ مدینہ کے بلوائیون کے ساتھ ہوئے۔ سب نے متفق ہو کر دار الخلافت کو گھیر لیا جب شورش زیادہ ہوئی تو حضرت عثمان نے معاویہ کو امداد کے واسطے لکھا اُنھین نے ساعت نہ کی حضرت علی کو بُلا کر اعانت چاہی آپ نے حضرت عثمان سے مروان اور عبداللہ بن ابی سرح کی معزولی اور بداعمال عمالوں کی موقوفی کا اقرار لیا باہر آکر باغیون کو سمجھایا شورش دھیمی پڑی بلوہ فرو ہوا حضرت علی کے مشورے سے مروان

اور عبداللہ بن ابی سرح معزول ہوئے اور محمد بن ابا بکر کو مصر کی گورنری کا فرمان ملا۔ اس انتظام سے مصر والے بہت خوش ہوئے کوفے اور بصرے والوں کو بھی امید پڑی مدینہ والے بھی مطمئن ہوئے شہر میں امن وامان ہوگیا۔ گھروں کے دروازے کھل گئے کاروبار جاری ہوئے عمر عاص امارت مصر سے مایوس ہوکر فلسطین چلے گئے۔

محمد بن ابا بکر فرمان لے کر بغلیں بجاتے مصر روانہ ہوئے، غضب یہ ہوا کہ حضرت عثمان نے حضرت علی سے اقرار مدار کے بعد مروان کی معزولی منسوخ کردی بدستور مُہر قلمدان حکم احکام مروان کے ہاتھ اختیار رہا، جس سے بلائے عظیم کا سامنا ہوگیا مروان نے عبداللہ ابن ابی سرح والی مصر کو حضرت عثمان کی طرف سے فرمان لکھا کہ مصر کے باغیوں نے پایہ تخت خلافت میں آکر بلوا مچایا تھا۔ ہم نے اُن کو ٹالنے کے لئے تمہاری معزولی اور محمد بن ابا بکر کو ماموری کا فرمان لکھ دیا ہے۔ جس وقت محمد بن ابا بکر معزولی کا فرمان تم کو دیں قبول نہ کرنا ان کو تہ تیغ کرنا اُن کے ساتھیوں کو بانواع عقوبت قتل کرا ڈالنا اور بدستور امارت پر برقرار رہنا۔

فرمان کو حضرت عثمان کی مہر سے مزین کیا اُن کے غلام مرّہ کو اُنھیں کے خاصے کی سواری کا اونٹ دے کر ڈبل چال (دوہری منزل) کی تاکید سے مصر روانہ کیا۔ اتفاق سے تیسری منزل میں مصر والوں نے غلام کو راہ کتراتے جاتے دیکھ لیا پکڑ بلایا غلام کو جانتے تھے اونٹ کو پہچانتے تھے غلام سے پوچھا کہاں جارہا ہے! کیا کام ہے؟ غلام نے کہا مصر جارہا ہوں کام بتانے کا حکم نہیں ہے۔ محمد بن ابا بکر کا ماتھا ٹھنکا۔ غلام کی تلاشی لی۔ پانی کی چھاگل

میں سربند شیشی کے اندر فرمان تھا نکال کر پڑھا گیا تو سُنکر سناٹے آگئے، سب کے سب غصہ میں آگ بگولا ہو کر پلٹے غلام کو بھی پکڑتے لائے راہ میں کوفے والے بھی جاتے مل گئے مصریوں کے ساتھ ہو لئے مدینہ پہونچ کر صحابہ کو مطلع کیا۔ شہر میں ہُلڑ مچ گیا سب مجتمع ہو کر حضور خلافت میں آئے فرمان پیش کیا واقعہ دوہرایا، حضرت عثمان نے کہا بے شک غلام میرا، اونٹ میرا، مُہر میری مگر لکھا مروان کا ہے۔ اور بخدا میرے حکم سے نہیں لکھا ہے اُن لوگوں نے مروان کو مانگا حضرت عثمان نے دینا منظور نہیں کیا نہ اُن سے بازپرس فرمائی اقرار کے بعد مروان کی معزولی مسترد کر دینے پر حضرت علی سے بھی سخت کلامی ہو گئی وہ مجلس عثمان سے آزردہ خاطر ہو کر اُٹھ آئے اور عہد کیا کہ اب کسی معاملہ میں دخل نہ دینگے بلوائیوں نے گھر گھیر لیا آمدورفت روک دی پانی بند ہو گیا حضرت علی نے سُنا تو حسنین کے ہمراہ مشکیں بھجوا دیں طلحہ نے بلوائیوں کو اُبھارا بنی تیم کو ساتھ لے کر عثمان کے کوٹھے پر چڑھ آئے حضرت عثمان نے حضرت علی کو لکھا کہ میرا قتل ہی منظور ہے تو تم خود کر ڈالو کہ علی ہو یہ موقع نہ دو کہ پسر حضرمیہ (طلحہ) میرا خون بہائے حضرت علی اُٹھ کھڑے ہوئے۔ بنی ہاشم ساتھ ہوئے۔ بنی تیم نے سُنا کہ علی آرہے ہیں۔ سب کے سب طلحہ کو چھوڑ راہی ہوئے طلحہ اکیلے رہ گئے تو کوٹھے سے اُتر کر حضرت عثمان سے معذرت کی بات رفع دفع ہو گئی حضرت علی واپس تشریف لیگئے۔ تیسرے روز پھر اُدھم مچا تو حضرت علی نے حسنین کو حضرت عثمان کی امداد و حفاظت کو بھیجا حضرت عثمان نے صاحبزادوں کو سمجھا کر واپس کر دیا،

بلوائی جب فریادی آے تھے تو اپنے اپنے عاملوں کے شاکی تھے فرمان سے برہم ہوکر مروان کے متلاشی ہوے مروان کو حضرت عثمان نے بچایا اور چھپایا تو حضرت عثمان کی جان کے خواہاں ہوگئے مصر سے کچھ اور حمایتی آن پہونچے کوفے سے امداد آگئی مالک اشتر بھی ایک ہزار سوارے کر آ دھمکے

۱۲ ذی الحجہ کو سات آدمی دیوار پھاند کر محلسرائے عثمانی میں گھس آئے پہلے مالک اشتر نے مروان ہی کو تاکا وہ بھاگ کر عورتوں میں چھپ گیا۔ پھر حضرت عثمان کی جانب بڑھے ان کو تنہا پایا بمقتضائے شجاعت و شرافت ہاتھ نہ اٹھایا حیا سے آنکھ نیچی کرلی منہ پھیر کر ہٹ آئے

محمد بن ابابکر نے حضرت عثمان تک پہونچ کر پہلے بے ادبانہ ریش مبارک پر ہاتھ ڈالا۔ کچھ دو بدو گستاخانہ گفتگو کی پھر سان کی نوک سے کان پر ٹھوکا دیا کہ آپ کے گوش مبارک سے خون نکل آیا۔

کنانہ بن بشر نے تلوار اٹھائی، عافقی مصری، عبدالرحمن، قیصرہ، اسود انھیں لوگوں میں سے کسی نے خاتمہ کردیا۔ ہنگامے میں واللہ اعلم کس کی تلوار کام کرگئی نائلہ حضرت عثمان کی بی بی نے بچانے کے لئے ہاتھ اٹھایا انکی بھی دو انگلیاں شہید ہوگئیں، مروان۔ سعید۔ ولید اور اکثر غلام گھر میں موجود تھے کوئی آڑے نہ آیا بلوائی کیواڑ جلاکر گھر میں گھس آے لاش نکالکر باہر ڈالدی لٹیروں نے گھر کا مال لوٹا مٹھائی گیروں نے اباب سمیٹا۔ طلحہ نے بیت المال

کا صفایا کیا غداروں نے تین روز تک لاش اُٹھنے نہ دی کتوں نے میت کی دُرگت بنائی حضرت علی نے سُنا تو اس ممانعت کو روکا۔ چوتھے روز جانوروں کی نوچی کھسوٹی لاش تین دن کی بگڑی میت بُری گت سے اُٹھائی گئی مسلمانوں نے اپنی قبرستان میں دفن نہ ہونے دی مجبوراً حش کوکب کی خاک میں بے غسل و نماز چھپا دئے گئے پانچ روز تک اسلام بے خلافت اور مسجد نبوی بے امامت رہی حضرت عثمان کے قتل ہوتے ہی لوگوں نے حضرت علی سے بیعت پر اصرار کیا۔ آپ نے دین میں دنیا کا لگاؤ دیکھا انکار فرمایا بصرے والوں نے طلحہ کو تجویز کیا کوفے کے عوام زبیر بن عوام پر ریجھے مدینے کے باشندے سعد بن وقاص کی جانب مائل ہوے۔ مگر انصار و مہاجر مصر کا گروہ کوفے کے اکابر حضرت علی کی بیعت پر اڑے رہے۔ ایسی یورش کی کہ کشمکش میں آپ کی ردا پھٹ گئی، نعلین ٹوٹ گئی ہجوم میں حضرات حسنین کچل گئے، حتیٰ کہ خلو ر خلافت کے لئے جو نتیجے عثمان کے ہوے وہی سامان انکار خلافت میں علی کے واسطے نظر آنے لگے بعض جوش جہالت میں کہہ اُٹھے کہ خلافت کا خلو آپ کے تعین کے واسطے ہم نے کیا ہے، آپ نے سرکشوں کی سخت گیری سے مجبور ہو کر فرمایا، اگر تم مجکو اپنے اوپر حکمران بنانا چاہتے ہو تو میں تمہارا محکوم بن کر نہ رہوں گا۔ اور بغیر طلحہ اور زبیر کی بیعت کے خلافت کی آفت کو اپنے سر نہ لونگا اُن لوگوں نے طلحہ اور زبیر کو ابھارا یہ دونو خود خلافت کے حریص تھے۔ مگر ملک کی بدنظمیاں حکومت میں طوائف الملوکی مصریوں کے اُدھم مدینے کے غدر سے خائف ہو کر تائب ہو بیٹھے تھے۔

۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ جمعہ کے روز مسجد میں سب کا مجمع ہوا حضرت علی کو بھی گھیر گھار کر لائے بیعت کی التجا کی آپنے فرمایا معاف رکھو مجھے خلافت کی حاجت نہیں ہے طلحہ اور زبیر تم میں موجود ہیں اُنکی بیعت کرلو میں بھی راضی ہوں طلحہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ خلافت کے لئے تم زیادہ موزوں ہو، طلحہ نے کہا ابوالحسن! تمھارے ہوتے معاذاللہ مجھے کیا حق ہے۔ اور آگے بڑھ کر ہاتھ تھام لیا زبیر نے بھی ہاتھ بڑھایا مگر آپ خلافت کی قباحت کو خوب سمجھے ہوئے تھے راضی نہوئے طلحہ اور زبیر نے بہت اسرار کیا، ایفاے عہد اور استقلال پر دونوں نے شدید قسمیں کھائیں اور بیعت میں سبقت کی مصروانے انہماک سے ٹوٹ پڑے، تمام مہاجر وانصار و اصحاب نے بیعت کی۔ مگر سعد وقاص نے کہا میں اُس وقت بیعت کرونگا جب غیر حاضر بھی بیعت کر چکیں گے اور ضمانت دے کر مخالفت سے مطمئن کر دیا،

عبداللہ بن عمر بھی دست کش رہے لوگوں نے اُن کو گھیرا اور ضمانت چاہی حضرت علی نے فرمایا: جانے دو' انکا میں خود ضامن ہوں' یہ سوتے جاگتے یکساں ہیں'

گروہ معتزلہ جو دور عثمانیہ میں وصول صدقات پر متصرف تھا روپوش رہا، بعض اصحاب نے بھی بغلیں جھانکیں مروان سعید ولید منہ چرائے بھاگتے پھرے غرضکہ خاندان فاروقیہ اور گروہ عثمانیہ اور آل عبدالدار نے بیعت نہیں کی، بنی امیہ کی میدانی مدینہ سے شام کو اسی دن سے چلنا شروع ہو گئی۔ مروان، سعید،

---

۵۱ حسن اتفاق سے ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ وہی تاریخ وہی مہینہ تھا جب کہ آنحضرت نے غدیر خم کے مقام پر ۲۵ برس پہلے حضرت علی کو ولیعہد بنایا تھا۔

ولید ہنوز موجود تھے۔ حضرت علی نے طلب فرمایا۔ بیعت سے مخالف کی وجہ پوچھی۔ ولید نے کہا: ابوالحسن! کس دل سے تمہیں دوست رکھیں۔ کس امید پر تمہاری بیعت کریں۔ بدر میں ہمارے بزرگوں کو مارا۔ اُحد میں ہمارے سرگروہوں کا قلا قمع کیا۔ دلوں میں گھاؤ۔ کلیجوں پر داغ ہیں۔ مجھے سزا دلائی، مروان کو موقوف، سعید کو معزول کرایا، تمام بنی امیہ کے حق میں جو کچھ کیا اچھا نہ کیا، عثمان کو نرغۂ اعدا میں گھرا چھوڑا، گھر میں کشیدہ بیٹھے رہے۔ مدد نہ کی، ہمارے سینے کینے سے لبریز ہیں، کیونکر دل صاف کریں، مگر آپ کو جیں بجبیں پایا سہم کر بیعت کرلی حضرت علی نے انکی مخالفانہ اقوال کے چرچے سنے۔ دلوں میں صفائی نہ پائی، بلاکر فرمایا، تمہارے دل اگر خوش نہیں ہیں تو جہاں خوشی ہو جاؤ میں مانع نہیں ہوں

خلافت ہوتے ہی پیچیدہ معاملات پیش آنے لگے، مدینہ کی ایک جماعت مصر و کوفہ والوں سے خون عثمان کا قصاص لینے اُٹھی آپ نے فساد برپا ہوتے دیکھا سمجھا بوجھا کر بٹھا دیا فرمایا تم لوگ اپنے اپنے ٹھکانوں بیٹھو۔ وارثان عثمان کو مدعی بناؤ اُن سب نے کہنا مان لیا استغاثہ دائر ہوا نائلہ اور مروان کو گواہ دیا۔ نائلہ نے دو شخص قاتل بتائے نام و نشان نہ بتا سکیں مروان بیعت سے منہ چرائے بھاگے بھاگے پھرا کئے شہادت مین پیش نہیں ہوے آپ نے قاتلون کی گرفتاری کو تحقیقات کی تکمیل پر موقوف رکھا، اور مستغیثون کو ہدایت فرمائی کہ پہلے پسران عثمان میری بیعت کریں۔ مجھے اپنا امیر مانین پھر مجھ سے انصاف کے طالب ہون اِسکے بعد بیت المال کے جائزہ پر توجہ فرمائی، بیت المال مین حضرت عثمان کی سیر چشمی اور مروان کی

دست اندازیوں نے چھوڑا ہی کیا تھا۔ رہا سہا غدر کی لوٹ مین ظلمہ نے کھسوٹ لیا
ان دست بردیون سے بچا کھچا خازن نے لاکر سامنے رکھ دیا۔ آپ نے سلمانوں
کو جمع کیا، فرمایا۔ مہاجرین و انصار کا دعوے ہے کہ حب رسول اور دین کی
امداد میں ہم سب سے افضل اور اشرف ہیں بے شک صحیح خیال ہے۔ مگر جہد
بالاسلام کا تھوڑا صلہ مال غنیمت سے ملتا ہے اور بہت کچھ دربار عزت سے
فردائے قیامت کو ملے گا۔ خصوصاً پرہیزگاروں کے لئے تو بہتر اجر ہے۔
دنیائے ناپائدار اس کا محل جزا نہین ہے، یہان جس نے دعوت اسلام قبول کی
اور کلمۂ شہادتین پڑھ کر مسلمان ہوا۔ وہ اسلام کے جملہ حقوق اور حدود کا مستحق
ٹھہرا بیت المال کا مال تمام سلمانون کا حق ہے۔ سب پر یکسان تقسیم ہوگا۔
کسی کو کسی پر ترجیح نہین ہے، محتاج ہو یا غنی۔ عربی ہو یا عجمی۔ غلام ہو یا
آزاد۔ پہلے کبھی ملا ہو یا نہ ملا ہو۔ اس تقسیم سے محروم نہ رہنے کا تم
مین سے جو لوگ دولت کے حریص، دنیا کے خواہان۔ ہوس مین آلودہ۔
نمائش میں غرق آسائش میں مدہوش آرام کے طالب قصرہائے نفیس، فرشہائے
پرتکلف، پردہائے رنگین، زرق برق پوشاک نہرہائے مصفا سرسبز و
شاداب درختوں میں دل خوش ہیں۔ اور مرکبہائے تند و تیز پر سوار ہوتے
ہیں۔ خدمت کو خوبصورت باندیاں زریں کمر غلام رئیسانہ ٹھاٹھ، امیرانہ
کروفر سامان عیش و راحت ادعائے حکومت ذرائع شان و شوکت رکھتے
ہیں کل جب وہ ممنوعات سے روکے جائیں اور حقوق واجبہ کے لئے بلائے
جائیں تو علی کو نام نہ رکھیں کہ ہمارے مراتب اور فضائل سابقہ کا لحاظ نہیں کیا
یہ فرماکر ضروریات ملکی کے لئے کچھ حصہ نکال لیا باقی مال سب پر تقسیم کر دیا۔

ہر ایک اپنی قسمت کے تین تین درم لیکر انصاف کا مشکور ہوا۔ مگر سعید، ولید، مروان جو سالہا سال سے آئین رسول و مساوات بین الاسلام کو بھول گئے تھے اور تقسیم بالمدارج کے عادی ہو گئے تھے یکسان تقسیم میں اپنا خسارہ سمجھے۔ مدینہ بھر میں طرح طرح کی چہ میگوئیان چھانٹتے پھرے۔ آپکو اطلاع ملی، خاطر اقدس کو ملال پہونچا۔ مگر تحمل فرمایا۔

۲ محرم ۳۶ھ جمعہ کی جماعت میں ممالک کے امرا۔ صوبون کے عامل۔ اصحاب نبی۔ قرابت داران رسول کا مجمع تھا مخاطبہ فرمایا کہ ایمان والوں۔ ہزارہا مخلوق الٰہی پر فرماں روا بنائے جاؤ گے خدا کو کسی حال نہ بھولنا۔ توحید کا اظہار۔ شرکت کا انسداد۔ فرمان الٰہی کی تعمیل۔ ارشاد رسالت کی تکمیل کرنا ابنائے زمانہ کو مراسم جاہلیت سے روکنا۔ آئین اسلام پر خود چلنا دوسرون کو چلانا، اصول شریعت کو مقدم احکام الٰہی کو رہنما، عقل کو پیش رو، سچائی کو ہم دم نیکی کو دستور العمل بنانا قول و فعل میں مطابقت رکھنا، اپنے مراتب پر مغرور نہو جانا کہ اورون کی خدمت گذاری پر مامور ہو۔ اپنی کارگذاریوں پر نازاں نہونا کہ تدبیر تقدیر (اتفاقات) کی ماتحت ہے، ملک سے باخبر مفسدوں سے ہوشیار رہنا سرداران قبیلہ کی عزت کرنا، ذی کمال اور اہل الرائے سے اپنی مجالس کو رونق دینا سفیروں سے اخلاق۔ مہمانوں کی تکریم۔ نکوکار و خیر اندیشوں سے محبت، ذی فہم اور اہل عقل سے صحبت صاحبان اثر سے ربط ضبط سرحدی جرگوں سے میل ملاپ رکھنا ملکی کاروبار کو مشورے سے کرنا نظام حکومت سے رعایا کو رضی، ماتحتوں کو خوش بدعملی سے قلمرو کو محفوظ رکھنا۔ جہلاسے میل جول، بے وقوفوں سے خلا ملا نہ کرنا، کمینوں کو منہ نہ لگانا، نااہلوں کو سر نہ چڑھانا، بازار یا بازاریوں میں نہ بیٹھنا، ذاتی اغراض،

نفسانی خواہشوں کو روکے تھامے رہنا، اوقات کو ضائع، وقت کو رائگان نہ کرنا، عیش و عشرت میں مدہوش، لہو لعب میں مستغرق، بداعمالیوں میں غلطاں پیچاں نہ ہوجانا، امراء، عامل۔ صاحبان خراج۔ مالگان عشور۔ صاحبان احداث۔ قضات افسران افواج کو لازم ہے کہ عمال کے طرز عمل پر نظر رکھیں، ماتحتوں کے بھروسے کام کو بالکل نہ چھوڑ دیں۔ موقع محل سے دیکھتے بھالتے رہیں۔ لغزشوں میں سنبھالیں۔ مگر ذرا ذرا سے کام میں خوردہ گیری، بات بات میں نکتہ چینی، کام کرنے والوں کو سخت گیری سے عاجز کارگزاروں کو اعتراضوں سے بد دل۔ عملے کو جان بنان سے پریشان۔ خوش کرداروں کو تند مزاجی سے ناخوش نہ کریں۔ معمولی قصور پر چشم نمائی۔ سہو اور خطا سے درگزر، بھول چوک سے چشم پوشی کریں۔ خطائے عمد پر نیت کے اندازے سے سزا دیں، سزا دیتے وقت مجرم کی جسمانی قوت اور مالی حیثیت کا اندازہ کرلیں، غصہ میں اعتدال، خوشنودی میں میانہ روی اختیار کریں۔ رعایا سے مراعات، مزارعین کی نقادی سے امداد۔ آبپاشی کی فراوانی، زراعت کی توسیع، باغات کی سرسبزی، رعایا کی خوشحالی، باشندوں کے آرام کا بندوبست رکھیں۔ خراج کی تشخیص جزیہ کا تعین، بازاروں کی دیکھ بھال، نیک نیتی سے لگائیں۔ مقررہ محاصل سے زائد نہ لیں، بے موقع سختی، یا زیادہ ستانی ہرگز نہ کریں،

جن عہدہ داروں کو فیصلے، تقرر، موقوفی، بحالی، ارتقے، باندھنے، معافی دینے، بخشش کرنے کے اختیارات دیئے جائیں۔ ان کو صفائے نیت اور غیر جانب داری کی بہت ضرورت ہے۔ انصاف کے وقت اپنا، بیگانہ

امیر، غریب، شریف، رذیل، سب کو برابر جانیں، مستغیثوں کی درخواست
بے روک ٹوک لیں، ستم رسیدوں کی فریاد توجہ سے سنیں، حق دار کا حق، ظلم
کی داد اختیار سے دیں، اثر سے دلائیں، ظالم کی خبر لیں، مظلوم کی حمایت کریں،
اہلِ حاجت کو نہ جھڑکیں، یتیموں کی خبر گیری، بیواؤں کی دست گیری، محتاج
پر رحم، مصیبت زدہ کی دلداری، بیمار کی عیادت، ناامیدوں کی دلجوئی کریں۔
مایوس کو تسلی دلاسا دیں، بیکسوں کے پرسان حال رہیں، ضرورت مندوں سے
مسلوک ہوں، مگر اصراف بیجا کا خیال رکھیں۔ عطائے بے محل سے بیت المال
کو خالی، قوم کو کاہل، کاہلوں کو طامع، مفت خوروں کو مجہول، تندرستوں کو
گدائی کا عادی نہ بنائیں۔ مجبور لاچار، اپاہجوں پر خیر خیرات کریں۔ خدمت
کا معاوضہ دیں، حسن خدمت پر انعام بخشش روا رکھیں۔ نیک کاموں میں
شرکت، دینی باتوں میں اعانت کریں، رفاہِ عام میں مدد دیں، تعلیم میں
امداد کریں، واعظوں کے معین، علماء کے کفیل حال رہیں۔ امکان ہو تو
سائل کا سوال رد نہ کریں۔ مگر ضرورت کی حقیقت سوال کا اندازہ مدنظر رکھیں۔

دیندار امیرو ــــ سلطنتوں کے پیام، ایلچیوں کے مقاصد، سفیروں
کی رائے، ماتحتوں کی عرضداشت، واقعہ نگاروں کی اطلاع، پرچہ نویسوں کی
خبر کان دھر سننا، عمل کرنا تو سمجھ بوجھ لینا، یقین لانا تو تحقیق کر لینا، واقعات
سے خود باخبر، مجھ کو خبر دیتے رہنا، صاحبان امر کو لازم ہے کہ قلمرو میں برابر دورہ
کریں، ماتحتوں کی نگرانی، ظلم و تشدد، زیادتی کا انسداد رکھیں۔ سفر میں سبکبار
چلیں۔ بیگاریں مزدور، اونٹ، گھوڑے، خچر، باربرداری کے مرکب اجرت پہ
رضامندی سے لیں۔ کسی چشمہ یا چاہ سے پانی لیں تو مالک پر سبقت نہ کریں۔

رسدلیں تو قیمت دے کر لیں۔ ملک کو رونق، معلومات کو ترقی، نوآبادیات اور درسگاہوں کو بڑھاتے رہیں۔ محتاجوں کے لئے لنگر خانے، مسافروں کے لئے مہمان سرائیں، قافلوں کی گذرگاہوں پر چوکیاں، کوچہ و بازار پلوں گھاٹوں، اور پُرخطر راہوں پر پہرے رکھیں۔ سوداگروں اور مسافروں کی حفاظت کے لئے آبادیوں کے عمائد پر۔ واردات کی ذمہ داری کا بار ڈالیں، چور چکار، اچکے، اٹھائی گیروں کے لئے طلایہ کا بند و بست رہے، لاوارث مال اگر کم ہے تو کسی معتبر کی سپردگی میں، زیادہ ہو تو بیت المال میں امانت کریں۔ بیت المال کا حساب صاف، کاغذات مرتب، محافظوں کی نگرانی رکھیں۔ مفتوحہ قوم نے ملک گیری کے وقت اگر تم سے مجادلہ کیا ہو تو ملک داری کے وقت اس کا بدلہ نہ لینا۔ وہ تلوار کا وقت تھا اب اخلاق کا موقع، حسن سلوک کا محل ہے۔ رعایا کی آبادی میں کشادگی، افواج کی چھاونیوں میں حفظان صحت کا بہت لحاظ رہے۔ انکی ضرورتوں سے غافل ہو جانا، فوجی گھوڑوں کی نگرانی، باربرداری کے بے زبانوں کی دیکھ بھال خود کرنا، لاپروائی نہ کرنا، خدا سے ڈرنا۔ امید رکھتا ہوں کہ احکام کی تعمیل اصول کی پابندی، عادتوں کی خوش نمائی، خصائل کی خوبیوں سے تم عامہ خلائق کو خوش، مجھے مسرور رکھو گے۔ تم جس قدر استقلال، توجہ، محنت، انصاف رحم، حلم، صداقت، صفائی قلب، تقوی، تواضع، اخلاق، انکسار کرو گے خیر و برکت کے حدود میں بہ آسانی پہونچو گے، میری ہدایت تم کو نصیحت اور حکومت کے لئے قانون ہے، عنداللہ میں جواب دہ، تم ذمہ دار ہو۔

حضرت علی ملکی انتظام فرمانے لگے تو طلحہ اور زبیر نے بصرے اور کوفے کی
امارت کیلئے استدعا کی آپ نے کچھ جواب نہیں دیا جعدہ اپنے بھانجے کو
خراسان کی امارت کا فرمان دیا اور ناجیہ کی امارت عبدالرحمن بن ابیزی
کو عنایت کی فارس میں زیاد بن سمیہ کو بحال رکھا، کیونکہ وہاں کی رعایا انکو سیاست
میں نوشیرواں عادل مانتی تھی، بصرے کی گورنری سے عبداللہ عامر
معزول ہوے اُن کی جگہ عثمان بن حنیف بھیجے گئے۔ رعایا نے ان کی اطاعت
قبول کرلی، کچھ لوگ طلحہ کے انتظار میں مذبذب رہے مگر رخنہ انداز نہیں
ہوے بحرین کی حکومت عبید ابن عباس کو دی تہامہ کا تاج امارت
ساطہ بن عباس کو بخشا عون بن عباس کو اہل یمامہ کا مقتدا کیا حرم محترم
کا منصب سقایہ اور چاہ زمزم کی حفاظت قثم بن عباس کو عطا فرمائی
یمن بن یعلی بن منیہ کا عزل اور عبداللہ ابن عباس کا تعین فرمایا یعلی
نے اپنی معزولی کی خبر پائی۔ چارسو اونٹوں پر بیت المال کا خزانہ لاد پھاند
پہلے ہی سے نکل بھاگے۔ عبداللہ بن عباس پہونچے تو باشندگان یمن نے
گرم جوشی سے انکا خیرمقدم کیا۔ مصر سے عبداللہ ابن ابی سرح کو معزول کیا
اور قیس بن سعد بن عبادہ کو تعینات فرمایا مصریوں نے ان کی امارت تسلیم
کرلی فرقہ عثمانیہ البتہ متامل رہا قیس نے مصلحتاً اُن کو اُنکی حالت پر چھوڑا
کچھ مزاحم نہیں ہوے کوفے میں ابوموسیٰ اشعری کی امارت تھی۔ عمارہ ابن
شہاب بھیجے گئے۔ راستے سے مخالفت کی خبر پاکر لوٹ آئے۔ اور اطلاع
دی کہ شام فساد کا گھر ہے۔ اور کوفہ اُسکا پھاٹک ہے۔ پھاٹک پر باغیوں کا
پہرہ ہے۔ شام میں معاویہ ابن ابی سفیان کا دور دورہ تھا۔ سہیل ابن حنیف
انصاری بھیجے گئے۔ راہ میں معلوم ہوا کہ شام والے معاویہ کے سوا اور کو

نہیں چاہتے، کامیابی نہ دیکھی، منزل تبوک سے واپس آئے، مغیرہ نے عرض کی کہ شام کا فرمان معاویہ کو بھیجدیا جائے، شاید اِس سلوک سے وہ صلاحیت پر آجائے۔ فرمایا۔ ہاں صلاح نیک دی، مگر فرمان عزتؔ، وماکنت متخذ المضلین عضدا معاویہ پر مراعات کو مانع ہے، عاملوں کی واپسی سے کوفے اور شام کی مخالفت کا اندازہ ہوگیا ہنوز کوئی انتظام ان سرکش صوبوں کا تجویز نہوا تھا کہ طلحہ اور زبیر نے اپنی استدعا کو پھر چھیڑا، آپ نے فرمایا جب آپ ایسے لوگوں کو ادھر ادھر بھیجدوں تو انتظام مملکت میں مشورے کس سے لوں گا۔ اس جواب سے دونوں کا دل کھٹکا، حکومتوں سے مایوسی ہوئی زیارت کعبہ کے بہانے مکہ جانے کی اجازت چاہی آپنے فرمایا، حج کا موقع گزر گیا، اب تمہارا مقصود زیارت کعبہ نہیں ہو سکتا، معلوم ہوگیا بیعت توڑنا چاہتے ہو اپنے فعل کے مختار رہو طلحہ اور زبیر ہم صلاح ہو کر حضرت عائشہ کی جانب مکہ روانہ ہوے۔ اِدھر حضرت عائشہ حج سے فارغ ہو کر مدینہ واپس ہو رہی تھیں کہ راستہ میں محمد بن اسلمہ جاتے ملے اُن سے مدینے کے حالات پوچھے انھیں نے کہا عثمان مارے گئے، حضرت عائشہ کی باچھیں کھل گئیں، فرمایا الحمد للہ الذی قتلہ پھر پوچھا خلافت کا کیا حشر ہوا۔ ابن اسلمہ نے کہا علی خلیفہ ہوے، سنتے ہی رُخ بدل گئے، فرمایا کاش آسمان پھٹ پڑا ہوتا کہ میں ایسی دلسوز خبر نہ سنتی، اور یہ بُرے دن دیکھنے میں نہ آتے۔ واللہ ایک دن عثمان کا علی کی تمام عمر سے بہتر تھا۔ پھیرو، پھیرو، اونٹ کو پھیرو۔ میں مدینہ ہرگز نہ جاؤنگی۔ علی کی خلافت کے لیے عثمان کو قتل کیا گیا ہے۔ میں ضرور اس

خون ناحق کا قصاص لونگی اُلٹے پیروں مکہ واپس گئیں دو چار دن بعد طلحہ اور زبیر مکہ پہونچے تو حضرت عائشہ کو علی سے عناد مین بامراد پایا سب سے زیادہ اپنے صاحبزادے عبداللہ ابن زبیر کو سرگرم انتقام دیکھا بات بن پڑی اتفاق دیکھیے یعلی بن منیہ بھی یمن کے خزانے سے لدے پھندے مکہ پہونچ گئے طلحہ اور زبیر نے ان کو جا گھیرا جنگی مصارف کے لئے مالی امداد مانگی یہ یمن کی معزولی سے جلے بھنے، دل میں دشمنی کی گرہ گرہ مین مفت کا مال تھا بے دردی سے اُٹھانے لٹانے کو تیار ہو گئے تین لاکھ نقد، ایک ہزار اونٹ اور ایک خاصے کی سواری کا ناقہ عسکر نام حضرت عائشہ کو نذر دیا۔ تاریخ اسلام مین (جنگ جمل اسی اونٹ سے نامزد ہے)۔

عثمانی گورنر عبداللہ عامر بھی بصرے سے کچھ لے دے کر نکلے تھے، وہ بھی حضرت عائشہ سے آملے اور بصرے چلنے پر سب کو آمادہ کر لیا، حضرت زبیر جنگی معاملات مین بہت تجربہ کار تھے سامان حرب اور ترتیب افواج مین مشغول ہوے۔ طلحہ مکہ والون کو بہکانے نکلے حضرت عائشہ نے بھی حاجیون کو مشتعل کیا، عبداللہ بن عمر ام المومنین حفصہ اور جناب ام سلمہ یہ سب حج کو آے تھے اور اس وقت تک مکہ مین موجود تھے، طلحہ اور زبیر نے عبداللہ بن عمر کو قصاص کے بہانے اُبھارنا چاہا انھین نے جواب دیا اے خواجہ گان مجھے فریب نہ دو، جیسا لومڑی نے خرگوش کو پھسلا کر سوراخ سے نکالا اور شیر کے منہ میں دیدیا میں تمھارے بہکانے سے کاے شیر کے منہ میں ہرگز نہ جاؤنگا مگر حضرت عائشہ نے حضرت حفصہ کو بہلا پھسلا کر راضی کر لیا لیکن عبداللہ بن عمر جب گھر میں آے حضرت عائشہ کی تشریف آوری بصرے ساتھ چلنے

کا باہم اقرار مدار سنا، بہن پر بہت خفا ہوئے، اور اُن کو اِس ارادے سے
جبراً باز رکھا جناب عائشہ حضرت ام سلمہ سے بھی ملنے آئین ام سلمہ مطلب
سمجھ گیئن فرمایا اے بنت ابوبکر آج کیا جاتی دنیا دیکھی جو تکلیف فرمائی،
حضرت عائشہ نے تالیف قلوب کے لہجے مین فرمایا آپ آنحضرت کی وہ باعظمت
بی بی ہیں جنکو بمقابلہ اوروں کے ہجرت کا بھی شرف ہے علی کی خلافت
کے لئے امیرالمومنین عثمان کا ناحق خون کیا گیا ہے۔ میرا ارادہ اُسکے قصاص
کا ہے، چاہتی ہون کہ آپ بھی میرا ساتھ دین۔ حضرت ام سلمہ نے فرمایا
عائشہ! ابھی کل کی بات ہے کہ مدینہ میں تم عثمان کو کافر اور نعثل بتاتی تھیں
اُن کے قتل کا فتوے لگا کر حج کو آئیں تھیں آج کیا مہربانی ہے کہ تم
اُن کو امیرالمومنین اور مظلوم کہہ رہی ہو اور قصاص کی بھی طلبگار ہو تمہارا
اُنکا کیا تعلق تم بنی تیم وہ بنی کلاب مگر یہ کہ علی کی خلافت سے عداوت
کی جلن دل میں پورانی کھولن ہے خدا کی قسم تم خوب جانتی ہو کہ علی کو
صورت، سیرت، قرابت میں آنحضرت سے یگانگت ہے۔ اے عائشہ،
ناحق علی سے لڑائی نہ ٹھانو۔ میرا کہنا مانو۔ مسلمانوں میں باہم کشت و خون نہ کراؤ
اپنے چچازاد بھائی طلحہ اپنے بہنوئی زبیر اپنے بھانجے عبداللہ ابن زبیر کے
ورغلانے میں نہ آؤ اُن کے فریب سے بچو یقین مانو وہ تم کو اِس فعل کے وبال
سے نہ بچا سکیں گے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ہاتھوں تمھاری خرابی کے لچھن ہیں
کیا تمھیں یاد نہیں آنحضرت کا ارشاد کہ اے حمیرہ ایسا نہو کہ علی کی عداوت مین
باغیوں کی شریک ہو اور حواب کے کتے تجھ پر بھونکین، کیا بھلا دیا یہ
فرمان کہ گھر میں بیٹھی رہو، باہر نہ نکلو، لوگوں پر ظاہر نہو، حضرت عائشہ نے

نادم ہو کر تسلیم کیا، حضرت ام سلمہ نے فرمایا، کیا بھول گئیں حجۃ الوداع میں غدیر خم کے مقام پر آپ کا فرمانا کہ جس کا میں مولا ہوں اسکا مولا علی بھی ہے۔ خدایا دوست رکھ اُس کو جو دوست رکھے علی کو اور دشمن ہو اسکا جو دشمن ہو علی کا۔ مجھے تو یہاں تک ارشاد یاد ہے کہ علی میری زندگی میں اور میرے بعد میرا خلیفہ ہے، ابن زبیر دروازے سے لگے کھڑے سُن رہے تھے چلا کر بولے ہم نے تو نہیں سنا، حضرت ام سلمہ نے فرمایا، تو نے نہیں سُنا تو نہ سُن، تیری خالہ نے تو سُنا ہے، پوچھ لے، حضرت عائشہ نے کہا ہاں سچ ہے۔ اِس گفتگو سے حضرت عائشہ بہت پشیمان ہوئیں، اور عزیمت کو فسخ کر دیا اپنے مقام پر واپس آئیں تو عبداللہ ابن زبیر بہت روئے پیٹے، کہا خالہ اگر تم ساتھ نہ چلو گی تو میں سر و پا برہنہ جنگل کو نکل جاؤں گا اور اپنی جان دے دونگا، مگر حضرت عائشہ نے نہ مانا سامان جنگ ہو چکا تھا، زبیر لشکر لئے تیار تھے، فقط کوچ کی دیر تھی۔ حضرت عائشہ راضی نہ ہوئیں تو ابن زبیر نے حیلہ بنایا روٹھ کر نظر سے اوجھل ہو گئے ساتھ کے ارباب مکر نے گھلڑ مچادیا کہ ابن زبیر اکیلے پا پیادہ بے زاد راہ بصرے چلے گئے طلحہ اور زبیر نے آکر حضرت عائشہ کو سمجھایا کہ عبداللہ زبیر کو روکا نہ جائے گا تو راہ میں تنہا ہلاکت کا خطرہ ہے حضرت عائشہ لاولد تھیں، عبداللہ زبیر حقیقی بھانجے اور منہ بولے فرزند تھے دم ہوش جاتی تھیں الفت میں وارفتہ ہو کر چل کھڑی ہوئیں دوسری ہی منزل میں ابن زبیر سامنے آموجود ہوئے کچھ دور چل کر حضرت عائشہ نے زید بن صوحان کو بصرے خط لکھا کہ اے فرزند صوحان تمھارے باپ قوم میں سردار تھے تم بھی اپنے باپ کے قدم بقدم ہو اور خدا کے فضل

سے قوم پر سردار ہو یقیناً تم نے امیر المومنین عثمان کا واقعہ جانکاہ سنا ہوگا، ہم خون عثمان کا قصاص لینے آرہے ہیں تم بھی تیار رہو۔ لوگوں کو علی کی شرکت سے روکے تھامے رہنا۔ ہمارا انتظار کرنا۔

زید نے جواب میں لکھا کہ اے عائشہ خدا نے ایک بات کا تم کو حکم دیا ہے اور ایک بات کا ہم کو تمھیں حکم ہے کہ گھر میں بیٹھی رہو ہمیں حکم ہے کہ مخالفین سے اُس وقت تک قتال کریں کہ فتنہ فرو ہو جاے تعجب ہے کہ جس بات کا تم کو حکم ہے اُس کو تم نے ترک کیا اور جس امر کا ہم کو حکم ہے اُس سے ہم کو روکنا چاہتی ہو راہ میں مروان۔ مغیرہ سعید ولید بھی لشکر عائشہ سے آملے یوں تو طلحہ اور مروان میں سخت عداوت تھی مگر حضرت علی کی مخالفت مین موافقت ہو گئی، حضرت ام سلمہ نے ساری سرگزشت حضرت علی کو لکھ بھیجی عائشہ سے اپنی ملاقات باہم گفتگو انکا ارادہ عثمان کے خون کا علی سے قصاص طلحہ اور زبیر کے جنگی منصوبے عائشہ کی جانب عام رجوعات فوج کی کثرت، یعلی بن منیہ کی درمے، قدمے شرکت، ابن زبیر کی ہٹ اور فطرتی چال، عبداللہ عامر کے ساتھ بصرے کو مع لشکر روانگی سب مشرح لکھی، یہ بھی لکھا کہ میں اس سفر میں ضرور تمھارے ساتھ چلتی، مگر حکم سے معذور ہوں اپنے عوض اپنے لخت جگر عمر کو خدمت کے لئے بھیجتی ہوں، خدا تمھارا مددگار رہے۔

ام الفضل زوجہ عباس نے بھی مکہ کے تمام واقعات اور جناب عائشہ کے مفصل حالات سے حضرت علی کو اطلاع دی اور اپنے فرزندوں کو

رکاب میں حاضر رہنے کی تاکید فرمائی۔ حضرت عائشہ کا لشکر چلتے چلتے چشمۂ حواب پر پہونچا۔ سواروں کی آہٹ پاکر بنی عامر کی آبادی کے کتے بھونکنے لگے، میدان کی خاموشی، رات کا سناٹا، کتوں کی آواز صاف حضرت عائشہ کے کانوں تک آنے لگی۔ جب کتے بھونکتے ہوئے اونٹ کے ساتھ ساتھ ہوئے۔ تو حضرت عائشہ نے پوچھا یہ کون مقام ہے دلیل ساتھ تھا۔ بولا حوابؔ حضرت عائشہ کو حدیث یاد آگئی، مضطرب ہوکر فرمایا' پلٹاؤ، پلٹاؤ، میں ہرگز آگے نہ بڑھونگی یہ چشمۂ حواب ہے یہاں کے کتے مجھ پر بھونک رہے ہیں، اپنے اونٹ کو مار کر بٹھا دیا دہنے بائیں طلحہ و زبیر پیچھے ابن زبیر ساتھ تھے، کہا خدا کی قسم یہ حواب نہیں ہے دلیل جھوٹا ہے۔ دلیل سے حجت تکرار ہونے لگی ہشت مُشت تک نوبت پہونچی ساتھ کے مکاروں نے قسمیں کھائیں، بات کہتے کہتے پچاس جھوٹی گواہیاں پیش ہوگئیں، اتنے جھوٹوں کے آگے سچا دلیل ذلیل ہوگیا (مورخین لکھتے ہیں کہ اسلام میں سب سے پہلے جھوٹی شہادت یہی ہوئی ہے) گواہیوں سے حضرت عائشہ کی دلجمعی ہوگئی، آخر ربیع الثانی ۳۶ھ تک بصرے پہونچ کر باب المصرہ پر لشکر خیمہ زن ہوا۔ عبداللہ بن عامر اور طلحہ نے تھوڑی فوج سے شہر پر حملہ کردیا۔ عثمان بن حنیف انصاری مدافعت کو مقابل ہوے۔ مگر لڑائی کی نوبت نہیں آئی، چال سے گرفتار کرلئے گئے اُن کی داڑھی مونچھوں کے بال اُکھاڑ لئے سر مونڈ شہر سے نکال دیا، دارالامارت اور بیت المال پر قبضہ کرلیا۔ پھر حضرت علی کے طرفدار قبیلہ بنی عبدالقیس کے ستر آدمیوں کو ڈھونڈھ ڈھونڈ کر تہ تیغ کیا

جنگ جمل

افواہاً سنا جاتا تھا۔ مگر جناب ام سلمہ اور ام الفضل کے خطوط سے تصدیق ہوگئی کہ حضرت عائشہ اور طلحہ و زبیر نے خروج کیا ہے۔ حضرت علی نے صحابہ کو جمع کیا۔ خطوں کے مضمون سنائے، اصحاب کا استمزاج لیکر فوج کو تیاری کا حکم دیا، مدینہ کا چارج فضل بن عباس کو دیا گورنران ممالک کو اپنی روانگی کی اطلاعیں دیں چار ہزار اہل مدینہ ہمراہ ہوئے، عبداللہ عباس بھی اپنے نائب کو یمن کا چارج دے کر آن پہونچے رایت لشکر اپنے صاحبزادے محمد حنفیہ کو عنایت کیا، میمنہ، میسرہ پر حسنین، سواروں پر عمار یاسر پیادوں پر محمد بن ابوبکر کو سردار بنایا قلب میں خود تشریف فرما ہوئے۔ مقدمۃ الجیش عبداللہ عباس بنائے گئے شروع ربیع الثانی ۳۶ھ میں مدینہ سے ہمیشہ کے لئے وداع ہوئے ایسی ساعت گھر چھوڑا کہ پھر کر آنا نصیب نہ ہوا، کوکب ہمایوں کوچ مقام کرتا ہوا ذیقار پہونچ کر خیمہ زن ہوا، یہاں سید التابعین اویس قرنی نہایت ضعیف و نحیف زادراہ پیٹھ پر باندھے، پانی کی چھاگل گلے میں لٹکائے پاپیادہ حاضر ہوئے، اور بیعت کا شرف حاصل کیا بصرے سے زید بن صوحان اور کوفے کے بعض اہل عقیدت حضرت علی کی خدمت میں یہاں حاضر ہوگئے، باقی لوگ ابوموسیٰ کی وجہ سے رکے تھے رہے قعقاع بن عمر بصرے میں بہت صاحب اثر تھے، فیما بین اصلاح کی غرض سے پہلے حضرت عائشہ کے پاس گئے، پوچھا آپ مدینہ چھوڑ کر کیوں تشریف لائی ہیں فرمایا خون عثمان کا قصاص اور مسلمانوں کی اصلاح مقصود ہے، یہ جواب سنکر طلحہ اور زبیر سے ملے، یہاں بھی وہی جواب پایا، قعقاع نے کہا: دونوں

باتیں ایک دوسرے کی ضد ہیں، جب قصاص لیا جائیگا تو ایک کے دس اور دس کے سو طرفدار کھڑے ہو جائیں گے، خونریزی ہوگی یا اصلاح دہانے حضرت علی کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کی، آپ نے کیوں تکلیف فرمائی ہے فرمایا چاہتا ہوں کہ مسلمانوں میں باہم خونریزی نہو قعقاع نے یہ سنکر مع ایک ہزار سواروں کے حضرت علی سے بیعت کرلی، حضرت علی نے عبداللہ عباس اور زید بن صوحان کو حضرت عائشہ اور طلحہ و زبیر کے پاس سمجھانے کو بھیجا اور تینوں کو خط میں لکھا کہ اے عائشہ تمہارا گمان ہے کہ مسلمانوں میں اصلاح کرنے نکلی ہو، جو کر رہی ہو یہ اصلاح نہیں ہے فساد اور افساد ہے بھلا بتاؤ تم کو لشکر کشی سے کیا واسطہ، جنگ و جدال تمہارا کام نہیں ہے طلحہ اور زبیر کے بہکانے میں نہ آؤ، خدا سے ڈرو، اس کا حکم مانو، واپس جاؤ گھر میں بیٹھو تم کو خانہ نشینی کی تاکید باہر نکلنے کی ممانعت لوگوں پر ظاہر ہونا ممنوع ہے اے طلحہ و زبیر میں خلافت کا حاجتمند نہ تھا مصر والے ہر چند مصر ہوئے، میں نے منظور نہیں کیا، تم نے ان کے ساتھ اگر مجھے خلافت کے لئے مجبور کیا اپنی رغبت سے بیعت میں بیعت کی قیام عہد اور استقلال بیعت پر شدید قسمیں کھائیں، خدا کو درمیان دیا، اب بلا وجہ نکث بیعت کر رہے ہو، اور ناواقفوں کے سامنے عثمان کے قتل کا بہتان مجھ پر لگاتے پھرتے ہو۔ حالانکہ اے طلحہ بصرے والوں کے ہمراہ تم نے یورش کی بنی تیم کے ساتھ قتل عثمان کے ارادے تم ان کے کوٹھے پر چڑھ آئے اس غدر میں تم نے بیت المال میں تصرف کیا، اے زبیر! تم نے کوفے والوں کو شہ دی، مدینہ والوں کو ابھارا، اے عائشہ!

تم نے قتل عثمان کا فتویٰ لگایا، یہ سب تمہارا کیا دھرا ہے، اپنا عیب مجھے لگا رہے ہو۔ ناحق مسلمانوں کا خون آپس میں کرانا چاہتے ہو زمانہ بھر کو مجھ سے لڑنے کی ترغیب دے رہے ہو، ہزارہا مسلمانوں کو شبہ اور مغالطہ میں ڈال رکھا ہے، خدا سے ڈرو، ہمارے تمہارے قرآن درمیان ہے اُسکے احکام پر عمل کریں، مسلمانوں کو باہم خونریزی سے روکیں، ہزارہا بچوں کو یتیم صدہا عورتوں کو بیوہ ہونے سے بچائیں، حضرت عائشہ نہ عبداللہ بن عباس کے سمجھانے کو خطرے میں لائیں، نہ علی کی تحریر کا کسی نے جواب دیا!

عبداللہ عباس اور زید بن صوحان بے نیل مرام واپس آئے، جب حضرت علی (مقام زاویہ) بصرے کی سرحد پر پہونچے، تو سامان حرب و ضرب اور تیس ہزار کا جم غفیر حضرت عائشہ کے ساتھ دیکھا جنگ کا یقین ہوگیا، اپنے ساتھیوں کی تعداد بہت کم پائی ابوموسیٰ اشعری کو کوفے کی امدادی فوج کے واسطے نامہ لکھا، ابوموسیٰ پہلے ہی سے حضرت عائشہ کیلئے کوشاں تھے، مگر لوگوں کو جمع کر کے حضرت علی کا پیام بھی سنادیا اور کہا کہ دو قریشی خواہان مملکت ہیں۔ علی اور طلحہ جس کسی کو دنیا مطلوب ہو وہ جدھر چاہے جائے، لیکن جو عافیت چاہتا ہو وہ عافیت سے گھر میں بیٹھا رہے البتہ حضرت عثمان خلیفہ برحق تھے وہ بے شک امداد کے مستحق تھے۔ زندگی میں اُن کی نصرت فریضہ تھی۔ اب اُن کے خون کا قصاص واجب ہے، چنانچہ حضرت عائشہ نے اسی مقصد سے بصرے تک تکلیف فرمائی ہے یہ سُن کر نہ کسی نے حضرت علی کے پیام کی جانب اعتنا کی۔ نہ ابوموسیٰ نے نامہ کا جواب دیا، آپ نے عبداللہ بن عباس کو بھیجا، وہ بھی ناکام پھرے، آخرکار اپنے فرزند امام حسن کو

عمار یاسر کے ہمراہ روانہ فرمایا ۔ عمار یاسر زمانہ فاروقی میں یہاں گورنر
رہ چکے تھے صاحبان اثر سے باخبر تھے ۔ کوفے پہونچ کر خاص خاص لوگوں
سے ملے ۔ مسجد میں عام مجمع ہوا امام حسن نے نہایت باثر الفاظ اور فصیح
لہجہ میں اپنی جانب دعوت دی ۔ نو ہزار جنگی جوانوں نے اطاعت قبول
کرلی ۔ مالک اشتر بھی امام حسن کے ساتھ گئے تھے مجمع کو امام حسن کا مطیع دیکھا
مسجد سے اُٹھ کر تھوڑے ہمراہیوں سے دارالامارت میں چلے آئے، ابوموسیٰ
کے آدمیوں کو باہر نکال دیا۔ اُنکا ذاتی اسباب بجنسہ اٹھوا دیا ابوموسیٰ
نے سُنا تو سناٹے آ گئے ، چپ چاپ دوسرے روز شام کی سرحد میں
چلے گئے ، کوفے والے علی کی نصرت کو بصرے روانہ ہوئے ، جنکے پاس
راحلہ تھا وہ خشکی کی راہ گئے ، جن کے پاس سواری نہ تھی وہ دریا اُتر کر
بصرے جا پہونچے کوفہ کی امداد سے سب ملا کر ۱۹ ہزار کا مجمع
ہوگیا ، آپ نے زاویہ سے کوچ فرمایا ، اور ریگستانی راستہ سے باشان
جبروتی بصرے میں داخلہ ہوا راہ میں دو رویہ تماشائی خلقت کا اژدہام تھا
منذر بن جارود جہمی کا بیان ہے کہ مقدمۃ الجیش عبداللہ عباس تھے ،
یہ نہایت خوبصورت تھے ، سواری کا گھوڑا بھی بہت شاندار تھا ،
سفید لباس ، سیاہ عمامہ ، ہاتھ میں نشان جلومیں اکثر اصحاب رسول ،
پیچھے سواران یمن کے پرے ، پھر قطار در قطار اونٹوں پر خیمے بار تھے
ان کے بعد ایک ہزار سواروں کا رسالہ نکلا جنکی ٹوپیاں سفید اور زرد
تھیں سر پا تک سلاح آہن میں غرق آگے آگے ایک مرد بزرگ
سبز گھوڑے پر سوار ، سفید ٹوپی ، گلے میں شمشیر حائل ، ہاتھ میں

نیزہ۔ میں نے پوچھا یہ کون صاحب ہیں لوگوں نے بتایا یہ ابو ایوب انصاری
ہیں اور ساتھ والے سب انصار رسول ہیں ان کے پیچھے ایک اور بزرگ
تشریف لائے زرد عمامہ سفید لباس کمر میں تلوار پہلو میں ترکش
ہاتھ میں نیزہ کاندھے پر کمان کمیت گھوڑا زیر ران پیچھے ایک ہزار سوار
لوگوں نے کہا یہ خزیمہ ابن ثابت انصاری ملقب بہ ذوالشہادتین ہیں
جنکی گواہی اسلام میں دو شہادتوں کے برابر ہے پھر ایک بہت بوڑھے
سیاہ فام، بالاقامت۔ لاغر اندام نورانی داڑھی، سفید کپڑے، کالا عمامہ
دوش پر کمان ہاتھ میں سفید پھریرے کا نشان گلے میں تلوار حمائل
کلام شریف نہایت خوش الحانی سے پڑھتے، سفید گھوڑے پر نکلے۔ پیچھے
اکثر بوڑھے جنکی پیشانیوں پر سجدوں کے گھٹے تھے، لوگوں نے بتایا یہی
عمار یاسر ہیں۔ اور ساتھ والے بدر و احد کے بوڑھے سپاہی اور صحابی ہیں
اُن کے بعد ابو قتادہ بن ربعی سیاہ گھوڑے پر نکلے، متین صورت زرد عمامہ
سفید قبا، تلوار گلے میں ڈالے کمان کاندھے پر رکھے رکاب میں ایک ہزار
کماندار پھر قیس ابن سعد بن عبادہ انصاری آئے، بشاش چہرہ،
فرزانہ رو، بلند پیشانی دور کابے گھوڑے پر سوار سفید لباس،
زرد عمامہ، ہاتھ میں برچھا، پیچھے صدہا برچھیت جوش شجاعت میں
نیزے ہلاتے نکل گئے پھر ایک رسالہ آیا، جس کا علمدار ایک خوشرو جوان
تھا لوگوں نے بتایا یہ عبیداللہ ابن عباس ہیں پھر ایک اور حسین
جوان کے ساتھ رسالہ نکلا جو قثم بن عباس تھے؛ صبح سے دن چڑھے تک
ہزارہا فوجی سپاہی اور سامان جنگ نکلتا رہا۔ پھر ایک اوسط عمر بڑے

قد وقامت کے شخص نکلے جن کا رنگ دھوپ سے سونلایا ہوا تھا مگر بشرے سے فرزانگی، چہرے سے شجاعت مترشح تھی، سج دھج سپاہیانہ انداز میں بانکپن تیوروں پر بل ایک آنکھ زخم رسیدہ، اُن کے پیچھے اکثر نوخیز جوان اُچھلتے کودتے گھوڑوں پر سوار، کچھ جنگ آزما پیدل، ساتھ معلوم ہوا کہ یہ مالک اشتر اور اُنکا قبیلہ ہے۔ سب کے آخر میں عربی خوشخرام پر ایک جوان نکلا موزوں قد پاکیزہ رو اوسط اندام جسم پر زرہ، بکتر چار آئینہ مرصع کمربند میں تلوار لٹکتی انتہائے ادب سے سر جھکائے ہاتھ میں علم، علم کا پرچم ہوا سے لہراتا پھریرے کے نیچے کوئی پچاس ساٹھ برس کی عمر کے ایک بزرگ گردن خم نظر نیچی روئے مبارک پر تقدس صورت پر انتہا کا رعب چہرہ دلکش پیشانی بلند غلافی آنکھ رنگ گندمی چوڑا چکلا سینہ، نہایت قوی اور زبردست بازو، آہستہ خرام مرکب پر سوار ڈاب میں صرف تلوار پہلو میں دو حسین اور خوش قامت جوان پری پیکر گھوڑوں پر سوار ہاتھوں میں نیزے تلواریں زیب کر پیچھے جوانان خورشید رو سر سے پاتک دریلے آہن میں غرق، ترکی و تازی گھوڑوں پر سوار نکلے سب نے کہا یہی بزرگوار علی بن ابی طالب ہیں آگے کا علمدار ان کا صاحبزادہ محمد حنیفہ ہے پہلوؤں کے دونوں جوان فاطمہ بنت رسول کے نورِ عین حسنین ہیں، پیچھے جانے والے سب جوانان ہاشمی و مطلبی ہیں اُن کے بعد صدہا اونٹوں پر خیمے، اور رسد کا سامان خچروں پر اسباب اور منجنیقیں کوتل گھوڑے دیگر فوجی ضروریات کا دن بھر تانتا بندھا رہا، اس لشکر نے حضرت عائشہ کی فوج کے مقابل پہونچ کر پڑاؤ ڈالا۔ حضرت علیؑ

اپنے رفقا سے فرمایا کہ لڑائی میں کثرت، دولت، شجاعت، فطرت، ان چاروں سے مقابلہ دشوار ہوا کرتا ہے، اس ہنگامے میں اتفاق سے چاروں دشواریاں میرے سامنے ہیں۔ عائشہ کی جانب کثرت، یعلی بن منیہ کی دولت زبیر کی شجاعت، طلحہ کی فطرت، مگر ان سب کا مجھے ذرا بھی ڈر نہیں، اگر ہے تو مسلمانوں کی جماعت سے مقابلہ کا صدمہ ہے، ایمان والو! مقابل ہونا تو صلح کو پیش نظر رکھنا، سبقت ہرگز ہرگز نہ کرنا،

۱۰ / جمادی الثانی ۳۶ھ صبح کے وقت دونو فوجیں تیار ہو کر مقابل آئیں حضرت علی بے ہتھیار خیمہ سے برآمد ہوئے، سر پر سیاہ عمامہ، رسول کا پیراہن زیب تن ردائے رسالت دوش مبارک پر ڈالے آنحضرت کے مرکب دلدل پر سوار ہوئے، حضرت عائشہ کے لشکر کی جانب تشریف لے چلے، بنی ہاشم اور اکثر رفقا نے ہمراہ چلنا چاہا آپ نے روک دیا، ان لوگوں نے عرض کی کہ بے ہتھیار تشریف لے جانا مناسب نہیں، آپ نے فرمایا کچھ اندیشہ نہیں ہے لشکر عائشہ کی قریب پہونچ کر زبیر کو آواز دی حضرت عائشہ نے سُنا کہ علی زبیر کو بلا رہے ہیں، چلا کر رونے لگیں غضب ہوا اسمار بیوہ ہوئی، لوگوں نے کہا گھبرائیے نہیں، علی ہتھیار باندھ کر نہیں آئے ہیں، زبیر سامنے آئے، فرمایا زبیر! یاد کرو تم اور آنحضرت عمر بن عوف کے مکان سے آرہے تھے۔ میں مدینہ کی بازار میں بیٹھا تھا،

آنحضرت نے اچانک مجھ پر سلام کیا اور ہنسے میں نے مسکرا کر سلام کا جواب دیا، تم نے کہا، علی سلام میں سبقت کیوں نہ کی، کچھ غرور ہو گیا ہے، آنحضرت نے فرمایا: خاموش، علی متکبر نہیں ہے۔ اے زبیر خدا سے ڈرو، اُس دن کو جب تم علی پر لشکر کشی کرو گے اور ظالم ہو گے۔ زبیر نے سر نیچا کر لیا، آپ نے فرمایا: زبیر تم کو خدا کی قسم سچ بتانا، تم سے آنحضرت نے پوچھا تھا کہ زبیر تم علی کو دوست رکھتے ہو، تم نے کہا کیوں نہیں دوست رکھتا وہ تو میرا ماموں زاد بھائی ہے، آنحضرت نے فرمایا اے زبیر ایک دن ہو گا کہ تم علی پر چڑھائی کرو گے اور اُس روز ظالم ہو گے، زبیر نے کہا بے شک صحیح ہے۔ یاد ہوتا تو ہرگز ایسا نہ کرتا، بخدا یاد آ گیا اب باز آتا ہوں، زبیر آبدیدہ ہو کر واپس گئے، حضرت علی نے طلحہ کو بلا کر فرمایا طلحہ میں اور تم ایک خدا کا بندہ ایک رسول کا پیرو ایک ساتھ میں نے تم نے آنحضرت کے پیچھے۔ رسول خدا، وحدہ لاشریک کو سجدہ کیا ہے میرا خون تم پر، تمہارا خون مجھ پر حرام ہے بھلا بتاؤ میں نے کس کا خون کیا ہے جو میرا خون حلال مان کر مجھ پر لشکر کشی کی ہے طلحہ نے کہا آپ گھر میں بیٹھے رہے عثمان کو قتل ہو جانے دیا، حضرت علی نے فرمایا طلحہ آؤ ہم تم دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کریں کہ بار الٰہا جو قتل عثمان سے شاد ہوا ہو اور جس نے قتل عثمان میں کچھ بھی شرکت کی ہو اُس پر لعنت نازل کر طلحہ خاموش ہو گئے آپ نے فرمایا بڑا تعجب ہے کہ تم نے بنی تیم کو ساتھ لیکر عثمان پر یورش کی۔ قتل کے ارادے اُن کے مکان کی چھت پر چڑھ آئے بیت المال میں ہاتھ گھنگولا، سب سے اول میری بیعت میں سبقت کی، اور سب سے پہلے توڑ بھی ڈالی اپنی بیبیوں کو

پردہ میں بٹھا آئے، ناموس محمد کو اونٹ پر چڑھا کر ہزاروں کے مجمع میں بصرے لڑانے لائے ہو، قبیلہ بنی قیس کے ... بیگناہوں کو قتل کر ڈالا۔ نہ رسول کی حرمت رکھی نہ خدا سے شرم کی، نہ اسلام کا پاس کیا طلحہ نے سر جھکا لیا، سامنے سے ہٹ گئے حضرت علی نے حضرت عائشہ کی فوج سے مخاطب ہو کر فرمایا مسلمانو میں مسلمان ہوں اور مسلمان کا خون مسلمان پر حرام ہے، میں نے کس کا خون کیا ہے جو تم لوگ مجھ پر تلواریں تولے، نیزے سنبھالے تیر جوڑے کھڑے ہو آپ کے رعب سے کسی کو زبان کھولنے کا یارا نہوا،

حضرت علی پلٹے اور اپنی فوج کو بھی پلٹا لائے، حضرت عائشہ نے دیکھا کہ علی کا لشکر پلٹ رہا ہے، وہ بھی اپنے خیمہ میں واپس گئیں، فوج بھی اپنے اپنے ٹھکانوں پر چلی آئی زبیر حضرت علی کے ارشاد کا اثر لے کر لشکر میں واپس آئے، حضرت عائشہ سے سب حال بیان کیا جنگ سے اپنی دست برداری ظاہر کی، ان کے صاحبزادے عبداللہ بن زبیر موجود تھے، باپ پر بہت برہم ہوئے، فرمایا بڑے شرم کی بات ہے تم نے قوم کو انتقام پر ابھارا، مسلمانوں کو جوش دلایا، زوجۂ رسول کو قصاص خون عثمان پر آمادہ کیا، چاروں طرف سے جنگ آزماؤں کو سمیٹا بصرے تک لائے، اپنے لئے بیعت لی، قبیلہ بنی عبدالقیس کی خونریزی کی دنیا جانتی ہے کہ سب تمہارا کیا دھرا ہے، جب دونوں لشکر مقابل ہوگئے تو رسول کا فرمان یاد آیا، دل میں خدا کا خوف سمایا جنگ سے دست کش ہو گئے، ہرگز کوئی نہ مانے کہ خدا سے ڈر کر ہاتھ کھینچ لیا ہے۔ یہی جانیں گے کہ ذوالفقار علی میں موت کی صورت دکھائی دی بھاگ کھڑے ہوئے، اس

ننگ و عار کا بھلا کہاں ٹھکانا ہے۔ زبیر نے کہا۔ او شوم بخت مجھے غیرت دلاتا ہے، میرے پائے ثبات میں افواج کے سامنے کبھی لغزش نہیں ہوئی مگر اس وقت علی کے روبرو دل میں دھڑکن ہاتھوں میں رعشہ، پاؤں میں تھرتھری تھی سر جھکانے کے سوا کچھ جواب نہ بن پڑا اب میں نے قسم کھائی ہے کہ علی سے جنگ نہ کروں گا لوگوں نے کہا کہ قسم کی تو کوئی ایسی مشکل نہیں ہے کفارہ دیدو مگر جنگ سے منہ پھیرنا رسوائی کا باعث ہوگا۔ زبیر مجبور ہو کر راضی ہو گئے، اور مکحول اپنے غلام کو قسم کے کفارے میں آزاد کیا، دوسرے روز پھر فوج کو تیاری کا حکم دیا، خود صلاح جنگ سے آراستہ ہوئے، نقارۂ رزمی بجا تو حضرت علی نے بھی لشکر کو مقابل ہونے کا حکم دیا۔ مگر سمجھا دیا کہ زبیر کا قاتل جہنمی ہوگا، ہرگز ہرگز کوئی مزاحم یا مقابل نہو۔ زبیر صف سے نکلکر حضرت علی کی فوج پر حملہ آور ہوئے نیزہ ہلاتے صفوں کو چیرتے پھاڑتے اس پار سے اُس پار نکل گئے۔ پھر اُدھر سے ادھر چلے آئے، نہ کوئی مزاحم ہوا نہ کسی کو زخم پہونچایا، بیٹے سے کہا دیکھا میرا حملہ، اُنھیں نے کہا کہ یہ کیا حملہ تھا۔ ہاتھ ہلاتے گئے، جھلاتے چلے آئے، معلوم ہو گیا، وقت پر پیٹھ دکھلانا چاہتے ہو، زبیر نے کہا، رسول کا ارشاد یاد آگیا ہے اب جان بوجھ کر دوزخ میں نہ جاؤں گا یہ کہا اور گھوڑے کو ایڑ دی، کچھ لوگ پیچھے دوڑے سب تھک کر رہ گئے مگر قضا فضا میں سر پر منڈلا رہی تھی وادی السباع اڑائے گئی۔ یہاں بنی تمیم آباد تھے وہ غیر جانب دار تھے، آخر نتیجہ کے منتظر تھے زبیر سے لشکروں کا حال پوچھا، انھیں نے کہا دونوں لشکر مقابل ہیں۔ میں چھوڑ کر چلا آیا ہوں، عمر بن جرموز ان کے دوست تھے اُن کے مہمان ہوئے، کھانا کھایا۔ دودھ کا ایک پیالہ نوش کیا، وضو کیا

نماز پڑھی۔ سو گئے۔ ابن جرموز سوچا کہ یہی بانی فساد ہیں۔ انکا خاتمہ کردو علی خوش ہو جائیں گے، اور جھگڑا ابھی چک جائے گا، سوتے میں سر کاٹ لیا، اور حضرت علی کی خدمت میں آکر انکا سر، تلوار، انگوٹھی نذر دی، حضرت علی کو نہایت صدمہ ہوا، روے اور فرمایا کہ میں نے رسول خدا سے سُنا ہے کہ زبیر کا قاتل جہنمی ہوگا، عمر بن جرموز بہت پچھتایا، حضرت علی بار بار زبیر کی تلوار اُٹھاتے، اُلٹ پلٹ کر دیکھتے، روتے اور فرماتے تھے کہ یہی وہ تلوار ہے، جس نے صدہا دشمنوں کو رسول خدا کے سامنے سے دفع کیا ہے؛ دونوں فوجیں مقابل ہوئیں، تو حضرت عائشہ کی طرف سے سبقت ہوئی۔ فوج نے تیر برسانا شروع کردئے، حضرت علی نے اپنے لشکر کو حملہ کی اجازت نہیں دی، یہانتک کہ میسرہ سے عبداللہ بن بدیل ورقہ خزاعی نے اپنے بھائی کی لاش تیروں سے چھدی ہوئی لاکر حضرت علی کیخدمت میں پیش کی ابھی وہ لاش ملاحظہ ہو ہی رہی تھی کہ دوسری لاش آئی، آپ نے فرمایا کون ہے جو اہل جمل تک قرآن لیکر جاوے اور ان نافہم باغیوں کو فرمان الہی پر توجہ دلائی، ایک جوان پارسا، مسلم بن عبداللہ نے عرض کی میں حاضر ہوں، آپ نے فرمایا اگر یہ لوگ تمہارے ہاتھ قلم کر دیں اور تم کو قتل کر ڈالیں، عرض کی فی سبیل اللہ منظور ہے، حضرت عائشہ اُس وقت قلب لشکر میں عسکر نام اونٹ پر بحیثیت جرنیل تشریف فرما تھیں، مسلم قرآن لے کر جمل کے پاس پہونچے، قرآن کھولا، دونوں ہاتھوں پر لیا ہاتھ دراز کئے اور کہا کہ اے قوم میں تم سب کو احکام خداوندی کی جانب دعوت دینے آیا ہوں طلحہ نے کہا جھوٹ کہتا ہے، یہ ابن ابی طالب کا عذر ہے کاٹ دو اسکے ہاتھ، حضرت عائشہ کے ایک غلام طلحہ نام نے مسلم کے ہاتھ پر

تلوار ماری، دوسرے نے پشت پر نیزہ مارا ہاتھ کٹ گئے، قرآن گر گیا، مسلم شہید ہو گئے، حضرت علی نے اپنے اصحاب سے فرمایا، میں نے ابتک کتنی ہی جانوں کا نقصان برداشت کیا، لیکن مسلمانوں کے مقابل دست بقبضہ ہونا گوارا نہیں کیا، مگر کیا کروں کہ حاسدوں کا حسد ظالموں کا ظلم، عہد شکنوں کی جسارتیں بڑھتی جا رہی ہے، میرے ساتھ کے مسلمانو! مسلمانوں ہی سے تمھارا مقابلہ ہے، اس بات کا بہت لحاظ رکھنا کہ جو تمھیں مارنے کا ارادہ کرے اسی کو مارنا، مارنا تو ناک کان کسی کے نہ کاٹنا، برہنہ اور پائمال ہرگز نہ کرنا، قیدیوں اور مجبور زخمیوں پر ہاتھ نہ اٹھانا، بھاگتوں کا تعاقب نہ کرنا، جوش میں نعرے، کامیابی پر شور و غل نہ مچانا، کسی کا مال و اسباب نہ لوٹنا، البتہ ہتھیار لے لینا، گرے پڑے اسلحہ اٹھا لینا، فتح پانا تو عورتوں کو اسیر بچوں کو گرفتار نہ کرنا، کسی بندہ خدا کو اپنا بردہ نہ بنانا، اسلام کا خیال ایمان کا پاس کرنا، خدا سے ڈرنا،

یہ فرما کر اپنے صاحبزادے محمد حنفیہ کو جہاد کی اجازت دی، محمد حنفیہ نے سر تسلیم خم کیا، علم لیکر آگے بڑھے، مگر فوج مخالف کے قریب پہونچ کر تھم گئے، حضرت علی گھوڑا بڑھا کر فرزند کے قریب پہونچے، فرمایا حملہ کیوں نہیں کرتے عرض کی بابا سبقت کا انتظار ہے، آپ نے فرمایا تیروں سے سبقت ہو چکی، اصحاب کی جانیں جا چکیں، اب کاہے کا

تامل ، مگر بات کہتے کہتے تیروں کی باڑھ آگئی ، محمد حنفیہ نے تلوار میان سے لی عنان شبدیز کو حرکت دی ، ماتحت فوج نے باگیں اٹھا دیں ، دشمنوں پر جا پڑے ۔ اُنکے بعد خود حضرت علی نے حملہ فرمایا ، پھر مالک اشتر غضبناک شیر کی صورت حملہ آور ہوے ۔ مالک کے بعد دوسرے افسر بڑھتے گئے

یہانتک کہ دونو فوجیں خلط ملط ہوگئیں ، تلواروں سے تلواریں کھنکنے لگیں ، نیزوں سے نیزے گتھنے لگے ، سواروں سے سوار ، پیدلوں سے پیدل لڑنے لگے خوب گھمسان کی جنگ ہوئی ، تھوڑی دیر میں طرفین کی ہزاروں لاشیں خاک و خون میں لوٹنے لگیں ہنگامہ نبرد میں گرد و غبار کیوجہ سے اپنے پرائے کی پہچان باقی نہ رہی اس چپقلش میں حضرت علی کے ، نامی سردار شہید ہوگئے افسران جمل بھی اکثر کام آئے اصحاب جمل سے عبداللہ میثری میدان میں آکر پکارا ، کہاں ہیں باعث فتنہ و فساد علی ، آپ نے سنا ، فرمایا موجود ہوں ، کیا چاہتا ہے ، اُس نے تلوار کھینچ کر حملہ کیا ، آپ نے تلوار ماری اُس کا سر اُڑ گیا ، فرمایا " کیوں ! علی کو کیسا پایا ،، اُس کا بھائی عمر ابن میثری صف سے نکلا ، اور حضرت علی کے ایک بہادر سپاہی کو ایک ہی وار میں ختم کردیا ، النمیم بن السدوسی ایک منتخب شجاع مقابل ہوے ، وہ بھی شہید ہوگئے ، پھر مشہور نبرد آزما عبداللہ بن الصوحان مقابلہ کو نکلے ، اُن کو بھی اس نے شہید کر ڈالا ، عمر میثری نے پھر مقابل چاہا ، مگر اُسکی دست برد اور شجاعت دیکھ کر کسی کو مقابلہ کی جرأت نہوئی ، تھوڑی دیر ادھر سے اُدھر گھوڑا کو داتا ، خود ستائی کرتا رہا ، عمار یاسر حضرت علی کے بوڑھے صحابی وہاں سے کسی قدر قریب تھے ۔ یاوہ گوئی کی آواز کانوں تک پہونچی گھوڑا بڑھا کر سامنے

آے، کہا یہاں تک تفاخر کرے گا، آ، مجھ بوڑھے سے دو دو ہاتھ لڑلے، وہ سوکھا قہقہہ لگا کر مقابل آیا، تلواریں کھنچ گئیں، دیر تک رد و بدل ہوا کی، عمر عمار کے وار سے زخمی ہو کر زمین پر آرہا، عمار گھوڑے سے اُترے، عمر کی ٹانگ گھسیٹتے حضرت علی کے سامنے لائے۔ آپ نے گردن مارنے کا حکم دیا، اس نے کہا، امیر المومنین مجھے نہ مارئے زخم سے جانبر ہو جاؤں گا تو اسی طرح آپ کے بھی کام آؤنگا، آپ نے فرمایا، اے دشمن خدا تو نے میرے تین بہادروں کو جو شجاعت و دلاوری میں اپنے ہمتا نہ رکھتے تھے شہید کر ڈالا ہے، کیونکر تجھے چھوڑ دوں، اس نے کہا، امیر المومنین ایک راز کی بات ہے اور آپ کے فائدے کی ہے، قریب آکر سُن لیجیے، آپ نے فرمایا تو متمرد ہے مجھسے آنحضرت نے فرمایا ہے کہ مرد متمرد سے احتراز رکھنا، عمر نے کہا، بخدا اگر تم میرے پاس آجاتے تو دانتوں سے کان یا ناک ضرور کاٹ لیتا۔ آپ نے اسکی عداوت پر سخت تعجب کیا، اور اپنے ہاتھ سے سر اُڑا دیا، عبداللہ بن خلف خزاعی کہ بصرے میں صاحب خانہ عائشہ تھے حضرت علی کو پکارا کہ ہے کچھ دم داعیہ آپ نے فرمایا عبداللہ مجھے مقابلہ کو بلاتا ہے بھلا میرے مقابلہ سے تجھے کیا فائدہ ہوگا۔ کیا مجھے جانتا نہیں ہے، اُس نے کہا، اے پسر ابو طالب تا کے غرور و نخوت ا مقابل آؤ۔ تو حقیقت کھل جائے، آپکو اس کی عداوت اور شقاوت پر بڑا تعجب ہوا، مرکب کو چھیڑ کر سامنے آئے عبداللہ نے وار کیا، آپ نے خالی دیا، جھکائی دے کر تلوار ماری کہ آدھا چہرا اور دہنا شانہ عبداللہ کا اُڑ گیا، طلحہ تھوڑی بلندی پر کھڑے فوج کو لڑا رہے تھے، مروان نے دیکھا، قتل عثمان کے باعث اور اس فساد کے بانی یہی ذات شریف ہیں، کینہ دیرینہ دل میں موجود تھا، اپنے تیر کی زد پر پایا

غلام سے کہا تو آڑ کرے، کہ مجھے کوئی نہ دیکھے، تیر نشانہ پر پہونچ جائے گا
تو کوئی کیا جانے گا کہ کس نے مارا ایک زہر کا بجھا ہوا تیر ترکش سے نکال کر
نشانہ تاکا تیر کمان سے چھوٹا، قضا کا پیغام بنا طلحہ کی ران پر جا بیٹھا اور
ہڈی تک چھید دی، زہر کے اثر سے طلحہ بے چین ہو گئے، سایہ کی تلاش
پیاس کے اضطراب میں پسینہ پونچھتے اِدھر سے اُدھر تلملاتے پھرا کئے، سایہ کہیں
نہ ملا، غلام نے تیر ران سے کھینچا، خون جاری ہوا، خون نکلتا گیا، ضعف
بڑھتا گیا، روح مضمحل ہوتی گئی، طلحہ کلمات یاس اور پریشانی، ہائے افسوس
وائے نادانی، اپنی سمجھ اور اپنی ماں کو بُرا کہتے بصد ندامت تڑپ تڑپ کر
رحلت فرما ئے ملک فنا ہوئے، طلحہ کے صاحبزادے بھی مارے گئے، عبد اللہ
ابن زبیر مالک اشتر کے ہاتھ سے زخمی ہو کر گنجان صفوں میں چھپ گئے،
وادی سبع سے زبیر کی سُنائی آ چکی، طلحہ تیر قضا کے نشانہ بن چکے، ان دونو
سپہ سالاروں کا خاتمہ ہو گیا۔ عمر ابن اشرف لشکر جمل کا مایۂ ناز مارا گیا،
اکثر مشاہیر جمل کو محمد ابن ابابکر، عمار یاسر، مالک اشتر نے تہ تیغ کیا، جناب
عائشہ کو گھبراہٹ میں کرامت سوجھی، تھوڑے سنگ ریزے منگائے شاہت الوجوہ
کہکر حضرت علی کے لشکر پر پھینکے، زنانے ہاتھ کی قوت سے آگے نہ جا سکے،
اپنے ہی حد میں رہ گئے۔ اہل جمل نے ہمتیں ہار دیں، پیر اُکھڑ گئے، پیچھے ہٹ کر
حضرت عائشہ کی پناہ میں سمٹ آئے، اونٹ کو جھرمٹ میں لے لیا، حضرت علی
کے افسروں نے جمالوں کو ایک ہی جا مجتمع پایا، چاروں طرف سے گھیر لیا،
آپ نے دشمن کے گھرے ہوئے اسلامی مجمع کو قتل ہوتے دیکھا، حکم دیا کہ ابھرے

کی جانب کا راستہ کھول دو، جو بھاگے اُسے جانے دو۔ صرف ہتھیار رکھوا لو۔
اس حکم سے بھاگنوں کو راستہ مل گیا۔ بڑے بڑے بانکے ترچھے دلاور سورما،
ہتھیار چھوڑ چھوڑ بھاگنا شروع ہوئے، مگر قبیلہ ضبہ کے ضدی بادیہ نشیں
جن کو حضرت عائشہ کی ساربانی کا شرف حاصل تھا ناقہ کی مہار تھامے، اونٹ
کے گرد حلقہ گھیرے لڑتے رہے جب ستر آدمی ایک ہی جگہ قتل ہو گئے تو حضرت
علی نے حکم دیا، یہ جُہلا ہیں۔ جوش عقیدت میں جانیں دے رہے ہیں۔ ان کو نہ
مارو۔ بلکہ اونٹ کو بے کر دو۔ عبدالرحمن بن صرۃ التنوخی یا مالک اشتر نے اونٹ کی
کوچیں کاٹ دیں، اونٹ گرا، ساربان بھاگے، آپ کے حکم سے عماری سنبھال لی گئی
محمد بن ابابکر کے اہتمام میں حضرت عائشہ باحترام تمام جائے قیام پر پہنچا دی گئیں،
عبداللہ بن زبیر، مروان، ولید بن عقبہ، عبداللہ عامر اور اکثر بنی امیہ گرفتار
کر لئے گئے، حضرت علی نے عورتوں اور بچوں کی گرفتاری کو منع کیا، ہتھیار
چھین لینے کی اجازت دی، مال اسباب اور گھروں کے لوٹنے کی ممانعت فرمائی
یہ حکم حضرت علی کی فوج کے اکثر لوگوں کو نہایت شاق گزرا، دلوں میں لئے رہے،
زبان سے نہ کہہ سکے، طرفین کے دس ہزار مسلمان مارے گئے، حضرت علی نے سب کو
دفن کرا دیا، بعد فراغ دفن اپنے خیمہ میں تشریف لائے، عبداللہ ابن عباس
کو بلا کر حکم دیا کہ عائشہ کے پاس جاؤ، سمجھاؤ کہ ذرا مدینہ سوار ہو جاویں،
حضرت عائشہ کو اپنے چچا زاد بھائی طلحہ کے مرنے کا رنج، اپنے بہنوی زبیر کے
قتل کا الم، ہار کا قلق، سب سے زیادہ اپنے منہ بولے فرزند ابن زبیر کی گرفتاری
کا صدمہ تھا، بنی بات بگڑنے کی ندامت میں رنجیدہ خاطر اور متفکر بیٹھی تھیں
کہ عبداللہ عباس نے اندر آنے کی اجازت چاہی، انھیں نے ملنے سے انکار
کیا، عبداللہ عباس بے اجازت اندر چلے آئے، مونڈھے تلے اوپر

رکھے تھے، ایک مونڈھا گھسیٹ سامنے بیٹھ گئے، حضرت عائشہ جھنجلا کر
بولیں، تم کیوں بلا اجازت گھر میں گھس آئے عبداللہ عباس نے کہا، تم
قابل احترام رہتیں تو میں بھی اجازت کی پابندی کرتا، تم خلاف حکم باہر
نکلیں میں بلا اجازت اندر چلا آیا حضرت عائشہ نے فرمایا! اے بنی ہاشم
تمہاری صورتوں سے مجھے نفرت ہے، تمہارے ہم سایہ سے پناہ مانگتی ہوں،
عبداللہ عباس بولے یہ تمہاری ناشکری ہے، تم کو جو عزت ہے وہ بنی ہاشم
سے ہے۔ تم نے دین اور دنیا دونوں ہم سے پائے، اے دختر ام رومانی!
تم کو اسلام ہم سے ملا، تیم اور عدی کے نسب سے تم ام المومنین نہیں کہلائیں،
ہماری وجہ سے کہلائیں، تمہارے باپ ابوبکر بن قحافہ تھے، ہماری وجہ سے
صدیق کہلائے، یہ جماعت بھی جو تمہارے گرد جمع ہو گئی تھی، زوجۂ رسول
ہونے کی وجہ سے تھی، حضرت عائشہ نے کہا مگر علی تو تم کو اپنا ہم برابر نہیں
جانتے، عبداللہ عباس نے کہا ان کی برابری میں خود نہیں رکھتا۔ میں ان کی
اطاعت میں ہوں وہ مجھ سے زیادہ رسول خدا سے نزدیک ہیں، میراث و علم
میں اولاتر ہیں آنحضرت کے حقیقی چچا کے بیٹے ہیں، ان کی بیٹی کے شوہر
انکے فرزندوں کے باپ، ان کے وصی، انکے علم کے مبشر ہیں، ان کے میدان
کے مبارز ان کے قوت بازو ان کے ولیعہد، ان کے جائز جانشین ہیں تم کو
حکم دے رہے ہیں کہ مدینہ جاؤ۔ حضرت عائشہ نے عبداللہ عباس کا کہنا مانا
وہ اُٹھ کر چلے آئے، پھر حضرت علی خود تشریف لیگئے۔ حضرت عائشہ کے پاس
بیوہ عبداللہ خزاعی اور دیگر مقتولین بصرہ کی عورتیں موجود تھیں شور و غل
مچانے لگیں کہ اے عورتوں کے بیوہ کرنے والے اے قاتل وارثان فرزندان

آپ نے عائشہ سے کہا: حمیرہ! انھیں منع کرو، ورنہ یہ خاموش کردی جائینگی وہ عورتیں یہ سن کر خود چپ ہوگئیں۔ آپ حضرت عائشہ کو مدینہ روانہ ہوجانیکی ہدایت فرماکر چلے آئے۔ حضرت عائشہ نے عبداللہ ابن زبیر کی رہائی کی استدعا کی آپ نے رہا فرمادیا مروان کی سفارش امام حسن نے کی وہ بھی چھوڑدئے گئے، یہاں تک کہ سب قیدی آزاد کردئے گئے مروان، ولید، عبداللہ عامر، وغیرہ چھوٹ کر معاویہ کے پاس شام پہونچ گئے، آپ نے حضرت عائشہ کے جانے میں تساہل پایا امام حسن کے ذریعہ کہلا بھیجا کہ اگر مدینہ نہ جاؤگی تو میں وہی کرونگا، جس کا اختیار مجھے آنحضرت دے گئے ہیں اور تمھیں معلوم ہے۔ امام حسن تشریف لے گئے۔ حضرت عائشہ کنگھی کررہی تھیں، ایک گیسو گوندھ چکی تھیں دوسرا باقی تھا، امام حسن نے پیام سنایا، کھلے بالوں کھڑی ہوگئیں اور راحلہ تیار کرنے کا حکم دیا، عورتوں نے پوچھا، بی بی! عبداللہ عباس آئے تم نے کہنا نہ مانا، حضرت علی خود آئے مدینہ جانے کی تاکید فرماگئے۔ تم ابتک نہیں گئیں آج اس لڑکے کے کہنے سے اتنی جلد آمادہ ہوگئیں خیر تو ہے، فرمایا آنحضرت علی کو اپنی ازواج کی طلاق کا اختیار دے گئے ہیں۔ حسن کی زبانی وہی علی نے کہلا بھیجا ہے۔ اب میں نہیں ٹھہر سکتی۔ حضرت علی نے معتبر سپاہی اور ان کے بھائی کو ساتھ کیا بارہ ہزار درہم زادراہ دئے اور چند عورتیں ہتھیار بند مردانے لباس میں محل کے گرد و پیش رہنے کو ہمراہ کیں، حضرت عائشہ کو مردوں کی حراست میں جانا نہایت شاق گزرا، راستہ میں اس برتاؤ کا شکوہ کیا، گرد کے سپاہیوں نے ظاہر کیا کہ ہم عورتیں ہیں جو

حفاظت کے لئے تمہارے گرد و پیش ہیں، حضرت عائشہ نے بہت خوش ہو کر حضرت علی کے اس احترامی برتاؤ کا شکریہ ادا کیا۔

حضرت علی نے بصرہ پر تسلط پایا۔ دارالامارۃ میں داخل ہوئے، بیت المال کا جائزہ لیا، ملکی ضروریات سے زائد رقم کو مسلمانوں پر تقسیم کر دیا۔

بصرے کی مسجد میں تشریف لائے، اہل بصرہ کا مجمع ہوا، آپ نے فرمایا، اے بصرہ والو! اے منقلب اور غرق شدہ۔ نشیبی زمین کے رہنے والو تمہارا پانی شور۔ تمہاری زمین نشیب کی وجہ سے متعفن، تم رحمت الٰہی سے دور ہو تم کئی مرتبہ گدلے پانی میں غرق ہو چکے ہو۔ اور خدا جانے ابھی کے مرتبہ اور غرق ہو گے۔ اے زن ناقص العقل کے طرفدارو! حیوان لایعقل کے مددگارو! تمہارا دین نفاق سے مملو۔ تمہارا اخلاق قبیح، تمہارے باطن میں یقین کو دخل نہیں ہے، تم خدائے لاشریک پر دل سے ایمان لاؤ۔ حاضر۔ ناظر۔ سمیع بصیر مانو، میرے ابن عم محمد۔ رسول اللہ کو ہادی برحق جانو، اُن کی پاک ہدایت اور احکام خداوندی پر کاربند ہو اطاعت کرو خدا کی اور اطاعت کرو رسول اور صاحبان امر کی تاکہ بدی سے نجات پانے والوں میں تمہارا شمار ہو۔ پھر دونو جانب کے مقتولوں کا گرا پڑا اسباب مسجد میں سجا یا گیا، ہتھیاروں کو بیت المال میں داخل کرنے کا حکم دیا، باقی اسباب کی بابت اجازت دی کہ ورثا پہچان کر لے لیں۔ لاوارث مال کو فوج پر تقسیم کر دیا، بصرے کی حکومت عبداللہ بن عباس کو تفویض فرمائی، زیاد بن سمیہ کو اُنکا مشیر بنایا اور مدینہ کے عزم سے تیار ہوئے، مگر شام کی توحش خبریں سن کر فسخ عزیمت فرمائی، کیونکہ

مدینہ جانا، وہاں سے پھر شام کے انتظام کو آنا، دوہری مسافت اور وقت
تنگ دیکھا آخر رجب ۳۶ھ میں کوفہ کی جانب مراجعت فرما ہوئے، کوفہ
پہونچ کر پہلے یمن۔ مصر، عراق، فارس، تمام ممالک محروسہ کا انتظام فرمایا،
اور جزائر عرب کی بغاوت فرو کرنے کے لئے مالک اشتر کو تھوڑا لشکر دے کر
جہاد کی اجازت دی، خود شام کی جانب توجہ فرما ہوئے پہلے جریر ابن عبداللہ
بجلی کو فہمائشی خط دیکر معاویہ کے پاس بھیجا، معاویہ نے مہینوں حیلہ حوالہ
میں ٹالا، پھر جریر کو بے جواب واپس کردیا، اور اپنے قاصد کے ہاتھوں سادہ
کاغذ جواب میں بھیجدیا۔ جریر اہل شام کا جوش، معاویہ کے ارادے، قصاص
کے منصوبے، شام کی عام رعایا کے خیالات نوٹ کرتے لائے، سب حضرت
علی سے عرض کردئے، آپ نے اصبغ۔ ابوالاسود، اور طرماح کو باری باری
بھیجا، سفیران علی مہینوں دوڑتے رہے اور اپنے فصیح و بلیغ تقریروں سے
معاویہ اور اہل شام کو سمجھاتے رہے، لیکن نہ معاویہ نے کچھ سماعت کی،
نہ اہل شام پر معاویہ کی وجہ سے، یہ لوگ اپنا اثر ڈالنے پائے حضرت
علی کے تخت نشین ہوتے ہی بنی امیہ کے قافلے، آل عبداللہ کے کاروان
مخالفوں کے جتھے، منافقوں کے گروہ جوق جوق مدینے سے کھسکنے لگے،
سب سے پہلے خلیفہ زادے عبیداللہ ابن عمر۔ پھر نعمان ابن بشیر نائلہ کی
کٹی ہوئی انگلیاں، عثمان کا خون بھرا پیراہن لیکر شام پہونچے، عوام کو
مشتعل کیا معاویہ کو سمجھایا کہ ہنوز علی کی فوجی قوت، امدادی جماعت
کافی نہیں ہے۔ تمہاری کامیابی کا یہی موقع ہے۔ معاویہ نے انگلیاں منبر پر
رکھوادیں، خون بھرا پیراہن محراب مسجد میں لٹکوادیا اور حضرت علی پر خون
عثمان کا اتہام لگایا، ناواقف شامیوں کو عجیب عجیب عنوان سے قصاص پر ابھارا

طرح طرح کے افترے طوفان، بہتان، باندھ کر مخالفت پر توجہ دلائی بدگوئی اور برا کو رواج دیا، سرحدی جرگوں کو اغوا کیا ماتحت قبیلوں کو ورغلانا، افواج کو جنگ پر ترغیب دی، تمام شامیوں کو خون عثمان کا انتقام اور علی سے عوض لینے پر آمادہ کرلیا۔ اہل شام نئے مسلمان تھے حضرت عمر کی بدولت آنکھ کھول کر یزید معاویہ اور بنی امیہ کے سوا کسی اور کو دیکھا ہی نہ تھا شام میں جو کچھ اقتدار تھا وہ بنی امیہ کا تھا۔ وہی رسول کے عزیز قریب، وہی وارث وہی جائز جانشین سمجھے جاتے تھے۔ معاویہ نے ممانعت کردی تھی کہ علی اور حسنین کا نام کوئی رسول اللہ کے ساتھ زبان پر نہ لائے۔ معاویہ کو خلیفہ زادے عبید اللہ کے پہونچنے سے بہت تقویت ہوگئی اہل شام میں اعتبار بھی بڑھ گیا تمام اکابر مدینہ کو طلب کے لئے خطوط لکھے، سعید ابن عثمان، بسر ابن ارطاط، خدیج ابو حذیفہ، ابو ہریرہ، ابو امامہ باہلی وغیرہ صحابہ کے پہونچنے سے شامیوں کے خیالات بدسے بدتر ہو گئے معاویہ نے صلاح مشورہ کے لئے عمر عاص کو فلسطین سے بڑی آؤ بھگت کے ساتھ بلا بھیجا، ایک دن خاص صحبت میں اپنی دقتوں کا اظہار کیا کہ مجھے ایک ہی وقت میں تین مشکلوں کا سامنا ہے، محمد بن حذیفہ قید خانہ توڑ کر نکل بھاگا، اور مصر میں سازش شروع کردی ہے، دوسرے قیصر روم پھر شام کے ارادے سے لشکر عظیم لیکر نکلا ہے۔ تیسرے علی خلیفہ ہوے ہیں، وہ پشتہا پشت کے دشمن ہیں، میری امارت پر ضرور حد کرینگے، عمر عاص کو اپنا رنگ جمانا، معاویہ کے عناد کا اندازہ لینا تھا۔ کہا محمد حذیفہ کا معاملہ چنداں اہم نہیں ہے فوج سے گرفتار کرالو، قیصر روم کو تحفہ تحائف

بھیجکر تجدید طلع میں اُلجھاؤ، البتہ علی کا معاملہ سخت ہے، تم اُن کے برابر والوں میں نہیں سمجھے جا سکتے، اُن کے فضائل و خصائل اور مراتب کا پایہ بہت بلند ہے۔ معاویہ نے کہا عثمان کو بے گناہ قتل کیا، وہ مرتبہ جاتا رہا عمر عاص نے اُنگلی دانتوں میں دبا کر کہا کہ ہا! ایسا نہ کہو، نہ عثمان بے گناہ تھے، نہ علی کا ہاتھ اُن کے خون میں آلودہ ہے یہ بالکل جھوٹ محض افترا ہے علی عالم میں بے مثل اور کمالات میں بے نظیر ہیں رسول کے جائز جانشین، اُن کے ابن عم اُنکی بیٹی کے شوہر ان کے فرزندوں کے باپ اُنکے وصی ہیں رسول فرما گئے ہیں کہ جس کا میں مولا ہوں اُس کے مولا علی بھی ہیں، اُنکا دوست خدا و رسول کا دوست اُنکا دشمن خدا و رسول کا دشمن ہے، جو قاتلان عثمان ہیں وہ ابتک شبہ میں ہیں۔ نام کسی نے بتایا نہیں، شناخت کوئی کرتا نہیں یوں تو بلوے میں بصرے، کوفے، مدینہ والے سبھی شریک تھے مگر مصر والے زیادہ پیش پیش تھے۔ جو ادھر اُدھر دونوں طرف موجود ہیں معاویہ نے عمر عاص کا زانو دبایا۔ اور اس تذکرہ کو تخلیہ پر اٹھا رکھا، تخلیہ کی صحبت سے عمر عاص معاویہ کے ہم ساز و ہم آواز نکلے، کافی اطمینان ہو گیا کہ بنی امیہ کے دلوں میں پورانے زخم آلے ہیں انتقام کو تیار ہیں، اہل شام مددگار ہیں، جاہل جماعت بھی اچھی خاصی تعداد میں ساتھ ہے نو مسلم شامی واقعات سے بیخبر آل ہاشم سے ناواقف ہیں۔ وہ یزید و معاویہ کے سوا کسی اور کو جانتے ہی نہیں، لاکھوں کا مجمع امداد کو حاضر ہے، جماعت کی کرامت سے خلافت معاویہ کو ملیگی تو مصر کی حکومت نئے سرے سے ہاتھ لگے گی، وعدہ وعید پر سلطنت کے وزیر معاویہ کے مشیر تدبیر بنے۔ اور اپنی فطرتی چالوں سے مدد دینا شروع کر دی،

حضرت علی ادھر جنگ جمل میں اُلجھے رہے، معاویہ اور عمر عاص کو موقع ملا، بہتاں گڑھتے اور جنگ کا انتظام کرتے رہے، جنگ جمل کے قیدی چھوٹے تو مردان ولید، اور اکثر بنی اُمیہ عبداللہ عامر، مغیرہ ابن شیبہ یعلی بن منیہ وغیرہ معاویہ کے پاس شام جا پہونچے، شامیوں کو اور برافروختہ کر دیا شرجیل ابن سمط الکندی شام میں بہت ذی اثر اور دور فاروقیہ میں افواج میسرہ کے مشہور افسر تھے، سارے عرب میں انکی بہادری کی دھاک تھی تمام شام میں شجاعت کے ڈنکے پٹے تھے بڑے بڑے قبیلے مطیع تھے، معاویہ کو اُنکی قوت اپنے کام میں لانے کی ضرورت ہوئی، عمر عاص کی صلاح سے زید سعید، بسر ارطاطہ وغیرہ ایسے دس بیس مقتدر لسّان جالاک صحابیوں کو مہینوں باری باری مختلف حیلوں سے شرجیل کی صحبت میں بھیجا، وہ لوگ باتوں باتوں میں بے لوث بنکر سناتے رہے کہ علی نے خلافت کے لئے خلیفہ عثمان کو بے گناہ قتل کرا دیا، اور خلافت پر قبضہ کر لیا ہے اتفاق سے شرجیل کسی ضرورت سے معاویہ کے دربار میں آئے معاویہ نے بہت تعظیم و تکریم سے اپنے پہلو میں بٹھایا، ادھر اُدھر کی باتوں میں خلافت کا تذکرہ چھیڑا شرجیل نے کہا مجھے اکابر مدینہ عمائد دمشق معارف کوفہ، اشراف مکہ سے تحقیق ہو چکا ہے کہ مظلوم خلیفہ کی شہادت علی کی سعی و کوشش سے ہوئی ہے اگر تم اُن کی بیعت کرو گے تو میں تمہارا ساتھ نہ دونگا، اور اپنے ماتحت قبیلوں کو بیعت سے روکوں گا معاویہ نے کہا، بھلا یہ کہاں ممکن ہے کہ میں آپ ایسے بزرگوں کی رائے بغیر کوئی کام کروں، میں خود اس معاملہ میں آپکا ہم خیال ہوں، بلکہ تمام اہل شام قصاص لینے کو تیار، جنگ پر آمادہ ہیں

جریر کے خالی واپس آنے پر حضرت علی نے معاویہ کو لکھا، اے معاویہ! عام مسلمانوں کی موافقت کر، پھر وارثان عثمان کو میرے روبرو لا اور خون عثمان کا دعویٰ کر تاکہ مطابق کتاب خدا اُس کا فیصلہ کیا جاوے، اگر تو نے میرے ہدایت پر خیال نہ کیا، تو مجھے خدا سے امداد لیکر تجھ سے جنگ و جدال کے لئے آنا پڑے گا معاویہ نے جواب میں لکھا کہ اے علی ہم تم بنی عبد مناف ہیں، ایک ماں کا دودھ ایک ہی چاہ سے پانی پیا ہے، ہم میں تم میں کسی کو ترجیح نہیں ہے، پہلے ہم سب متفق تھے، قلوب خیانت سے پاک، نفوس حسد سے بری تھے، یہاں تک کہ اے علی! تم نے عثمان پر حسد کیا، اور لوگوں کو اُبھارا عثمان کو قتل کرادیا، گھر میں گھسے بیٹھے مطلب کا انتظار کرتے رہے، عثمان شہید ہوے، تمھاری مراد برآئی، خلافت پر قبضہ کیا، بزرگان اسلام سے جبریہ بیعت لی، شیخ المسلمین طلحہ و زبیر کو قتل کرادیا، ام المومنین حضرت عائشہ کو اجلاف عرب کے ہاتھوں ذلیل کیا قاتلان عثمان کو اپنی رفاقت میں شیر، حمایت میں دلیر کر رکھا ہے، اب میں مہاجر و انصار کے ساتھ باشمشیرہاے شامی وسنانہاے قحطانی تمھاری طرف آتا ہوں، اور قاتلان عثمان کو تم سے لیتا ہوں، حضرت علی نے جواب میں لکھا، یہ سچ ہے کہ ہم تم بنی عبد مناف ہیں، ایک ہی ماں کا دودھ ایک ہی چاہ کا پانی پیا ہے، مگر فی ما بین یوں تفرقہ ہوگیا کہ ہم خداے واحد پر ایمان لاے، محمد کی رسالت کو تسلیم کیا، تو مشرک تھا، منافق رہا، تیرے یہاں بتوں کی خدائی ہمارے یہاں خانہ کعبہ کی خدمت زمزم کی سقائی رہی، ہمارے گھر رب العزت نے وحی نازل فرمائی، مشکوٰۃ نبوت ہم میں ہے، شجرۂ ملعونہ تم میں، محمد سا امین ہم میں ہے۔ مسیلمہ سا

کذاب ابو سفیان سا خائن تم میں سیّد الحجۃ عبد المطلب ہم میں ہے۔ کذاب مکذب تم میں، ہاشم بن عبد مناف ہم میں امیہ ننگ اخلاف تم میں، جعفر طیار فی الجنان سید الشہدا حمزہ اسد اللہ ہم میں، سگ اسلاف ابن عبد العزیٰ تم میں سیدۃ النساء العالمین فاطمہ زہرا ہم میں حمالۃ الحطب ام جمیلہ (معاویہ کی پھوپھی) اور ہندہ جگر خوارہ (معاویہ کی ماں) تم میں۔ سرداران جوانان بہشت حسنین ہم میں عقبہ بن ابی معیط تم میں۔ اے ابن صخر یہ بھی ابنائے زمانہ کی دون پرستی ہے کہ تجھکو میرا مقابل بنا دیا، اے معاویہ میں نے عثمان پر حسد نہیں کیا، بلکہ تو میری خلافت اور امامت پر جل بھن رہا ہے۔ قتل عثمان پر میں نے کسی کو ترغیب نہیں دی، بلکہ تیرے شیخ الاسلام طلحہ و زبیر اور تیرے مشیر کار عمر عاص مکار نے ابھارا اے پسر ہند میں مدعی خلافت رہا، مگر خلافتوں میں در انداز نہیں ہوا میں مستحق امامت ہوں مگر خلافت کی ہوس نہیں رکھتا، تو نہ استحقاق خلافت رکھتا ہے نہ امامت کی قابلیت، محض نا واقف شامیوں کی قوت پر کینۂ دیرینہ نکالنا اور اقتدار دنیا بڑھانا چاہتا ہے، عرف ہوائے نفس اور حب جاہ طمع دنیا میں برسر پرخاش ہے، مہاجر و انصار اور مصر کے گروہ نے خلافت کے لئے مجھے مجبور کیا، طلحہ اور زبیر نے خود ہی شدید قسمیں کھا کر بیعت میں سبقت کی خود ہی عہد شکنی میں عجلت کی، کور بختی سے اپنی جانیں آپ ہلاکت میں ڈالیں، زبیر کی مہمان داری تیرے ساتھی عمر جرموز نے کی، طلحہ کی جان تیرے بھتیجے مروان نے لی، عائشہ خود ہی خلاف حکم گھر سے نکلیں، اونٹ پر چڑھ کر بصرے تک تشہیر ہوئیں! اے ابن جگر خوارہ ٹٹول اپنے دل کو دیکھ اپنے دہنے بائیں، خون عثمان کے بانی تیرے پہلوؤں میں مصاحب ہیں

عجب ہے کہ تو مجھے شمشیر و سنان سے دھمکاتا ہے، تو نے کس سے سُنا اور کب دیکھا
کہ پسران عبدالمطلب تلوار سے ڈر گئے ہوں، کیا بدر و احد، خندق و خیبر کے
واقعات بھول گیا۔ میں وہی علی ہوں جس نے تیرے اسلاف کو ٹھکانے لگایا ہے
ذرا آنکھ کھول۔ دیکھ اپنے بھائی حنظلہ۔ اپنے ماموں ولید۔ اپنے چچا شیبہ اپنے
جد عتبہ کو جو میدان بدر میں اپنے خون میں پڑے لوٹ رہے ہیں، وہی تلوار
ذوالفقار میرے ہاتھ میں ہے، وہی قوت دست و بازو میں موجود ہے،
خدا کے فضل سے وہی قوی دل رکھتا ہوں، کچھ بھی غیرتِ رکھتا ہو تو اکیلا
نکل آ، میں تو سمجھ لوں، تو نے مار لیا دنیا تیری ہے میں نے تجھے مارا
مسلمانوں کو رنج و مصیبت سے نجات مل جائے گی، اے معاویہ! مسلمانوں کا
خون ناحق اپنے سر نہ لے، صدہا گھر ویران ہزارہا عورتوں کو بیوہ بچوں کو
یتیم نہ کر، خدا سے ڈر جانبین سے خطوط کا سلسلہ پیک و پیغام سفیروں
کی تک و دو قاصدوں کی دوڑ دھوپ، ایلچیوں کا آنا جانا، مہینوں
جاری رہا۔ معاویہ نے مکروہ الفاظ سخت کلامی سوءِ ادبی، گستاخی
اتہام، بے ہودہ سرائی میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا حضرت علی نے بھی تحمل و
نمائش کی حد کر دی، دندان شکن جواب بھی دئے اور لاجواب دئے مگر
افسوس بات بڑھنا تھی بڑھتی گئی مسلمانوں کے خون بہنا تھے بہے، اور
ہزار افسوس کہ صدیوں تک بہتے رہے۔ مورخین لکھتے ہیں ایک کوفے کا باشندہ
کسی ضرورت سے شام آیا، ایک شامی نے اُس کے اونٹ کو پکڑا اور کہا کہ
یہ میری اونٹنی ہے، قصہ نے طول کھینچا معاملہ معاویہ کے حضور میں پیش ہوا،
شامی کے بیسوں گواہ ہو گئے، معاویہ نے اونٹ شامی کو دلا دیا، کوفی نے

کہا، جج صاحب ذرا ملاحظہ تو فرما لیجئے کہ یہ اونٹ ہے یا اونٹنی، معاویہ نے کہا حکم ہو چکا، اب کچھ نہیں ہو سکتا، شامی اونٹ لیکر چلتا بڑا کوفی منہ لٹکائے واپس چلا، معاویہ نے کوفی کو بلا کر اونٹ سے دوچند قیمت دی، اور کہا کوفے جانا تو اپنا قضیہ علی کو سنا دینا، اور میری طرف سے کہدینا کہ ایسے سوا لاکھ اُجڈ تمہارے مقابلہ کو لاؤنگا، جو اونٹ اور اونٹنی میں فرق نہیں کر سکتے، معاویہ نے حضرت علی کو جنگ جمل میں اُلجھا پایا، شام میں اپنی خلافت کا اعلان کر دیا اور جزائر عرب میں ضحاک ابن قیس نے پہونچ کر معاویہ کے لئے بیعت لی، اور شہر حران کو اپنا دارالریاست بنایا۔

حضرت علی نے جنگ جمل سے فراغت پائی تو مالک اشتر کو تھوڑی فوج دیکر ضحاک کی سرکوبی کو روانہ فرمایا، ضحاک شکست کھا کر قلعہ بند ہو گیا، مالک نے قلعہ حران کا محاصرہ کر لیا، ضحاک نے معاویہ کو فریاد نامہ لکھا، معاویہ نے خالد ابن ولید کے بیٹے عبدالرحمن کو ضحاک کی امداد کو بھیجا، مالک اشتر نے کمک کو آتے سنا، آگے بڑھ کر راستہ ہی میں عبدالرحمن کو ٹوک لیا سخت خونریزی ہوئی۔ عبدالرحمن شکست کھا کر بھاگ گیا، ضحاک نے امدادی فوج کو بھاگتے سنا تو قلعہ چھوڑ چلتا بڑا مالک نے پلٹ کر قلعہ حران پر قبضہ کر لیا، وہاں کے باشندوں سے علی کی بیعت لی، یہیں سے جنگ صفین کا سلسلہ چھڑ گیا،

حضرت علی نے عرصہ تک اس معاملہ میں رفاہ و اصلاح کی راہ دیکھی۔ مگر جب یہ خبر پائی کہ معاویہ شرجیل کی قوت سے ایک لاکھ فوج لیکر دمشق سے باہر نکل آئے ہیں، لشکر کو تیاری کے لئے نخیلہ میں جمع ہونے کا حکم دیا،

۴۸ ہزار کا مجمع ہو چکا تو عقبہ بن عمر ایک معمر صحابی کو کوفہ کا منتظم کیا، اور لشکر کو کئی حصوں میں مرتب فرمایا، اور ہر حصہ پر اُن کے نمائندوں کو افسر بنایا۔ ۱۲ ہزار کی جماعت کو مقدمۃ الجیش کیا اور زیاد ابن نصر اور شریح ابن ہانی کو اُن کا امیر مقرر کیا، ہدایت فرمائی کہ تم دونوں جدا جدا اپنے لشکر کے افسر ہو۔ جہاں پر ایک ہو جاؤ تو شریح کو دونوں لشکروں کا افسر مانو، ظلم و تعدی سے نفرت رکھنا ہر وقت ہر حالت میں خدا سے ڈرتے رہنا۔ اپنی ثروت پر غرہ، اپنی کارگزاریوں پر ناز اپنی قوت پر گھمنڈ نہ کرنا، اتفاقات زمانہ کے لئے مستعد رہنا، آفات ارضی و سماوی میں حواس باختہ نہ ہو جانا، اپنے ماتحت ۱۲ ہزار بندگان خدا کے تمامی امور کی خبر رکھنا، ان کی محافظت ان کی راحت ان کا آرام تمہارے ہاتھ ہے شفقت سے ان کی خدمت تمہارے ذمہ ہے۔ اہل عقل سے صلاح لینا، ناواقفوں کو تعلیم دینا، آگے کا لشکر فوج کی سپر، سب کا نگہبان، جسم پر آنکھیں، محافظہ طلایہ ہے۔ اہل طلایہ کا فرض ہے کہ دریافت حال کو ادھر اُدھر دیکھتے چلیں، چاروں طرف کی خبر لیتے رہیں آگے پیچھے دہنے بائیں، بلندیوں، پستیوں، جھاڑیوں، جنگلوں، پہاڑوں گھاٹیوں، کھنڈوں، کمیں گاہوں، درختوں کی آڑوں میں غنیم کا سراغ لگاتے چلنا، رات کو قیام، دن کو سفر کرنا، کوچ میں ساتھ، قیام

میں پاس، ہر حالت میں متفق رہنا، سونا تو برچھیوں کے حلقہ میں محفوظ سونا شب خون کی حفاظت کو باری باری ہوشیار رہنا دشمن سے سامنا پڑ جائے تو کسی بلندی یا دریا کے موڑ کو پس پشت لینا، یا پہاڑ کی آڑ پکڑ لینا تاکہ دشمن ایک ہی جانب سے حملہ کر سکے اور تم پسپا ہونے پر بھی بلند ہو کر زبردست رہو اور بھاگ جانے کی بے عزتی سے بھی محفوظ رہ سکو۔

یقین مانو کہ موت ایک دن آنی ہے راتوں کو بقدر ضرورت آرام لینا، زیادہ آرام کو حرام سمجھنا، کچھ رات رہے سے اُٹھنا، خدا کو ضرور یاد رکھنا، اپنے قاصد میرے پاس بھیجتے رہنا، بڑھو اور خدا کا نام لیکر بڑھو فی حفظ اللہ۔ میں بھی تمہارے پیچھے آرہا ہوں۔ تمام لشکر آگے پیچھے روانہ ہوا۔

حضرت علی مع لشکر ظفر پیکر کربلا، ساباط، مدائن ہوتے ہوئے راہ میں کسریٰ پرویز، نوشیروان عادل کے پورانے نشان، وحشتناک منظر، ڈرانے ویرانے، گری پڑی عمارتیں، ٹوٹے پھوٹے قلعے۔ سنسان قبرستان، خاموش آتشکدے، شاہی عمارتوں کے کھنڈر امراؤ وزراء کے منہدم مکانات، اُجڑے باغ سوکھی نہریں پھٹے گنبد گرے منارے، لٹی بہار مٹی رونق چشم عبرت سے دیکھتے زبان سے آیۂ فاعتبروا یا اولی الابصار پڑھتے بہر سیر میں رونق افزا ہوئے اس مقام پر مدائن کے رہنے والے بارہ سو سپاہی عدی بن حاتم طائی کی تحریک سے حاضر خدمت ہوئے بہر سیر سے چل کر شہر انبار میں مقام ہوا یہاں کے عجموں نے آپ کے استقبال اور مہمانی کا سامان کیا گھوڑوں پر سوار ہو کر استقبال کو آئے جب قریب پہونچے وہاں کے دستور کے موافق گھوڑوں سے اُتر پڑے اپنے اپنے

گھوڑے نذر دئے لشکر کے لئے کھانا جانوروں کے لئے دانہ سوکھی گھاس ہرا چارہ حاضر کیا آپ نے اس شرط سے منظور فرمایا کہ تمھارے خراج میں تمھارا عامل اسکی مناسب قیمت مجرا دے شہر انباز میں دو دن قیام رہا ضروری رسد کا سامان قیمت سے مہیا ہوا، کیونکہ یہاں سے جنگل کا رستہ طے کرنا تھا، سات روز بعد اقطار میں کوکب ہمایوں کا داخلہ ہوا اس مقام پر مسجد بنانے کا حکم دیا، یہاں سے کوچ فرما کر شہر رقہ میں نزول اجلال ہوا

یہ شہر شام کے ممالک محروسہ میں شامل تھا، باشندے امیر شام کے مطیع تھے اور عثمانی فرقہ بھی جنگ جمل سے بھاگ کر یہیں مقیم تھا۔ سماک ابن مخرمہ اسدی انکا سردار تھا۔ یہاں دریائے فرات اترنے کو کشتیوں کی ضرورت ہوئی ان لوگوں نے دینے سے انکار کیا اور اپنی کشتیاں دہنے بائیں ہٹا دیں، حضرت علی نے درگزر فرمایا اور نسیج کے پل سے اتر گئے مگر مالک اشتر نے تلوار کے گھاٹ اتارنے پر دھمکایا اور کشتیاں منگا کر اترے۔ منزل قرقیسا پر زیاد و شریح کا لشکر مل گیا۔ حضرت علی نے اس لشکر پر اب مالک اشتر کو امیر بنایا، اور شام کی جانب بڑھنے کا حکم دیا، ہدایت فرمائی کہ غنیم سے مڈھ بھیڑ ہو جائے تو میمنہ پر زیاد، میسرہ پر شریح اور قلب میں تم قیام کرنا اور سمجھا دیا کہ اپنی فوج کو دشمن سے اتنا نزدیک نہ اتارنا کہ وہ تم کو جنگ پر حریص سمجھے اور نہ اتنا دور کہ تم پر خوف و دہشت کا گمان ہو، دشمن سے مقابل ہو جاؤ تو شر دفع کرنیکے سوا شورش نہ کرنا بغیر اختتام حجت تلوار میان سے نہ نکالنا، جہانتک ممکن ہو میرے پہونچنے کا انتظار کرنا، افواج شام کے ہراول ابوالاعور اسلمی ۲۵ ہزار فوج سے عراق کی طرف بڑھے

اور بابل کے میدان میں ڈیرے ڈالے، دوسرے روز مالک اشتر بھی اُن کے سر پر جا دھمکے اور مقابل میں خیمے برپا کیے۔ اپنے بھائی سنان ابن نخعی کو ابوالاعور کے سمجھانے کو بھیجا اُسنے کہا میں شام سے سب سمجھ بوجھ کر چلا ہوں اور صبح ہوتے ہی دہل جنگ بجوا دیا، مالک خود بھی طبیعت کے نہایت جنگجو تھے مگر حضرت علی کا حکم مقدم مانتے تھے، دشمن نے سبقت کی تو فوج کو مقابل لائے، ابوالاعور نے حملہ کر دیا۔ دونوں فوجیں گتھ گئیں۔ دن بھر تلوار کھنکا کی۔ رات بھر لوہے سے لوہا بجتا رہا۔ مالک غصہ میں بھرے، ابوالاعور کے فراق میں گھوما کیے۔ صبح ہوتے ہی ابوالاعور مالک سے جان بچا کر چلدیا، فوج بھی تتر بتر ہو کر بھاگی۔ ابوالاعور اقبح کے مقام پر معاویہ سے جا ملا اور فرار کی داستان سُنائی۔ مالک بھی بھاگی ہوئی بھیڑ کو ریلتے ڈھکیلتے دباتے چلے گئے۔ معاویہ نے اقبح کے قیام میں قباحت دیکھی دریائے فرات قریب ہونے سے صفین کا میدان پکڑا، اور پانی کے گھاٹ پر قبضہ کر لیا، مالک اشتر پہنچے تو لاکھوں کے مجمع سے مقابل ہونا مناسب نہ سمجھے اپنے لشکر کو اُن کی ٹکر کا نہ پایا۔ دریا سے ہٹ کر پڑاؤ ڈالا۔ تیسرے روز حضرت علی بھی تشریف فرما ہو گئے۔ دریا سے دور ٹھہرنے کی وجہ پوچھی۔ معلوم ہوا کہ گھاٹ پر معاویہ کا پہلے سے قبضہ ہے، فوج کو پانی کی ضرورت ہوئی لوگ پانی لینے گئے۔ گھاٹ کے پہرہ دار مانع ہوے۔ آپ نے صعصعہ کو معاویہ کے پاس بھیجا کہ دریا کا پانی خدا کی جانب سے عام ہے تم نے کیوں روکا ہے۔ معاویہ نے کہا تم نے عثمان پر پانی بند کیا ہم تم کو پانی نہ دینگے، آپ نے کہلا بھیجا کہ ہمارے تمھارے امر امامت پر جھگڑا ہے۔ پانی روکتے ہو تو چلو اسی پر فیصلہ ہو جائے جو

گھاٹ لیلے وہی امام ہے معاویہ نے جواب نہیں دیا اشعث واشتر
حضرت علی سے اجازت لیکر پانی لینے گئے محافظان ساحل کو گھاٹ سے
مار کر ہٹا دیا، دو دن کی پیاسی فوج نے خوب ڈگڈگا کر پانی پیا اور وہیں
ڈیرے ڈالدئے معاویہ کی فوج کو ضرورت ہوئی تو اندیشہ کیا کہ ہم نے پانی
نہیں دیا تھا اب ہم بھی پانی سے روکے جائینگے کچھ لوگ پانی مانگنے آئے
آپ نے فرمایا دریا خدا کی طرف سے فیض عام ہے میں وہ بات ہرگز نہ کرونگا
جو تم ابھی ابھی کل میرے ساتھ کر چکے ہو بے کھٹکے پانی پیو اور بھرے جاؤ
اس پر بھی معاویہ عجیب چال چلے کچھ دور پر دریا میں باندھ بندھا تھا،
رات کو دو چار سو تبردار بیلدار بھیجے کہ باندھ کو توڑ دو رات بھر بلیچہ چلتا
رہا پتھر پر کودالوں کی دھمک رات کے سناٹے میں گونجی، کھودنے والوں
کا شور وغوغا مچا رہا لشکریان علی کو اندیشہ ہوا، آکر عرض کی کہ باندھ
توڑا جا رہا ہے یہاں رہیں گے تو ہم سب غرق ہو جائیں گے لب ساحل قیام
مناسب نہیں ہے آپ نے فرمایا کہ یہ معاویہ کا مکر ہے، تم پانی کے کنارے
ہو اور امن وعافیت سے ہو تمہارے ڈرانے کو دھمکی ہٹانے کی حکمت ہے
یہ باندھ معاویہ کے توڑے نہیں ٹوٹ سکتا، اگرچہ تمام مملکت کا خراج بھی
خرچ کر ڈالے، لشکریوں کے دلوں سے اندیشہ نہ گیا اور اصرار کرتے رہے،
آپنے فرمایا تمہاری ناسمجھی کا میرے پاس علاج نہیں ہے اور منغض ہو کر خاموش ہوگئے دریا کنارے
سے لشکر ہٹ آیا مقام خالی ہوا معاویہ نے جھٹ پٹ اپنا لشکر لا جمایا حضرت
علی نے فرمایا اے سخن ناشنو نافہموں دیکھا جو میں نے کہدیا تھا وہی ہوا پھر
پانی کو ترسو بلکو گے، مالک اشتر اور اشعث وغیرہ سردار دن کو سخت ندامت

ہوئی عرض کی اجازت ہو تو ہم پھر اپنی جگہ لیلیں، آپ نے فرمایا تمہیں اختیار
ہے اشتر و اشعث نے اپنے اپنے قبیلوں کو جمع کیا کہا ہم سے غلطی ہوگئی ہے
اپنے اندیشے کی متابعت کی امام کا حکم نہ مانا جگہ بھی گئی پانی کی بھی تکلیف
اُٹھائینگے اول مرنا، آخر مرنا پیاس سے تڑپ تڑپ کر مرنے سے لڑکر مرنا
اچھا ہے جان پر کھیل کر اپنا چھنا ہوا پڑاؤ واپس لینا مقصود ہے،
سب نے منظور کیا کمریں باندھ تیار ہو گئے، آگے آگے اشتر و اشعث پیچھے
لشکر عراق فوج شام چھیڑ نکال کر پہلے سے آمادہ تھی اشتر و اشعث نے حملہ
کیا اشتر نے ۷ نامی سردار تہ تیغ کیے، اشعث اور شرجیل بن سمط الکندی
سے مڈھ بھیڑ ہوگئی اشعث نے نیزہ مارا سینہ سے پار ہوگیا ابوالاعور اسلمی
جوش میں مقابل ہوا اشعث کے ہاتھ سے زخمی ہو کر صفوں میں چھپ گیا،
جوشب ذوالظلم اور ذوالکلاح حمیری نامداران شام مع اپنی ماتحت افواج کے
اشتر و اشعث سے مقابل رہے دیر تک تلوار چلا کی دونوں جانب سے
کد و کاوش ہوا کی مگر شرجیل قبائل شام کے سرخیل تھے اُن کے مارے جانے
سے فوج شام میں کمزوری اور عظیم تہلکہ ہو گیا، لشکر شام نے جگہ چھوڑنے کیلئے
مہلت چاہی اشتر و اشعث نے کہا کہ بس خیر اسی میں ہے کہ ابھی ابھی پڑاؤ
سے ہٹ جاؤ ورنہ اپنی تمہاری جانیں ایک کریں گے مگر مہلت ایک دم کی
نہ دینگے لشکر عراق جوش میں بڑھتا گیا، فوج شام ہٹتی گئی رفتہ رفتہ ساحل
پر قبضہ ہوتا گیا، شام تک اہل شام سے پڑاؤ خالی ہوگیا، اہل عراق کامیابی کا
نشان لہراتے دریا کنارے جا جمے حضرت علی نے لڑائی روک دی، شامیوں پر
عراق والوں کا رعب چھا گیا اشتر و اشعث نے حاضر ہو کر قصور کی معافی مانگی،

اور حضرت علی کی خوشنودی لے کر اپنے اپنے خیموں میں دم لیا۔ حضرت علی نے پانی لینے کی لشکر معاویہ کو عام اجازت دی اور ماہ محرم شروع ہو جانے کی وجہ سے التوائے جنگ کا اعلان فرمایا۔ اس درمیان میں حضرت علی نے بشیر شیث ربعی سعید ابن قیس ابو عمر کو بطور کمیشن معاویہ کے پاس بھیجا۔ بشیر نے کہا معاویہ! جماعت اسلام میں تفرقہ نہ ڈالو ناحق علی سے نزاع نہ کرو مسلمانوں کی باہم خونریزی سے باز آؤ۔ معاویہ نے کہا: یہ نصیحت علی کو کیوں نہیں کرتے بشیر نے کہا کہ وہ اسلام میں خونریزی نہیں چاہتے، وہ دین میں تفرقہ انداز نہیں ہیں، انھیں نے ناحق نزاع نہیں کی۔ وہ سبقت فی الاسلام اور قرابت خیرالانام میں سب سے مقدم ہیں۔ معلومات و شجاعت میں سب سے بہتر ہیں۔ خلافت کے لئے ہر نوع سب سے افضل ہیں۔ معاویہ نے کہا، تم میرے دربار سے نکل جاؤ۔ میں خون عثمان کو ضایع جانے نہ دونگا۔ اب ہمارا تمھارا فیصلہ تلوار کرے گی۔ شیث ربعی نے کہا: ہم خوب جانتے ہیں کہ شامیوں کی جماعت کو خون عثمان کے بہانے تم نے اپنی جانب مائل کر رکھا ہے، انھیں کے بوتے اکڑ رہے ہو۔ افسوس یہ نادان اتنا نہیں سمجھتے کہ قتل عثمان کے باعث سب سے زیادہ تم ہو۔ تم اُنکی طرف سے برسر حکومت اور صاحب لشکر تھے۔ بلوے کے وقت تم مدینہ میں موجود تھے۔ عثمان کو زغہ میں گھرا پایا۔ وہاں سے ٹل آئے، انھیں نے امداد مانگی تم ٹال گئے۔ اگر تم تھوڑی فوج سے مدد کر دیتے تو عثمان یہ روز بد دیکھتے نہ تمھاری یہ مراد بر آتی۔ شام کی جانب سے بھی وفد آیا، جس میں آنحضرت کے صحابی ابو دردا اور ابو الامامہ باہلی بھی تھے، حضرت علی سے عرض کی، آپ قاتلان عثمان کو دیدیجئے، اور ملک شام کو معاویہ کے متعلق چھوڑ دیجئے، فتنہ

فرو ہو جائے آپ نے فرمایا دارثانِ عثمان کو لاؤ مجھے صاحب الامر مانیں، قاتلانِ عثمان کا نام بتائیں، قتلِ عثمان کا ثبوت پہونچائیں، میں خود سزا دوں۔ ملک شام سلطنت اسلامیہ کا صوبہ ہے۔ فسق و فجور کے لئے کیوں مطلق العنان چھوڑ دوں۔ معاویہ کو دعوے ہے میرے مقابل آجائے۔ میں وہ سمجھ لوں باہم فیصلہ ہو جائے۔ وہ لے جائے سلطنت کرے۔ میں لیلوں سلمانوں کی جان بچے، وفد لاجواب پھرا۔ معاویہ کو سمجھایا، علی سے بیر نہ باندھ۔ نیکی کی بہشت میں ہمیشہ جی یا رسوائی کے دوزخ میں ہمیشہ جل، تجھے اختیار ہے دنیا بنا یا آخرت بخیر کر ہم بری الذمہ ہیں۔ ابو درda اور ابو امامہ کو جواز فرار کی حدیثیں یاد تھیں۔ چھوڑ چھاڑ چلتے پڑے بغرہ سفر کو معاویہ نے فوج کا علم عبدالرحمن بن خالد ابن ولید کو دیا۔ سواروں پر عبیداللہ بن عمر بن خطاب کو پیادوں پر سلم بن عقبہ میمنہ پر عمر عاص میسرہ پر حبیب ابن سلیمہ قلب میں ضحاک ابن قیس کو مقرر کیا صفیں باندھ کر لڑنے کو تیار ہوئے حضرت علی نے اپنے لشکر کا نشان ہاشم بن عتبہ کو عطا فرمایا سواروں پر عمار یاسر پیادوں پر بدیل ابن ورقہ، میمنہ اور میسرہ پر اشعث و حارث قلب میں عبداللہ عباس اور عباس بن ربیعہ اور قبیلوں پر اُن کے سرداروں کو مقرر فرمایا۔

یکم صفر ۳۷ھ کو دونوں فوجیں مقابل آئیں شامی حکم معاویہ کے منتظر تھے لشکر عراق کو شامیوں کی سبقت کا انتظار تھا، دن ڈھلے ابوالاعور سلمی ایک ہزار سواروں سے آگے بڑھے سب سے پہلے عوف الحارثی صف سے

نکل کر مبارز طلب ہوا علقمہ ابن العبس حضرت علی سے اجازت لے کر مقابل ہوئے، تھوڑی رد و بدل میں علقمہ نے عوف کو نیزہ سے مار لیا اور اپنی صف میں واپس آئے میمنہ شام کے سردار عمر عاص نے اپنے بیٹے عبید اللہ کو ایک علم دے کر بڑھایا ادھر سے حصین ابن سفور قبیلہ بنی ربیعہ کو ہمراہ لیکر رزم گاہ میں آئے اور عبید اللہ کو پسپا کر دیا، حضرت عثمان کا غلام اجیر لشکر سے نکلا حضرت علی کا غلام کسان اُسکے مقابلہ کو گیا، مگر مارا گیا، اجیر کے دل بڑھے بہت بڑھ گئے حضرت علی کو اپنے مقابلہ کے لئے پکارا، آپکو کسان کا صدمہ تھا، بے ادبی پر غیظ آگیا، گھوڑا بڑھا کر ہاتھ گریبان میں ڈال دیا اور اس جھٹکے سے کھینچا کہ زمیں پر گرتے ہی اعضا چکنا چور دم فنا ہو گیا معاویہ نے اپنے غلام حریب کو قصاص اجیر کا حکم دیا، مگر منع کیا کہ اگر ابو الحسن اجیر کے قاتل ہوں تو مقابل نہونا، اُسنے گستاخی سے کہا کہ ان کو بھی نہیں چھوڑنے کا، معاویہ نے پھر تاکید سے منع کر دیا، مگر جب وہ چلنے لگا تو عمر عاص نے چپکے سے سمجھایا کہ معاویہ تیری دلاوری اور شجاعت کو اتنا مشہور کرنا نہیں چاہتے جتنا کہ تو ہے۔ علی مقابل آجائیں تو ضرور حملہ کرنا اس میں تیرے لئے بڑی نام آوری ہے اُس نے کہا تم کیوں گھبراتے ہو میں خود اسی دھن میں جا رہا ہوں، آج اپنے مالک کے بھائی حنظلہ، ماموں ولید چچا شیبہ، نانا عتبہ اور اپنے ساتھی اجیر کا بدلہ لئے لیتا ہوں، حریب میدان میں آکر رجز خوانی کرنے لگا آپ کو معلوم ہوا کہ معاویہ کا مشہور بہادر غلام حریب ہے، عثمان کے غلام اور معاویہ کے کنبے بھر کا بدلہ لینے آیا ہے آپنے فرمایا، او سگِ دیوانہ بے ادب فرمایہ غلام، موت چاہتا ہے تو کھڑا رہ،

جان عزیز ہو تو اُلٹے پاؤں بھاگ جا، وہ ڈٹا رہا، آپ نے گھوڑا بڑھا کر
نیزے کا وار کیا کہ پشت کے پار ہو گیا، معاویہ کو حریب کا بہت صدمہ ہوا
عمرابن لقیس السکونی کو قصاص کے لئے بھیجا، اُس نے آتے ہی حضرت علیؑ پر
وار کرنا چاہا۔ سعید ابن القیس الہمدانی قریب کھڑے تھے حضرت علیؑ کے
درمیان میں آگئے اور اُسکے حملہ سے پہلے اُس کو ختم کر دیا ذوالکلاع حمیری
ایک ہزار سواروں سے سعید پر حملہ آور ہوا، قبیلہ ہمدان نے مقابلہ کیا
شام تک تلوار سے تلوار لڑتی رہی لاش پر لاش گرتی رہی، بنی ہمدان
نے اہل شام پر فتح پائی، طرفین کے اکثر نامور مارے گئے۔ شام ہو گئی،
فوجیں اپنے اپنے قیام گاہ کو واپس ہوئیں، دوسرے روز حضرت علیؑ سے
اجازت لیکر ابوایوب انصاری میدان میں آئے، متواتر حملے کرتے ہوئے
معاویہ کے خیمہ تک پہونچ گئے، معاویہ بھاگ کر قلب لشکر میں چھپ گئے،
پہلے تنوقع ابن منصور، پھر سمرہ ابن مالک سدراہ ہوئے، ابوایوب کی
شمشیر سے مارے گئے، ادھر سے حضرت علیؑ نے محمد بن ابابکر کو فوج دے کر
ابوایوب انصاری کی امداد کو بھیجا دن بھر تلوار چلا کی موت کی عین گرم بازاری
میں عبیداللہ بن عمر نے معاویہ کے ایماء سے امام حسن کو بلا کر کچھ حیلہ آمیز باتیں
کیں، دندان شکن جواب پاے منھ لٹکا کر واپس گئے مگر اشعث بن قیس
کندی سے خفیہ گفتگو کا سلسلہ چھڑ گیا امیر شام نے اشعث کی کہی بدی سے
اہل عراق کی میسرہ پر ایک ہزار جوان سے حملہ کیا اشعث کی پہلوتہی سے
فوج عراق کو نقصان پہونچا شامی معرکہ مار کے واپس چلے تھے کہ حضرت علیؑ کو
معلوم ہو گیا، چیدہ سواروں سے یلغار کی، اگا وا کاٹ کر راہ میں جا روکا

اور گھیر کر ۷۰۰ آدمی تہ تیغ کئے اشعث کو برخاستہ خاطر پایا جنگ کے ہیجے میں کمی محسوس کی امارت سے معزول کیا اُنکا علم حسان بن مخدوج کو عطا فرمایا، تیسرے روز حضرت علی نے اپنی فوج سے گھوڑا بڑھا کر معاویہ کو اپنے مقابلہ میں طلب کیا فرمایا معاویہ لشکر سے نکل آ میں تو تنہا سمجھ لوں جنگ کو طول نہ دے عراق و شام کے ہزاروں گھر ویران نہ کر مسلمانوں کے خونِ ناحق کا مظلمہ اپنے سر نہ لے، تو لے جا چین سے سلطنت کر، میں لیلوں مسلمانوں کو نجات ملے،

معاویہ سُنتے رہے مگر جگہ سے نہ بڑھے،

عمر عاص نے ہر چند تانا، غیرت دلائی کہ ہار مانو یا مقابل ہو، ٹوکنے پر حریف کے مقابل نہونا ناموسی کی بات اور دستور عرب کے خلاف ہے مگر معاویہ نے اثر نہیں لیا، اُلٹا عمر عاص کو بڑھا دا دیا،

عمر عاص شیخی میں آکر آمادہ ہو گئے، جب حضرت علی واپس جا چکے تو عمر عاص میدان میں آکر رجز خواں ہوئے کہ اے صاحبان فتنہ اے باشندگان کوفہ میں تم سے لڑتا ہوں مگر اپنے سامنے ابوالحسن کو نہیں پاتا لوگوں نے حضرت علی کو خبر کردی آپ گھوڑا اُڑا کر تشریف لائے فرمایا ایہا الشیخ ابوالحسن موجود ہے عمر عاص آواز سن کر سن سے ہو گئے سمجھے بیڑھب پھنسے ہاتھ پیر پھول گئے، بے اختیار بھاگنے کو باگ موڑی، آپ نے نیزہ مارا عمر عاص کی زرہ کے دامن پر پڑا گٹھری مُٹڑی ہو کر زمین پر آرہے! چوٹ بچانے کو ٹانگیں اونچی کر دیں پاؤں میں نیچے ازار نہ تھی حضرت علی نے نظر ہٹالی، فرمایا جا تیری شرم گاہ نے تجھے بچایا، عمر عاص گرد ندامت

جھاڑتے لشکر کو واپس گئے، معاویہ نے اس عجیب و غریب فن سپاہ گری
اور نئے داؤں پیچ کی بہت تعریف کی دونوں لشکروں میں تمام دن
اس گرہ بازی کا مضحکہ اڑا کیا عمرعاص نے کہا اے معاویہ! میں تو یہ قلعہ
کھیل کر بچ بھی آیا، تم ہوتے تو اس داؤں سے بھی جان نہ بچتی آج
کی لڑائی ہنسی ہنسی میں ٹل گئی، نعمان ابن حیلتہ القضائی شام کا دلاور
حقیقت معاملہ کو خوب سمجھے ہوئے تھا، مگر طمع دنیا نے آنکھیں سی دی تھیں
کسی انعام پر معاویہ سے بھرا بیٹھا تھا، چوتھے روز معاویہ نے ترقی جاہ و منصب
کے لالچ دلا، میدان کارزار میں بھیجا، ادھر اشتر نخعی اور سعید رزمگاہ میں
آئے، دن بھر تلوار چلا کی، شام تک لوہے سے لوہا بجتا رہا۔ قریب مغرب
اشتر کے ہاتھ سے نعمان مارا گیا دولت و ثروت کے منصوبے دل کے دل ہی
میں رہ گئے رات ہو گئی، دونوں فوجیں اپنے اپنے کیمپ کو واپس ہوئیں، پانچویں روز ہمام ابن حنیفا لتری خان صاحب
شام سے مع لشکر میدان میں آئے، حضرت علی کی طرف سے عدی ابن
حاتم طائی اپنے قبیلہ کے ہمراہ مقابل ہوئے تمام دن نیزہ بازی ہوتی رہی
لشکر شام سے جبل باہر نکلا، اور مبارز طلب کیا، ادھر سے اس کا لڑکا اثال
مقابل ہوا دونوں کے چہروں پر مغفر کی کڑیوں کے جال تھے، جالوں کے جنجال
سے ایک نے دوسرے کو نہ پہچانا، جوان بیٹے نے بوڑھے باپ کو نیزہ مار کر
گھوڑے سے نیچے گرادیا، خود سر سے ہٹا تو بیٹے نے باپ کو پہچانا، قدموں پر
سر رکھ دیا، زخم کا حال پوچھا، باپ نے کہا معاویہ کے پاس چل دولت سے
مالا مال کرادوں بیٹے نے کہا، آپ کا آخری وقت ہے، علی کی خدمت میں
چلئے توبہ استغفار کیجئے شاید عاقبت بخیر ہو جائے، باپ نے کہا معاویہ بن

ابوسفیان کے انعام واکرام پر گردیدہ ہوں۔ بیٹے نے کہا تمھاری طرح تمھارا دین بھی ضعیف ہے، میں علی کی بدولت ایمان سے مالا مال ہوں، مجھے دنیا کی عارضی دولت نہیں چاہیئے، باپ گرد ندامت جھاڑتا شام کے لشکر میں چلا گیا، بیٹا باپ کی شقاوت پر افسوس کرتا علی کی خدمت میں حاضر ہو گیا، جنگ کا سلسلہ یوہیں جاری رہا صفر کے مہینہ میں ۱۰ لڑائیاں ہوئیں صبح سے شام تک لشکر مقابل رہا کرتے تھے، شام کی تاریکی دونو کو جدا کر دیتی تھی، حضرت علی کا دستور تھا جب آپکی جانب کے خاص دلاور کسی کے ہاتھ سے کام آجاتے تھے تو آپ انتقام کے لئے گھوڑا بڑھا دیتے تھے، یا کوئی مقابلہ کو بلاتا تھا تو ضرور چلے آتے تھے قصاص کے موقع پر اکثر بھیس بدلکر لڑتے تھے، ہر معرکہ میں اہل عراق کامیاب رہے مگر شام کے مجمع میں کمی محسوس نہیں ہوئی دن بدن بھیڑ بھاڑ بڑھتی جاتی تھی ہر مرتبہ فتح حضرت علی کی ہوتی رہی پر شکست شامیوں نے نہ کھائی۔ لشکر علی کے نمودار مارتے مرتے گئے۔ اشعث بن قیس کندی لڑائی سے ہاتھ کھینچ بیٹھے۔ وفا میں دغا کا داغ لگایا، مدتوں کی جان بازیاں خاک میں ملائیں، اور معاویہ سے سازش کر لی فوج کی کمی سے دقتیں محسوس ہونے لگیں تو جان نثاران علی جان دے دے کر لڑنے، مرنے لگے گیارھویں لڑائی میں بسر ابن ارطاطہ بن طلحہ اپنے باپ دادا اور چچاؤں کے قاتل حضرت علی سے مقابل ہو گئے مگر اپنے اُستاد عمر عاص اور اپنے دادا طلحہ کے مشہور داؤں پیچ سے جان بچا لی۔ خوب اُستاد شاگردوں کا مضحکہ اُڑا۔ بارھویں لڑائی میں عتبہ بن ابی سفیان معاویہ کے چھوٹے بھائی اور حضرت علی کے بھانجے

جعدہ ابن ہبیرہ حضرت ام ہانی بنت ابوطالب کے بیٹے سے مقابلہ ہوا
عتبہ سامنے آکر بھاگ نکلا بھاگتے میں تہی گاہ پر اوچھا سا زخم کھایا،
زندگی بھر سہلاتا رہا، تیرھویں روز مخارق ابن عبدالرحمن شام کے شجاع
نے چار دلاوران عراق کو تہ تیغ کیا، حضرت علی نے آکر مخارق کو مارا،
اور اس کے تین ساتھیوں کو مار کر تلے اوپر لٹا دیا، اور معاویہ کو مقابلہ کیلئے
آواز دی، مگر عروہ ابن داؤد ثقفی معاویہ کے بدلے مقابل ہوئے اور
مارے گئے چودھویں روز ہاشم بن عتبہ علمدار افواج علی اور بدیل بن ورقہ
صحابی رسول نے ہمت مردانہ کے جوہر دکھائے مگر زغہ اعدا میں گھر کر شہادت
پائی، پندرھویں روز شامی سواروں کے کمانڈر عبیداللہ بن عمر میدان میں
آئے، اپنے رسالوں کا آگا پیچھا دہنا بایاں سنبھالا، اور جوش مخالفت میں
خود گھوڑا بڑھا کر مبارز طلب کیا محمد حنفیہ نے مقابلہ میں جانا چاہا، حضرت
علی نے روک دیا عبیداللہ بن عمر قوی الجثہ، شاندار جوان نامی پہلوان
تھے ایک ایک کو ٹوکا عبداللہ ابن سوار کو بھی ٹوک بیٹھے وہ مقابل
ہو گئے تلوار چلنے لگی، تلواریں کر گئیں تو بھالے سنبھالے، دونو جانب
سے کد و کاوش ہوا کی، عبداللہ سوار کا نیزہ عبیداللہ بن عمر کی پسلیاں توڑ کر
نکل گیا، اہل شام باپ کی وجاہت سے عبیداللہ کو بہت عزیز رکھتے تھے
تلواروں کے میان پھینک اہل عراق پر ٹوٹ پڑے، دونوں لشکر گتھ گئے
جان توڑ کر تمام دن لڑتے رہے، لڑتے لڑتے رات ہو گئی، رات بھر
لڑا کئے ہتھیار بیکار ہو گئے تو باہم کشتم کشتا کی۔ ایک نے دوسرے کی
مونچھیں اکھاڑیں، ڈاڑھیاں نوچیں بال کھسوٹے، دانتوں سے کاٹا، گھونسوں

سے مارا۔ ہاتھ پاؤں شل ہو گئے۔ دم پھول گئے۔ آخر کار ہلکان ہوکر اپنی اپنی طرف بیٹھ کر ہانپنے لگے، سولھویں لڑائی میں محمد اور عبداللہ پسران عمر عاص نے حملہ کیا، مگر مالک اشتر نے مار کر بھگا دیا، سترھویں دن لشکر شام کا مشہور دلاور عزار بن ادہم صف سے باہر آیا۔ مقابل کے لئے اُدھم اُٹھایا، اہل عراق اسکی تیز دستیوں کی شہرت سنتے تھے، چالاک کینڈا آنکھوں سے دیکھا، کسی کو مقابلہ کی جرأت نہوئی عزار ادھر سے ادھر گھوڑا گھماتا جوانوں پر نظر ڈالتا رہا۔ ایک روددار سردار کو دیکھا سجیلا جوان سیاہ اور شاندار گھوڑے پر سوار مُذہّب خود مرصع کمربند، عمدہ شمشیر اچھی زرہ پہنے مغفر کی کڑیوں سے دونوں آنکھیں مار رقم کی طرح چمک رہی تھیں عزار نے پوچھا یہ کون جوان ہے لوگوں نے کہا یہ آنحضرت کے بھتیجے عباس بن ربیعہ بن الحارث بن عبدالمطلب بن ہاشم ہیں عزار نے آواز دی عباس ہے کچھ رغبت مبازرت یا مقابلہ کا دم داعیہ عباس نے کہا تو ٹوکتا ہے تو کیوں نہیں ہے عباس بادپا اُترا اور سامنے آئے فرمایا پیادہ جنگ کرونگا کیونکہ پیدل کو بمقابلہ سوار سلامتی کی امید کم رہتی ہے عزار نے کہا کیا مضائقہ، دونو گھوڑوں سے اُتر پڑے گھوڑے غلاموں نے تھام لئے تلواریں کھینچ گئیں چوٹیں چلنے لگیں دونوں لشکر لڑائی چھوڑ جنگ کا تماشہ دیکھنے لگے حضرت علی بھی قریب آکر لڑائی کا ٹھاٹھ جنگ کا انداز ملاحظہ فرماتے رہے مگر مغفر کی کڑیوں سے اپنی جانب کے مبارز کو نہ پہچانا کہ کون ہے دیر تک ردّ و بدل رہی، دونوں کی زرہیں مضبوط تھیں تلواریں اثر نہ کرتی تھیں اثنائے طعن و ضرب میں عباس کی نظر عزار کی زرہ پر پڑی پہلو میں کچھ کڑیاں ڈھیلی اور

جال میں خلل تھا، عباس اُس محل کو تاکتے رہے۔ موقع پاکر وار کیا شمشیر آبدار زرہ کی کڑیاں، ہڈیاں پسلیاں کاٹتی باہر نکل آئی۔ تکبیر کی صدا لشکر علی سے بلند ہوئی عباس گھوڑا بھگا اپنے جگہ جا کھڑے ہوئے حضرت علی نے پوچھا یہ شیر دلیر کس قبیلہ سے تھا مجھے مسرور کر دیا، لوگوں نے عرض کی آپ کے برادر زادے عباس بن ربیعہ ہیں آپ نے پکارا عباس! عباس حاضر ہوئے فرمایا مرحبا عباس! میں نے تم کو اور عبداللہ عباس کو حکم دیا ہے کہ اپنی جگہ سے نہ ہٹنا عرض کی دشمن نے مقابلہ کو بلایا شرم آئی کہ انکار کروں فرمایا طلب دشمن سے امام کا حکم مقدم ہے اجازت لیکر جانا چاہیئے تھا، جاؤ اپنی جگہ بغیر اجازت ہرگز کسی سے مقابل نہونا، عباس واپس گئے معاویہ کو قتل عزار کا نہایت صدمہ تھا، اعلان کیا کہ جو عُزار کا بدلہ عباس سے لیگا، اُس کو ۲۰ ہزار درہم انعام دونگا دو جوان بنی لخم سے سامنے آئے کہ ہم حاضر ہیں۔ دونوں سے بیس بیس ہزار کا وعدہ کیا لخمیوں نے رزمگاہ میں آکر عباس کو مقابلہ کے لئے آواز دی عباس نے کہا میں بغیر امام کی اجازت کے کوئی کام نہیں کر سکتا دونوں نے کہا جاؤ اجازت لے آؤ، عباس حضرت علی کیخدمت میں حاضر ہوئے اجازت مانگی آپ نے فرمایا واللہ معاویہ کا بس چلے تو بنی ہاشم کا بنس نہ رکھے عباس سے فرمایا قریب آؤ، اُترو گھوڑے سے، لاؤ خود کھولو تلوار، اُتارو زرہ پہنو میرے کپڑے کھڑے رہو میری جگہ جب تک کہ میں نہ آؤں انشاء اللہ حضرت علی نے عباس کا سامان جنگ زیب تن فرمایا، اُن کے گھوڑے پر سوار ہو کر

پہونچے رزم گاہ میں۔ لخمیوں نے جانا کہ عباس ہیں حملہ کر بیٹھے۔ آپ نے ایک کے تلوار ماری کہ کمر سے صاف نکل آئی لوگوں کو دھوکا ہوا کہ وار خالی گیا، جب گھوڑے نے حرکت کی اوپر کا دھڑ گھوڑے سے لونڈھک پڑا کر، کولہ ران، پڑی گھوڑے پر جمی رہی، دیکھنے والوں کو تعجب ہوگیا، دونوں لشکروں میں ہاتھ کی صفائی قوت بازو کی خوب واہ واہ ہوئی، دوسرا بھی مقابل ہوکر مارا گیا، آپ واپس چلے آے، عباس کو اُن کے مقام پر بھیجد یا معاویہ کو معلوم ہوا کہ لخمیوں کے قاتل حضرت علی تھے، کہنے لگے لعنت ہے اس لجاج مرکب پر جب میں اس پر سوار ہوتا ہوں ایسا منحوس ہے کہ ضرور رنج اُٹھاتا ہوں،

دوران جنگ میں اہل عراق کے پاس شام کے چند ناواقف اہل فہم سمجھانے آے، معاویہ کے وکیل خاص عمرعاص بھی ساتھ تھے، کہا کہ ہم بھی مسلمان تم بھی مسلمان ایک خدا کو ماننے والے ایک ہی رسول کے پیرو ایک ہی کتاب کے قائل، عرصہ سے کشت وخونیاں ہورہی ہیں، آپس میں لڑے مرتے ہو مفت جانیں جارہی ہیں یارو! کچھ انصاف بھی ہے علی نے معاویہ سے عداوت باندھ رکھی ہے وہ رسول کے عزیز قریب، حضرت عثمان کے وارث خلفاے گزشتہ کی جانب سے شام کے امیر ہیں سُنا جاتا ہے کہ علی ایک غیر شخص، تارک صوم وصلوٰۃ ہیں، براے نام مسلمان ہیں نہ خدا کو پہچانیں نہ رسول کو جانیں نہ قرآن کو مانیں، رُزے رکھتے ہہین نماز پڑھتے ہہین معاویہ کے پشتہا پشت کے دشمن، سخت خونخوار اسلام کے خوں ریز عثمان کے قاتل خلیفہ معاویہ کے بھائی حنظلہ کو مارا اُن کے چچا شیبہ اُن کے ماموں ولید، اُن کے نانا عتبہ کا خون کیا شیخ المسلمین طلحہ وزبیر کی جانیں لیں مادرمومناں رسول کی زوجۂ حضرت

عائشہ کو ذلت دی۔ اونٹ پر چڑھا کر نشر کیا۔ جنگ جمل میں بصرے والوں کا قلع قمع کیا۔ یہاں بھی دونوں جانب کے مسلمانوں کی جانیں بیکار رہے ہیں تم لوگ اُن کے پیچھے بے سمجھے بوجھے اپنی جانیں گنوا رہے ہو، کچھ حق ناحق کو بھی پہچانتے ہو معاویہ حق بجانب ہیں، وہ اپنے بزرگوں کے خون کا انتقام خلیفہ عثمان کے خون ناحق کا قصاص چاہتے ہیں کیا بے جا کرتے ہیں،

اہل عراق کے درمیان عمار یاسر موجود تھے دلائل اور براہین سُنکر بولے، اے بھولے بھالے، ناواقف شامیوں! تم کو چال باز معاویہ نے بھلاوے میں ڈال رکھا ہے اور عمر عاص مکار کے بہکانے میں آئے ہو، معاویہ عثمان کے وارث کہاں سے آئے نہ عثمان نے اپنا وصی کیا نہ خلافت کے ولیعہد ہوئے، معاویہ اور آنحضرت میں بھی کچھ قریب کی عزیز داری نہیں صرف ازار بندی رشتہ نسبتی برادر ہیں، علی آنحضرت کے حقیقی چچا زاد بھائی اُن کے قوت بازو اُن کی بیٹی فاطمہ زہرا کے شوہر اُن کے فرزندوں کے باپ اُن کے وصی، اُن کے ولیعہد ہیں، اسلام میں سب سے پہلے خدا کی نماز رسول کے ساتھ پڑھی ہے، سابق الایمان ہیں، سب سے اوّل رسالت کی تصدیق کی صدیق اول ہیں، روزہ نماز اور احکام الٰہی کے سخت پابند، رسول کے پیرو سب کے پیشوا ہیں۔ دین کو یہ دن، اسلام کو یہ اقبال علی کے جہاد سے نصیب ہوا رسول کے حکم سے بدر میں معاویہ کے کافر قرابت داروں کو مارا، احد میں آل عبدالدار کے مشرک علمداروں کو قتل کیا معاویہ کے دل میں وہی عداوت کی پھانس کھٹک رہی ہے وہی بدلے کے بخارات بھرے ہوئے ہیں، عثمان کے قتل میں اُن کی ذرا بھی شرکت نہیں محض حصول امارت اور حُب جاہ

میں معاویہ کی اڑائی ہوئی افواہ اور ناواقف شامیوں کے بھڑکانے کو علی پر بہتان ہے علی نے تو مصیبت کے وقت ہر طرح کی عثمان کو امداد پہونچائی پانی بند ہوا تو مشکیں بھجوائیں طلحہ نے چڑھائی کی تو مدد کو کھڑے ہو گئے، بلوائیوں نے نرغہ کیا تو حسنین کو حفاظت کے لئے بھیجا عثمان نے اکثر صحابہ رسول کو ذلیل کیا بنی اُمیہ کو سر چڑھایا مروان کو عقل کل بنایا، حکم احکام ابن حکم کو پکڑا کر غافل ہو بیٹھے، بے عنوانیوں سے تمام اصحاب رسول (مہاجر و انصار) کبیدہ ہوئے اُن کے قتل کے باعث طلحہ اور زبیر اور تمہارے ساتھ والے عمر عاص اور بی بی عائشہ، اور خاصکر تمہارے پیشوا معاویہ ہیں طلحہ نے بصرے والوں کو اُبھارا، بنی تیم کو لیکر چڑھائی کی بیت المال کو لُوٹا قتل کو اُن کے کوٹھے پر چڑھ آئے۔ حضرت علی کو بچانے کے لئے آتے دیکھا بنی تیم کھسک گئے۔ طلحہ تنہا رہ گئے، پکڑے گئے تو حضرت عثمان سے معافی مانگی زبیر نے کوفہ والوں کو بھڑکایا تمہارے ساتھی عمر عاص نے مصر سے معزول ہونے کے غصہ میں اُن کی بہن اُم کلثوم کو طلاق دیدی اور مصریوں کو بغاوت پر آمادہ کیا عثمان نے عائشہ کا وظیفہ کم کر دیا تو عائشہ حکم لگا کر قتل کرو اس نعثل کا ذکر حج کے لئے تشریف لیگئیں بلوائیوں نے عثمان کا گھر گھیر لیا تمہارے پیشوا مدینہ میں موجود تھے عثمان کو نرغہ میں گھرا پایا، چھوڑ کر شام چلے گئے انھیں نے مدد مانگی، معاویہ انکی جانب سے شام کے امیر اور صاحب لشکر تھے، امداد کرنا تھی، مگر ٹال گئے عمر عاص کے طرفدار مصریوں نے عثمان کو گھیرا مروان کو مانگا عثمان نے مروان کو بچایا اپنی جان پر آفت ڈھائی، طلحہ اور زبیر نے علی سے پہلے شدید قسمیں کھا کر آپ بیعت کی، پھر کوفہ و بصرہ کی حکومت نہ پائی تو عہد کو توڑا بیعت چھوڑی عائشہ کو بھڑکایا،

اونٹ پر چڑھا کر بصرے لائے، زبیر کی جان لیوا ضیافت انھیں کے دوست عمر جرموز نے کی۔ طلحہ کو تمھاری ساتھی مردان نے اپنے زہریلے تیر کا نشانہ بنایا، عائشہ کو گھر میں بیٹھے رہنے کا حکم تھا وہ آپ اونٹ پر چڑھ کر تشہیر ہوئیں، بصرے والوں کو حضرت علی سے لڑایا، ہر چند حضرت علی نے سمجھایا خطرے میں نہ لائیں سزا کو پہونچیں علی شجاعت میں یگانۂ روزگار ہیں مگر آج تک کسی سے خود نہیں لڑے نہ سوا معاویہ کے کسی کو اپنے مقابلہ کے لئے کبھی بلایا، نہ وہ بھی اس لئے کہ ہزارہا مسلمان قتل ہونے سے محفوظ رہیں وہ خود کبھی کسی سے مقابل نہیں ہوئے، ہاں جس نے مقابلہ کو بلایا اُس کو مارا یا جس کے مقابلہ کا آنحضرت نے حکم دیا اُس سے لڑے یا جس نے اُن کے چنندہ طرفداروں کو مارا اُنکا قصاص لیا، علی کا ہر کام حکمت، ہر فعل شریعت، ہر بات نصیحت ہے اور یہ سب خدا و رسول کی اطاعت ہے رسول کے قول کے مطابق علی کا دشمن منافق اور جہنمی ہے آنحضرت کے فرمان بموجب علی کا دوست خدا رسول کا دوست ہے اور خدا رسول علی کے دوست ہیں، معاویہ ملک و مال کے حریص ہیں ملکی مصلحت اُنکا مذہب ہے، حصول امارت کے لئے تم کو بہکا رکھا ہے، خون عثمان کے بہانے علی سے لڑائی ٹھانی ہے، حُب جاہ کے لئے یہ ساری لشکر آرائی ہے، ورنہ کہاں خون عثمان اور کجا معاویہ بن ابی سفیان تم کو علی کی ہدایت باسعادت اور معاویہ کی شقاوت کا حال بخوبی کھل جائے گا۔

یہ مباحثہ سن کر آیا ہوا وفد پھر لشکر شام میں واپس نہیں گیا، عمر عاص پر معاویہ کی جانب سے بڑا الزام آیا،

دو مہینہ میں اٹھارہ مرتبہ لڑائی کی نوبت آئی آخر ربیع الاول ۳۷ھ جمعہ کے دن فوجیں مقابل ہوئیں تیروں پر قضا کے پیغام سلام آنے جانے لگے عمار یاسر نے اپنے ہمراہیوں سے کہا اس قوم سے نبی کے ساتھ میں تین مرتبہ تنزیل قرآن پر جہاد کر چکا ہوں آج علی کے ہمراہ تاویل قرآن پر جہاد کرونگا۔ خدا سے امید ہے انجام بخیر ہوگا۔ پھر اپنے ساتھیوں کو استقلال عقیدت اور ثبات قدم کی تاکید کی اور گھوڑے کی باگ اٹھادی باوجود پیرانہ سالی کہنہ مشق ہاتھوں کے جوہر دکھائے، اور اہل شام کو دباتے معاویہ کے قیامگاہ تک پہونچے معاویہ ہٹ کر قلب لشکر میں ہو رہے، اُن کے محافظ سرداروں نے عمار کو اپنے محاصرے میں گھیر لیا، ابن جویرالسکونی نے پس پشت سے نیزہ مارا، زخم کاری لگا گو جراحت کی تکلیف اور پیری کی نقاہت نے مضمحل کر دیا تھا، مگر بڑے جرأت سے نرغہ اعدا کو چیرتے پھاڑتے اپنی صف میں چلے آئے پانی مانگا رشید غلام نے دودھ میں شہد ملا کر حاضر کیا۔ ہاتھ میں پیالہ لیا، خدا کو یاد کیا، رسول کی تصدیق کی دودھ نوش کیا سب کا سب زخم کے راستے باہر نکل آیا ضعف کے زور سے طبیعت نڈھال ہونے لگی ساتھ والوں نے ہاتھوں ہاتھ گھوڑے سے اُتارنا چاہا اُترتے اُترتے منکا ڈھل گیا ہاتھوں پر روح نے مفارقت کی حضرت علی نے سُنا لاش پر تشریف لائے صدمہ سے غمگین، غیظ وغضب میں پُر تھے بہت جلد وہیں دریا کنارے دفن کیا، اور بیس ہزار فوج سے شامیوں پر فیصلہ کُن حملہ کیا دن بھر تلوار چلتی رہی، رات بھر لڑتے رہے، مورخین لکھتے ہیں کہ اس رات کو

۲۲ ھ شامی حضرت علی نے قتل کئے لیلۃ الحریر اسی رات کا نام مشہور ہے مالک اشتر بپھرے شیر کی طرح حملوں پر حملہ کرتے رہے، اپنا علم معاویہ کی خیمہ گاہ تک پہونچا دیا فوج شام پسپا اور رو بہزیمت ہونے لگی معاویہ بوکھلاے عمر عاص کو چال سوجھی، مصحف نشانوں پر علم کئے قرآن نہ ملے تو جزدانوں میں کتابیں اینٹیں رکھ کر نیزوں میں لٹکائیں اور شور مچایا کہ ہمارے تمہارے قرآن درمیان ہے لڑائی موقوف کرو، ہم تم فرمان الٰہی پر عمل کریں اشعث بن قیس معاویہ سے سازکئے وقت کے منتظر تھے، عمر بن حمق خزاعی رفاعہ بن شداد بجلی حصین بن منذر خالد بن معمر وغیرہ ہم ساز مجمع سے حضرت علی کو آگھیرا کہ معاویہ ہم کو قرآن کیطرف دعوت دے رہے ہیں آپ ہم کو بے فائدہ لڑوا رہے ہیں جنگ موقوف کیجئے اشتر کو واپس بلائیے حضرت علی نے فرمایا قرآن بلند کرنے سے اُنکا مقصد قرآن پر عمل کرنا نہیں ہے شکست کا رُخ دیکھا ہے مصحف کو بہانہ بنایا ہے یہ عمر عاص کا حیلہ ہے فریب میں نہ آؤ کوئی دم میں جنگ کا فیصلہ ہوا جاتا ہے اشعث نے نہ مانا کہا اگر نہ بلائیے گا تو ہم آپ کو دشمن کے حوالے کردیں گے، آپ نے مجبور ہو کر اشتر کو بلا بھیجا اشتر نے واپسی کو بے موقع سمجھا ٹال دیا، دیر ہوئی اور اہل عراق کے نعروں کی صدا میدان وغا میں گونجی اشعث نے پھر یورش کی اور کہا کہ اگر آپ اشتر کو واپس نہ بلائیے گا تو عثمان کی سی گت آپکی بھی ہوگی،

آپنے بات کو اختیار سے باہر پاکر یزید ابن ہاشم کو دوبارہ اشتر کے بلانے کو بھیجا اشتر نے کہا میری طرف سے عرض کرو کہ فتح میں اب کچھ دیر نہیں ہے معاویہ کے مکر، عمر عاص کے تزویر پر نہ جائیے جان بچانے کو قرآن نیزوں پر

بڑھ جاتے ہیں۔ یزید بن ہاشم نے کہا اشعث وحصین وغیرہ ساتھ کے ہزاروں بوغاؤں نے نرغہ میں گھیر لیا ہے، جلدی چلو، ورنہ علی کی خیر نہیں ہے بجز دس پانچ بنی ہاشم کوئی سینہ سپر بھی پاس نہیں ہے، علی نہ رہے تو تم فتح پاکر کیا کرو گے اشتر نے جنگ روک دی آگر دیکھا تو واقعی ہزاروں باغیوں نے نرغہ میں گھیر رکھا ہے، حضرت علی تک پہونچنے کا راستہ نہیں ہے، مجمع کو چیرتے پھاڑتے بدقت تمام پہونچے۔ ان کو دیکھ کر سرکش دھیمے پڑے۔ لڑائی موقوف ہوگئی، جنگ صفین کا خاتمہ ہوگیا۔ آپ نے فرمایا خود سرو، ہاتم میرے زیر فرمان نہیں رہے تم جانو اور تمہارا کام جیسا کرو گے نتیجہ بھگتو گے، اشعث وحصین وغیرہ دربار معاویہ میں پہونچے حسن خدمات کا فخریہ اظہار کیا خلعت وانعامات سے سرفراز ہوے تحریر عہدنامہ اور تعیین حکمین کی رائے پیش کی، معاویہ نے پسند کی، اپنی جانب سے عمر عاص کو حکم بنایا، اشعث نے اپنی رائے اور حضرت علی کی جانب سے ابو موسیٰ اشعری کو نامزد کیا یہی تجویز حضرت علی کی خدمت میں آکر عرض کی آپ نے فرمایا میری رائے تعیین حکمین کی نہیں ہے پھر عمر عاص ایک چھٹا ہوا چال باز ابو موسیٰ عقل کا دشمن، میرا قدیم معاند ہے نتیجہ بخیر ہونا معلوم اگر عبداللہ ابن عباس یا مالک اشتر ہوتے تو وہاں تک خیر غنیمت ہوتا اشعث نے کہا عبداللہ عباس آپ کے چچازاد بھائی اشتر مخاصمت کے بانی ہیں، سرکشوں نے دونوں کو نامنظور کیا، آپ نے بنی بنائی تدبیر کو اسباب تقدیر کے ہاتھوں بگڑتے دیکھا، خاموش ہوگئے۔ طرفین کے لوگ جمع ہوے صلح نامہ لکھا جانے لگا، ابو رافع کاتب عہدنامہ نے حضرت علی کو امیر المومنین لکھا عمر عاص نے ٹوکا کہ امیر المومنین مانتے تو نزاع کیوں کرتے، آپ نے فرمایا، امیر المومنین کاٹ دو۔

یہ واقعہ صلح حدیبیہ سے مشابہ ہے، عمر عاص نے کہا: وہ کفار کے مقابلہ پر تھا آپ نے ہمیں کافر بنایا فرمایا کیا تو کافر نہ تھا اور اب کب مسلمانوں کا دوست ہے عمر عاص تاؤ میں یہ کہکر اٹھ کھڑے ہوئے کہ اب کبھی آپ کی صحبت میں نہ آؤنگا۔ فرمایا میں خدا سے چاہتا ہوں کہ میری مجلس تجھ ایسے نجس سے پاک رہے۔ شرائط صلح لکھے گئے کہ لڑائی موقوف ہو، ابو موسیٰ اور عمر عاص حکم مقرر ہوں دومت الجندل کی مسجد جامع میں دونوں حکم اپنا فیصلہ قرآن کے مطابق رمضان کے مہینہ میں سنائیں۔ فوجیں اپنے اپنے مقاموں کو واپس چلیں۔ حضرت علی بھی کوفہ مراجعت فرما ہوئے۔

اب یہاں سے حضرت علی کی فوج کے تین ٹکڑے ہو گئے، ایک تابعین کا گروہ جو حضرت علی کی مرضی پر تھا ساتھ چلا، دوسرے جو معاویہ کے بدخواہ تھے اپنی اپنی راہ گئے۔ تیسرا گروہ جو تعین حکمین سے ناراض تھا ان کے سردار خرقوص اور ابن الکوا نے عرض کی کہ معاویہ سے پھر جہاد کیجئے۔ آپ نے فرمایا جب فتح قریب تھی تو جنگ موقوف کرائی عہد نامہ پر مجبور کیا، اب عہد نامہ ہو چکا تو اقرار کے خلاف کرانا چاہتے ہو۔ اب تصفیہ حکمین تک جنگ مناسب نہیں ہے۔ وہ ناراض ہو کر نہروان چلے گئے اور حضرت علی ومعاویہ اور عمر عاص تینوں نے علم مخالفت بلند کیا، چھ مہینہ ختم ہو گئے، ماہ رمضان آگیا، حکمین دومت الجندل پہونچ گئے۔ طرفین سے حکمین کو معاملہ سمجھانے والے جا پہونچے۔ فیصلہ سننے والوں کا بھی اژدہام ہوا، حکمین نے باہم رائے مستقل کرلی کہ حضرت علی اور معاویہ دونوں خلافت سے علیحدہ کر دئے جائیں اور از سر نو مسلمانوں کے انتخاب سے خلیفہ کا تقرر

کیا جاتا۔ عبداللہ عباس نے ابوموسیٰ کو سمجھایا کہ تم اپنی رائے کا اظہار پہلے نہ کرنا ورنہ عمر عاص سے دھوکا کھا جاؤ گے۔ ابوموسیٰ نے کہا خاطر جمع رکھو دونوں حکمین مسجد مین آ گئے۔ خلقت کا ہجوم ہوا، اظہار فیصلہ کے لئے عمر عاص نے ابوموسیٰ سے کہا میں ہرگز آپ پر سبقت نہیں کر سکتا آپ بزرگ ہین پہلے آپ ارشاد فرمائیں، ابوموسیٰ شیخی مین آ گئے۔ منبر پر تشریف لے گئے، فرمایا میں علی کو خلافت سے علیحدہ کرتا ہوں جس طرح اپنی انگوٹھی انگلی سے اتارلی ہے بعدہٗ عمر عاص منبر پر گئے کہا مین بھی اپنے دوست ابوموسیٰ کی رائے سے اتفاق کرتا ہوں اور خلافت سے علی کو خارج کرتا ہوں جس طرح میرے دوست نے انگوٹھی چھنگلیا سے نکال لی، اور معاویہ کو خلافت پر مقرر کرتا ہوں، جس طرح کہ انگوٹھی انگلی میں پہن رہا ہوں، معاویہ کے طرفداروں میں جوش مسرت کے نعرے بلند ہوئے، خلاف بیانی پر ابوموسیٰ اٹھ کر عمر عاص سے دست و گریبان ہو گئے بدکلامی سے مارپیٹ تک نوبت پہونچی معاویہ کے طرفدار خوش ہو کر ہلڑ مچاتے رہے حضرت علی کے جانبدار خاموش غصہ سے تاؤ پیچ کھاتے رہے مگر بلا اجازت دم نہ مار سکے اس فیصلہ سے حضرت علی کی حکومت میں ضعف آ گیا معاویہ کے دل بڑھ گئے، افواج شام قریہ قریہ، دیہہ دیہہ بوترابیوں کو خاک میں ملانے لگے حضرت علی نے بھی حفاظت کی تیاریاں کیں ۳۸ھ میں ۲۵ ہزار فوج لے کر اٹھے مگر کوفہ سے چھ میل پر خوارج نے ۱۲ ہزار کے مجمع سے نہروان میں علم مخالفت بلند کر رکھا تھا عبداللہ جناب آنحضرت کے صحابی علی کے طرفدار مع اپنی حاملہ زوجہ کے نہروان ہو کر گزرے۔ خوارج نے پہچان کر پہلے کچھ بحث مباحثہ کیا پھر دریا کنارے لٹا کر حلال کر ڈالا۔

انکی زوجہ پورے دنوں حاملہ تھیں انکا پیٹ چاک کیا۔ زندہ بچہ نکالا اور مار ڈالا۔ حضرت علی نے سنا نہایت صدمہ ہوا۔ پہلے نہروان کی جانب رُخ کیا سمجھانے کے لئے عبداللہ عباس کو آگے روانہ کیا۔ خوارج نے اُنکی کچھ سماعت نہ کی۔ حضرت علی مع فوج خود جا پہونچے۔ گھوڑا بڑھاکر سرگروہوں کو سامنے بلایا۔ اُن لوگوں نے کہا،

۵۱

خوارج کے اعتراض	حضرت علی کے جواب
(۱) آپ امام نہیں ہیں اگر ہوتے تو صلح نامہ میں امیرالمومنین کی لفظ محو نہ کرتے	آپ نے فرمایا میں نے حکم خدا اور سنت رسول کے خلاف نہیں کیا، آنحضرت نے حدیبیہ میں بسم اللہ سے رحمٰن و رحیم اور اپنے نام سے لفظ رسول محو فرمائی خدا کی خدائی محمد کی رسالت پر حرف نہیں آیا۔
(۲) اپنی امامت میں شک ہوتا تو فیصلہ حکمین پر رضا مند تھے	مجھے اپنی امامت میں ذرا شک نہیں مگر ابنائے زمانہ کے ہاتھوں مجبور ہونا پڑا
(۳) اپنے ہوتے دوسرے کو حکم نہ مانتے،	سوق بنی قینقاع میں عبداللہ ابن سلول کو آنحضرت نے حکم بنایا قریظہ میں اپنے ہوتے سعد بن معاذ کو حکم مانا۔ میں بھی مجبور ہوکر خاموش ہو رہا تو کیا بے جا کیا۔
(۴) امامت منجانب اللہ ہے آپنے حکم کو امام بنانے کی اجازت دی۔	امامت خدا کیجانب سے ہے، مگر تصدیق رجال کی ضرورت ہے جیسے خدا کی وحدانیت اور محمد کی رسالت کے لئے کلمہ شہادتین
(۵) جمل میں مال غنیمت تقسیم کیا	اہل جمل مسلمان تھے، مشرک یا کافر نہ تھے

عورات اطفال نہیں بانٹے

ٹروں نے بغاوت کی وہ قتل کئے گئے عورتوں
اور بچوں نے کیا کیا تھا جو لونڈی غلام بنائے جاتے پھر
تم میں کون ایسا تھا جو ام المومنین عائشہ کو اپنے لئے لیتا۔

(۶) وصی رسول تھے اپنی طرف
دعوت نہیں دی، وصیت ضائع
کی۔

اپنی طرف دعوت دینا کام انبیا کا ہے
ہم اوصیا ہیں بقول رسول بمنزلہ کعبہ ہیں
خود کسی کے پاس نہیں جاتے بلکہ ماننے والے خود
زیارت کو آتے ہیں اگر کوئی نہ آئے تو خانہ کعبہ
کو کیا الزام

سرکشو! صفین میں جنگ کا فیصلہ قریب تھا، فتح کے آثار پیش نظر تھے،
تم نے قرآن نیزوں پر بلند دیکھے مکارِ عمر عاص کے فریب میں آ گئے میں نے
لاکھ سمجھایا کہ انکی نیت عمل بہ قرآن نہیں ہے جان بچانے کے لئے بہانہ ہے
نہ مانا مجھ پر زغہ کیا لڑائی موقوف کرائی فتح کا موقع اپنے ہاتھوں کھویا،
پھر اپنی ہی تجویز سے حکم بنائے عبداللہ عباس و مالک اشتر کو نامنظور کیا
مجھے عہدنامہ پر مجبور کیا جب خود ساختہ حکمین سے برے نتیجہ دیکھے تو عہدشکنی
کرانی چاہتے تھے اپنے کئے کا الزام مجھ پر لگا رہے ہو اپنے تلون پر نظر
نہیں ڈالتے۔

ان جوابات پر بہت لوگ پشیمان دیکھے ابوایوب انصاری کو آنحضرت
کا علم دے کر منادی کرائی جو امان چاہے وہ اس علم کے نیچے چلا آئے،
اسی وقت ۸ ہزار آدمی علم کے نیچے آ گئے باقی چار ہزار کا مجمع اپنی بات
پر اڑا رہا آپ نے صعصعہ کو قرآن دے کر ان کے پاس بھیجا گر ان لوگوں نے
اُسے تیروں سے چھلنی کر دیا اور لشکرِ علی پر منجنیقوں سے پتھر برسائے آپ نے

حملہ کا حکم دیا، اخنس ابن عذیر طائی جو ابھی صفین میں کارنمایاں سے حضرت علی کو مسرور کر چکا تھا آج سب سے پہلے صف سے آگے آیا، اور حضرت علی کو مقابلہ کے لئے آواز دی آپ تشریف لائے مار کر گھوڑے سے نیچے گرا دیا، اُسکے بعد حرقوص بن زبیر تمیمی جو ذی السدیہ بھی مشہور تھا، اخنس کا قصاص لینے بڑھا آپنے تلوار ماری وہ بھی زخمی ہوا اُسکا گھوڑا بھی زخمی ہو کر بھاگا ایک گڑھے میں گر کر دونوں مر گئے عبداللہ ابن وہب راسبی جو خوارج کا امام جماعت تھا، حضرت علی کے مقابل آیا اور کہا کہ میں وہب ہوں دنیا بیچ کر دین خریدا ہے آج اتنی تلواریں ماروں گا کہ اشرار سے سلطنت زائل ہو کر حق پرستوں کی طرف مائل ہو جائے گی آؤ علی پہلے تمہیں سے بسم اللہ کروں تمھارے ظلم و تعدی کو خاک میں ملا دوں کہ خلقت کا ناحق استیصال کر رہے ہو آپنے تلوار ماری گھوڑے سے مرا ہوا زمین پر گرا، وہب کے مرتے ہی خوارج بے ترتیب ہو کر بھاگے اور سب کے سب مارے گئے، صرف ۹۔ آدمی جان سلامت نکال لے گئے، حضرت علی کے لشکر سے صرف نو آدمی شہید ہوئے۔

معاویہ نے حضرت علی کو ۲۵ ہزار فوج سے شام آتے دیکھا اور نہروان میں اُلجھ جاتے سُنا تو چاروں طرف بغاوت اور لوٹ مار شروع کرا دی، تا کہ حضرت علی اپنی ہمراہی فوج کو اُن مقامات کی اصلاح کے لئے تقسیم کر کے کمزور ہو جائیں، قیامت کی چال یہ چلے کہ قیس بن سعد بن عبادہ مصر کے گورنر کو اپنی سازش میں مطعون کرا دیا وہ مشتبہ ہو کر دربار امامت میں بولائے گئے محمد بن ابا بکر اُن کی جگہ مصر بھیجے گئے معاویہ نے چھ ہزار فوج سے عمر عاص کو مصر روانہ کیا انھیں نے محمد بن ابابکر کو جا گھیرا، یہ نئے نئے گئے تھے مصر کے معاملات

سے ناتجربہ کار تھے۔ انکا یہ سالار اپنی بساط بھر لڑتا رہا۔ یہ بھی کد و کاوش کرتے رہے آخر دباؤ کھا کر حضرت علی سے امداد مانگی کوفہ سے مالک اشتر دو ہزار جوانوں سے امداد کو روانہ ہوئے معاویہ نے مالک اشتر کو مصر جاتے سنا تو راستہ میں عیار بٹھا کر شہد میں زہر پلوا دیا، اُن کا راستہ میں خاتمہ ہو گیا، آپ نے سنا بہت صدمہ کیا اور مالک ابن کعب کو فوراً مصر روانہ کیا، محمد بن ابا بکر کا سرِ لشکر کنانہ بن بشر لڑ کر مارا گیا، فوج نے ہمت ہار دی" محمد بن ابا بکر کو سنبھالنا مشکل پڑ گیا فوج نے ساتھ چھوڑ دیا معاویہ بن خدیج نے ان کو گرفتار کر لیا، اور عمر عاص کے پاس لایا۔ عمر عاص نے گدھے کی کھال میں سلوا کر جلوا دیا مالک ابن کعب ابھی کچھ ہی دور گئے تھے کہ مصری فوج کی ہزیمت اور محمد ابن ابا بکر کی سنانی پا کر واپس آئے یہ واقعہ ۳۸ھ کے آخر میں ہوا

شروع ۳۹ھ میں حریث ابن راشد نہروان سے بھاگے ہوئے خارجی نے بصرے میں خروج کیا، حضرت علی کے حکم سے معقل ابن قیس اسکی سرکوبی کو روانہ ہوئے، نہایت جد و جہد سے حریث کو مار کر بغاوت فرو کر آئے، معاویہ نے ضحاک کو جو مالک اشتر کے مقابلہ میں جان بچا کر جزائر عرب سے بھاگ چکا تھا فوج کثیر دے کر عراق بھیجا، ضحاک قریہ قریہ قتل و غارت کرتا دیہہ دیہہ بوترابیوں کی بستیاں اجاڑتا، آگ لگاتا، کھیتیاں تاخت و تاراج، آبادیاں تباہ و برباد کرتا عراق پہونچ گیا، اور ہنگامہ قتال برپا کیا، سرحد عراق پر نعمان ابن بشیر نے حملے کرنا شروع کئے اور بوترابی رعایا کو خاک میں ملاتا ضحاک سے آملا، دونوں نے مل کر مالک ابن کعب عامل بصرہ کو گھیر لیا، مگر مالک نے دونوں کو مار کر شام کی سرحد تک بھگا دیا،

آخر ۳۹ھ میں معاویہ نے چھ ہزار فوج دے کر یزید ابن ثمرہ کو مکہ کی غارت گری کے لئے روانہ کیا - یزید حج کے زمانہ میں وارد مکہ ہوا قثم بن عباس نے اوس کی دہشت سے بدحواس ہوکر بھاگنا چاہا، مگر شیبہ ابن عثمان اور ابوسعید خدری نے روک تھام کر رکھا اور حضرت علی کو اطلاع دی آپنے معقل ابن قیس کو قثم کی امداد کو بھیجا، یزید ابن ثمرہ نے باشندوں کے رُخ بُرے پلے حجاج کا مجمع بھی لاکھوں کی تعداد مین تھا، اپنے کام میں کامیابی نہ دیکھی، حج ادا کر کے حرم سے باہر نکل آیا، اور طرفداران علی کی بستیاں ویران کرتا مدینہ کی جانب چلا معقل بھی مارا مار اُسکے سر پر آن پہونچے، اور وادی قریٰ میں جا گھیرا مقابل ہوکر یزید تو بھاگ نکلا، مگر اُسکے ساتھی اکثر گرفتار ہو گئے، . بسر ابن ارطاط بن طلحہ تھے تو صحابی رسول مگر خاندان عبدالدار کی یادگار تھے اور احد سے علی کے ساتھ باپ مارے کا بیر تھا- فتح مکہ پر اسلام تو لائے مگر دل صاف نہوا، اور کیونکر ہوتا کہ باپ دادا اور کئی چچا (مشرکین کے علمدار) اُحد کے میدان میں ذوالفقار علی سے کٹے پڑے تھے، وہی انتقام کا غبار دل میں وہی قصاص کا خمار دماغ میں بھرا تھا، معاویہ کے ہوا خواہ بنے اور ۴۰ھ میں تین ہزار شامیوں سے مدینہ کی بربادی کو آگئے، ابوایوب انصاری عامل مدینہ ان سے ڈر کر روپوش ہو گئے، جمعہ کا دن نماز کا وقت تھا، بسر ارطاط نے پہونچتے ہی مسجد نبوی کے دروازے پر پہرہ بٹھا دیا کہ معاویہ کی بیعت کئے بغیر کوئی زندہ نکلنے نہ پائے ساتھ کے غارتگروں کو شہر میں لوٹ مار اور قتل عام کا حکم دیا شامیوں نے کسی کو لوٹا کسی کو مارا کسی کا مال سمیٹا کسی کے عیال باندھے کسی کے مویشی چھینے کسی کے

معاویہ کو قتل کرے، ابن ملجم کوفے میں حضرت علی کا کام تمام کرے سب جھگڑے چک جاویں۔

عمر بن بکر مصر پہونچا اور امام مسجد پر حملہ کیا، مگر اتفاق سے عمر عاص اُس روز بیمار ہو گئے تھے، اور خارجہ ابن جنیہ کو نماز پڑھانے بھیجدیا تھا، خارجہ پر تلوار پڑ گئی، وہ عمر عاص کے بدلے مر گئے، عمر بن بکر گرفتار ہو کر قتل ہو گیا، عمر عاص کی رسّی دراز تھی، وہ تو بچ گئے، برک نے شام پہونچ کر معاویہ پر وار کیا، مگر اوچھا پڑا، معاویہ اچھے ہو گئے برک مار ڈالا گیا،

ابن ملجم حضرت علی کی تاک میں گھومتا رہا قطامہ سے تین آدمی مدد کو لئے، تلوار کو زہر میں بجھایا، ۱۹۔ رمضان ۴۰ھ کو رات رہے سے مسجد میں آلیٹا۔ ترک کے بعد نماز صبح کے لئے حضرت علی مسجد میں تشریف لائے، ابن ملجم کو ہوشیار کیا، اور محراب مسجد میں پہونچ کر نماز نافلہ شروع کی، ابن ملجم پاکھے کی آڑ میں قتل علی کی نیت باندھ کھڑا ہو رہا۔ پہلی رکعت کے دوسرے سجدے میں حضرت علی کے فرق مبارک پر تلوار ماری، یہ تلوار اتفاق سے خندق والے گھاؤ پر پڑی، اور کارگر پڑی۔ دماغ کی ضرب اور اثر سم سے حضرت علی بیہوش ہو کر خون میں لوٹنے لگے ابن ملجم بھاگا، فوراً خبر مشہور ہو گئی، دوست دشمن سبھی دوڑ پڑے، تمام مسجد اہل کوفہ سے بھر گئی، بنی ہاشم مسجد سے حضرت علی کو مکان اُٹھا لیگئے، ذرا ہوش آیا، فرمایا افسوس کہ دور دراز وحشت ناک سفر درپیش ہے زادِ راہ کچھ نہیں رکھتا، امام حسن نے پوچھا بابا! یہ کس کا فعل تھا، فرمایا ابن ملجم کی حرکت تھی، ابن ملجم کو لوگوں نے بوکھلایا ہوا

پایا، پوچھا تو انکار کرنا چاہا تھا۔ گھبرا کر اقرار کر لیا، گرفتار ہو آیا،
آپ نے فرمایا: ابن ملجم کو کچھ تکلیف نہ دینا، جان بر ہونگا تو اپنا
قصاص آپ لینے کا مجھے اختیار ہے، نہ بچوں تو ایک ضرب سے زیادہ نہ لگانا
۴۸ گھنٹہ حیات رہے، اس درمیان میں جب کبھی غش سے افاقہ پاتے،
نصیحت اور وصیت فرماتے، دودھ میں شہد ملا ہوا شربت سامنے آیا فرمایا
پہلے ابن ملجم کو پلا آؤ، کہ وہ تمہارے ہاتھ اختیار میں گرفتار ہے، آخر
وقت وقفہ موت نے موقع دیا، اہل کوفہ عیادت کو آئے تھے، گرد بزرگان
قبائل کا مجمع دیکھا، فرمایا پوچھ لو جو پوچھنا ہو۔ ہستی کا منظر، موت کا سماں
پیش نظر تھا، ارشاد کیا اے نظام قدرت کو عقل کی آنکھوں سے دیکھنے والو!
یہ دنیا دارالامتحان، حیرت کی جگہ، عبرت کا مقام ہے، اسکے اول میں
رنج و تعب آخر میں فنا ہے، حلال کے تصرف میں حساب کا سامنا، حرام
کے ارتکاب میں عذاب سے سابقہ ہے، اس کا غنی مفتون، اس کا محتاج
محزون ہے، جس نے پہچان لیا اسکی آنکھیں کھل گئیں۔ جس کی نگاہیں اسکی
زیب و زینت میں اٹکیں وہ اندھا ہوا، کل تک میں تمہیر حکمراں تھا،
آج عبرت ہوں، کچھ دیر میں رخصت ہو جاؤنگا میری وصیت تمہارے لئے
نصیحت ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ سوائے خدائے لاشریک کے کوئی معبود
نہیں ہے، وہی کل کا خالق سب پر قادر، ہر جگہ حاضر، ہر وقت ناظر ہے
محمد میرے ابن عم اسکے برحق رسول ہیں، جنھوں نے روز جزا کا یقین دلایا
نیکی کے صلہ میں بہشت کی بشارت دی بدی کے بدلے عذاب دوزخ سے

ڈرایا ہے اُنکی ہدایت نیک نتیجہ بہتر طریق، سیدھا راستہ ہے، نماز کو وقت سے قائم رکھنا کہ عماد دین ہے روزے رکھنا کہ بدن کی زکوٰۃ ہے زکوٰۃ دینا کہ جان کی خیرات ہے کارہائے سونہ میں طاقت اور استطاعت کا اندازہ کرلینا قول وفعل میں شرع سے باہر نہ جانا، معاش اور عبادت میں کوشش امور آخرت میں سعی اور عجلت کارہائے دنیوی میں تساہل اور سوچ بچار کو کام میں لانا، جو کچھ کرنا سمجھ بوجھ کر کرنا نتیجہ میں بہبودی دیکھ لینا، کامیابی پر خوشی کا ہڑ ناکامی میں ہائے واویلا نہ مچانا شادی میں از خود رفتہ غم میں آپ سے باہر ہو جانا ذوی القربی سے سلوک یتیموں بیواؤں کی خبرگیری، ضعیفوں کی امداد، ظالم سے خصومت، مظلوم پر رعایت ہمسایہ سے نیکی، مہمان کی تکریم، بیمار کی دلجوئی، عاجز ومصیبت زدوں پر رحم کرنا، کھانا کھانا تو پہلے صدقہ نکال دینا غریبوں سے اخلاق اہل مراتب کا ادب، بزرگوں کا لحاظ پاس، بڑوں کی عظمت نیکوں کی تعظیم عزیزوں سے نیکی کرنا ہوسکے تو ضرورت سے زائد مال میں خیر وخیرات کرنا، ذوی الحقوق کو مقدم ماننا فرائض خداوندی صلۂ رحم حق العباد کا بہت خیال رکھنا، پھر اولادوں سے مخاطب ہوکر ارشاد فرمایا کہ حسنین تمھارے درمیان واجب التعظیم ہیں کہ فرزند رسول ہیں،

میں تم سب کو تقویٰ اور پرہیزگاری کی وصیت کرتا ہوں آپس میں نیک سلوک رہنا، چھوٹے بڑوں کی اطاعت، بڑے چھوٹوں پر شفقت رکھیں، صبر کو اپنے اوپر فرض کرلینا، سکوت کو اپنے لئے لازم ماننا کسی کو مشورہ دینا تو نیک نیتی سے دینا ذاتی نقصان کا خیال نہ کرنا۔ امر مشتبہ میں ساکت رہنا جو چیز تم سے تمھارے ابنائے زمانہ چھین لیں، اُس کا

تاسف نہ کرنا، سلسلہ ہوس کو قناعت سے منقطع کرنا، مسئلہ قضا و قدر میں زیادہ فکر نہ کرنا کہ اسرار الٰہی ہیں خدا کو یاد، موت کو پیش نظر رکھنا، کسی سے نیکی کرنا تو بھول جانا کوئی بدی کرے تو بھولا دینا، پرہیزگاری شیوہ موعظہ مسلک احتیاط کو جلیس، ذکر خدا کو اپنا مونس بنانا،

پھر امامت امام حسن کو تفویض فرمائی، اپنے غسل و کفن کی وصیت کی، نمود جنازہ اور اظہار قبر کی ممانعت کی، نقاہت نے روکا تو کلمہ شہادتین پڑھ کر خاموش ہو گئے، زہر کی تاثیر اور زخم کی تکلیف ضبط کی طاقت سے بہت زیادہ تھی، دو دن ایک رات اسی کرب و بیچینی میں کاٹے، اکیسویں رمضان ۴۰ھ ۶۶۱ء کی شب کو روح نے مفارقت کی، ۵ برس نو ماہ خلافت کی زحمتیں اوٹھائیں پچاس برس سر کو ہاتھوں پر لئے جسد بالا اسلام میں گزاری ۶۳ برس کے سن میں شہادت پائی فرزندوں نے غسل دیا رسول اللہ کے کفن سے بچے ہوے پارچہ کا خلعت پہنایا، امام حسن نے نماز پڑھائی شب کی اندوہناک تاریکی میں بنی ہاشم اور مخصوص صحابہ جنازہ اٹھا کر وصیتی مقام پر صبح ہوتے ہوتے دفن کر آئے وصیت کے موافق زمین ہموار کر دی پتہ نشان کسی پر نہ کھولا، مدفن کو اپنی معلومات میں رکھا، دلوں میں چھپائے رہے

۱۳۲ھ میں عبد اللہ عباس کے پوتے ابو العباس سفاح نے کہ ہاشمی تھے جب لوائے خلافت بلند کیا تو واللہ اعلم سینہ بسینہ واقفیت یا اپنی اطمینانی معلومات سے نجف میں قبر مطہر پر نشان کا پتھر نصب کرا دیا، پھر ان کے پوتے ہارون رشید نے ۱۷۰ھ میں جب قلمرو کا دورہ کیا، دلوں پر اس مقام کی عظمت پائی نشان کو نمایاں کر دکھایا اور اس کا انتظام بنی اسد کے سپرد کیا، اسکے بعد معز الدولہ دیلمی نے کچھ عمارت اپنے

وقت میں بنوادی ۷۶۳ھ ۱۳۹۵ء میں تیمور لنگ نے اس عمارت میں کچھ اور اضافہ کردیا۔ موجودہ روضہ ۱۱۴۳ھ ۱۷۴۵ء میں خوش عقیدہ نادر شاہ نے ہندوستان کی دولت سے از سر نو بنوایا ہے۔ جو اب تک شاہان ایران کے زیر اہتمام ہے اور نجف اشرف کے نام سے مشہور ہے، آپ نے جناب فاطمہ کی حیات تک کوئی اور بی بی نہیں کی پھر آگے پیچھے سب آٹھ بیبیاں کیں ۱۱ لڑکے ۱۵ بیٹیاں کل ۲۶ اولادیں ہوئیں،

نمبر شمار	ازواج	لڑکے	لڑکیاں
۱	فاطمہ زہرا بنت رسول اللہ	امام حسن ۱، امام حسین ۲	زینب ۱ - کلثوم ۲
۲	امامہ بنت زینب بنت خدیجۃ الکبریٰ		
۳	ام البنین بنت حزام ابن خالد	عباس ۳، جعفر ۴، عثمان ۵، عبداللہ ۶	
۴	ام حبیبہ، بنت ربیعہ	عمر ۷ (توام)	رقیہ ۳
۵	خولہ بنت جعفر حنفیہ	محمد اکبر حنفیہ ۸	
۶	لیلیٰ بنت مسعود	محمد اصغر (کنیت ابوبکر) ۹، ابو عبداللہ ۱۰	
۷	اسماء بنت عمیس	یحییٰ ۱۱	
۸	ام سعید بنت عروہ ابن مسعود		
			ام الحسن ۴، رملہ ۵، زینب صغرا ۶، رقیہ صغرا ۷، ام ہانی ۸، ام الکرام ۹، جمانہ ۱۰، امامہ ۱۱، ام سلمہ ۱۲، میمونہ ۱۳، خدیجہ ۱۴، فاطمہ ۱۵ (یہ بیٹیاں انہیں ازواج سے تھیں)

امام حسنؑ یہ حضرت علی کے پہلے صاحبزادے اسلام کے دوسرے امام ہیں، امن و امان بین المسلمین کا عہد لیکر خلافت معاویہ کو دیدی، پھر بھی معاویہ نے انکی زوجہ حضرت ابوبکر کی بھانجی جعدہ بنت ام فردہ سے زہر دلواکر شہید کرا ڈالا، بقیع کے راستے جنت کو سدھارے۔

امام حسینؑ یہ دوسرے صاحبزادے اور تیسرے امام ہیں، مرد آخر بیں اور مآل اندیش تھے، استقلال میں عدیم المثال ہوئے صبر کی حد شجاعت کی انتہا کردی۔ ابر ظلم کی انتہا شہادت کا خاتمہ ہوگیا سر کٹا دیا مگر یزید کی بیعت کو ہاتھ نہیں بڑھایا جان کیا دی اسلام میں جان ڈالدی نیک نامی کی دوامی بہشت اور شہرت سے ہمیشہ کی زندگی پائی، کربلا قتلگاہ بوترابیوں میں گھر گھر آرام گاہ ہے۔

حضرت عباسؑ قد و قامت اور وجاہت میں ماہ بنی ہاشم مشہور تھے شہدائے کربلا کے علمدار تھے باوجود جلالت و شجاعت نہایت حلیم الطبع تھے بھائی کا خوب ساتھ دیا۔ عزائے حسین کے ساتھ گھر گھر انکا بھی علم ہے، حضرات جعفرؑ۔ عثمانؑ۔ عبداللہؑ۔ عمرؑ۔ محمد اصغرؑ۔ ابو عبداللہؑ یہ سب امام حسین کے ہمراہ کربلا میں شہید ہوئے، گنج شہیداں میں اب بھی پاس ہیں۔

محمد حنفیہؑ انھوں نے باپ کے ساتھ جمل و صفین میں جہاد کئے ہیں، البتہ کربلا کی شہادت کا شرف نصیب میں نہ تھا، مدینہ میں قیام رہا،

یحییٰؑ کم سنی میں انتقال کر گئے،

حضرت علی کے بعد خلافت اور امامت امام حسن نے پائی، ہزاروں مسلمانوں کی جانیں جاتے دیکھیں، امارت سے ہاتھ اٹھایا۔ امامت پر

قناعت کی، ان کے بعد امام حسین امام ہوے - انھیں کی اولادوں میں امامت اور نسل میں سیادت ہے جو قیامت تک باقی رہے گی،

قال اللّٰہ تعالیٰ

اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ

شعبۂ اطلاعات
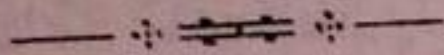
اخبارِ جامعہ

عربی مدارس کے نمائندوں کا اجلاس

جامعۃ الثقلین ۔ سفینۃ الہدایہ ٹرسٹ، دہلی کے زیرِ اہتمام ۲۶ جمادی الاول ۱۴۱۱ھ / ۱۵ دسمبر ۱۹۹۰ء بروز جمعہ دہلی کے عربی مدارس کے نمائندوں کا ایک مشاورتی اجلاس منعقد ہوا جس میں مدعوئین نے شرکت کی اجلاس میں جس کی صدارت علامہ سید ذیشان ہدایتی صاحب قبلہ مجتہد العصر نے فرمائی، عربی مدارس کے مسائل اور مشکلات کا جائزہ لیا گیا۔ شرکا اجلاس نے محسوس کیا کہ عربی اور فارسی زبانوں کے خزانے میں نہ صرف قدیم و جدید ادب و فن بلکہ مذہبی اور دینی علوم کے بھی جو گرانمایا جوہر موجود ہیں ان سے روشناش ہونے اور کما حقہٗ استفادہ کرنے کے لئے ان زبانوں کا سیکھنا ضروری ہے انہوں نے عربی اور فارسی کو فروغ دینے کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے دلی انتظامیہ سے مطالبہ کیا کہ جس طرح اتر پردیش میں الٰہ آباد عربی اور فارسی بورڈ اور بہار عربی و فارسی بورڈ ہے اسی طرح دلی میں بھی ایک عربی و فارسی بورڈ قائم کیا جانا چاہیئے تاکہ عربی مدارس خود کفیل ہو سکیں اور ان کی سندیں سرکاری طور پر تسلیم کی جائیں۔ یہ بھی فیصلہ کیا گیا کہ اس مطالبہ کے لئے دلی انتظامیہ سے مؤثر نمائندگی کی جائے اور اس کو عملی جامہ پہنانے کیلئے دوسرے اقدامات کو قطعیت دینے کیلئے اگلا اجلاس جلد سے جلد طلب کیا جائے۔

آقائے صادق گنجی رح

مجلس ترحیم

امام بارگاہ رشید مارکیٹ، خوریجی میں ۱۰ رجمادی الثانیہ ۱۴۱۱ھ ۲۸ دسمبر ۱۹۹۰ء کو ایران کے ممتاز ادیب اور دانشور آقائے صادق گنجی کے ایصالِ ثواب کیلئے ایک تعزیتی جلسہ اور مجلسِ عزا منعقد ہوئی۔ آقائے صادق گنجی لاہور میں ایران کے ایوانِ ثقافت کے ڈائریکٹر جنرل تھے۔ ان کا تبادلہ کسی اور جگہ

ہوگیا تھا اور ان کے اعزاز میں وداعی تقریب کا اہتمام کیا گیا تھا۔ جب وہ ہوٹل کے باہر اپنی موٹر سے اتر رہے تھے تو اچانک دو نوجوانوں نے خودکار رائفلوں سے ان پر گولیوں کی بوچھار کر دی انہیں زخمی حالت میں ہسپتال لے جایا جا رہا تھا کہ راستے ہی میں انہوں نے دم توڑ دیا آقائے صادق گنجی کی عمر صرف ۲۷ سال تھی۔ وہ اسلامی انقلاب کے ایک سلجھے ہوئے مجاہد اور ایک جوان صالح تھے۔

جناب مہدی عابدی نے اپنی تقریر میں آقائے صادق گنجی کے اس بزدلانہ قتل کی مذمت کرتے ہوئے حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا کہ وہ بیرونی سفارت کاروں کی جان کی حفاظت کے معاملے میں اپنی بین الاقوامی ذمہ داریوں پر توجہ دے۔ انہوں نے کہا کہ اس قتل کے سلسلے میں صرف قاتلوں کو گرفتار اور قانونی سزا دینا ہی کافی نہیں ہے بلکہ اس قتل کے پس پردہ محرکات کا پتہ چلانا اور ان گھناؤنی طاقتوں کو بے نقاب کرنا بھی ضروری ہے جن کے ہاتھوں میں ان کٹھ پتلیوں کی ڈوری تھی۔

بعد میں مجلس عزا منعقد ہوئی جس میں حجۃ الاسلام مولانا ذلیشان ہدایتی صاحب قبلہ نے فضائل و مصائب سید الشہداء علیہ السلام بیان کئے اور مجلس کی مناسبت سے مرحوم صادق گنجی کے قتل کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ زندگی تو ایک امانتِ خداوندی ہے جس کو اس کا مالکِ حقیقی، جب چاہے، جہاں چاہے طلب کر سکتا ہے۔ لیکن قابلِ رشک زندگی وہ ہے جو حق کی امانت سمجھ کر بسر کی جائے اور اس کے دامن کو حتی الامکان آلودگیوں سے دور رکھا جائے اس لئے یہ ہماری کوشش ہونی چاہیئے کہ ہم اس کو پوری امانتداری کے ساتھ اپنے پاس رکھیں اور اس کا مالک جب ہم سے اس کو واپس طلب کرے تو ہم اسے ایسی حالت میں نہ لوٹائیں کہ وہ اسے دیکھ کر کہے کہ یہ تو وہ چیز نہیں ہے جو میں نے تجھے بطور امانت دی تھی۔ بلکہ ایسی حالت میں لوٹائیں کہ وہ خوش ہو کر کہے: ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ، فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی۔ آخر میں مولانا نے جوان سال صادق گنجی مرحوم کی روح کیلئے طلب مغفرت کی اور دعا کی کہ خداوند عالم انہیں جوارِ علی اکبرؑ میں جگہ عطا فرمائے۔

مجلس عزائے سیدۂ عالم اور تعمیر جنت البقیع کمیٹی کا قیام

۲ جمادی الثانیہ ۱۴۱۱ھ ۲۲ نومبر ۱۹۹۰ء کو امام بارگاہ رشید مارکیٹ، کورنگی میں وفاتِ سیدہ کونین حضرت فاطمہ زہرا کے سلسلے میں خواتین کا ایک اجتماع منعقد ہوا۔ اس سال سیدۃ النساء العالمین کی وفات کو ۱۴ سو سال پورے ہو چکے ہیں۔ شرکاء اجتماع نے اس سال کو انتہائی اہم سال قرار دیا۔

متفقہ طور پر فیصلہ کیا گیا کہ اس سال دینی اور عصری تعلیم کیلئے مدرستہ الزہرا کے نام سے ایک پرائمری اسکول قائم کیا جائے تاکہ بچیاں اپنے ہی ماحول میں تعلیم حاصل کر سکیں۔

آخر میں مجلس عزا منعقد کی گئی جس میں محترمہ نسرین حسنین صاحبہ بیگم جناب سید مسعود حیدر نقوی صاحب نے فضائل و مصائب سیدۂ عالم بیان کئے اور خواتینِ امت کو تلقین کی کہ وہ سیدۂ کونین کی زندگی اور سیرت سے روشنی حاصل کریں۔ اسلام نے عورت کا جو پاکیزہ تصور دنیا کو دیا ہے فاطمہ کی شخصیت اس کی تجسیم ہے۔ رسول کی بیٹی نے تاریخ اسلام کے انتہائی نازک اور حساس دور میں اپنی عظیم ذمہ داریوں کو اس شان اور اہتمام سے انجام دیا کہ ان کا نام تاریخ کے ہر دور میں ظلم سے ترک تعاون اور باطل کے خلاف احتجاج کی علامت بن گیا ہے۔ یہ سچ ہے کہ دنیا کی کوئی عورت کردارِ فاطمہ کی بلندی اور عظمت کو چھو تک نہیں سکتی لیکن دنیا کی ہر عورت انکے اسوۂ حسنہ کی پیروی کر کے اپنی حقیقت کو دریافت کر سکتی، اپنے مرتبہ اور مقام کا شعور حاصل کر سکتی اور رزم گاہِ حیات میں اپنے لئے صحیح راستہ منتخب کر سکتی ہے۔ اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم فاطمہ کو جانیں اور اس عظیم و ہمہ گیر شخصیت کی معرفت حاصل کریں کیونکہ اس مقدس ہستی کے بارے میں جو ہماری عقیدتوں کا مرکز ہے۔ جس کی مصیبتوں پر ہم روتے ہیں اور جس کے دشمنوں سے ہم بیزاری اور نفرت کا اظہار کرتے ہیں، ہماری معلومات افسوسناک حد تک محدود اور سطحی ہیں۔

تعمیرِ جنت البقیع کمیٹی

سیدۂ کونین حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کی رحلت کی چہاردہ صد سالہ یادگار کے سلسلے میں ٹرسٹ نے سعودی عرب کے حکمراں، شاہ فہد بن عبدالعزیز کو سفیرِ سعودی عرب متعینہ ہند کے توسط سے ایک احتجاجی یادداشت روانہ کی جس کی نقلیں اسلامی جمہوریہ ایران کے صدر، حجۃ الاسلام آقائے علی اکبر ہاشمی رفسنجانی، اسلامی جمہوریہ پاکستان کے صدر، جناب غلام اسحاق خاں اور ادارۂ اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کمیشن کے صدر نشین کو روانہ کی گئیں۔ اس یادداشت میں جنت البقیع کے انہدام اور روضۂ رسول اور سیدۂ عالم اور ائمہ اطہار کی مزاروں کے زائرین پر ناروا پابندیوں کے خلاف پرزور احتجاج کرتے ہوئے مطالبہ کیا گیا ہے کہ سعودی حکومت سیدۂ کونین اور ائمہ اطہار کے روضے

تعمیر کرے یا ہمیں انہیں تعمیر کرنے کی اجازت دے۔ روضۂ رسول اور جنت البقیع کے زائرین پر جو پابندیاں عائد کی گئی ہیں وہ فوراً برخاست کی جائیں۔ سعودی عرب میں شیعوں اور سنیوں، دونوں کو اپنے اپنے ملکوں کی روایات کے مطابق اپنی مذہبی تقاریب: مثلاً مجالس عزا، محافل جشن، جلسہائے سیرت البنی وغیرہ منعقد کرنے اور ماتمی جلوس یا جلوس میلاد نکالنے نیز اپنے اپنے رسم و رواج کے مطابق نذر و نیاز کرنے کی اجازت دی جائے۔

ہم نے ایران اور پاکستان کے صدور سے خواہش کی ہے کہ وہ ان جائز مطالبوں کی تکمیل کیلئے اپنا اثر و رسوخ استعمال کریں۔ ہم نے ادارۂ اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کمیشن کے صدر کو اس طرف توجہ دلائی ہیکہ یہ مسئلہ بنیادی انسانی حقوق سے گہرا تعلق رکھتا ہے، اس لئے اس معاملے میں مداخلت کرنی چاہیئے۔

ٹرسٹ نے اس سلسلے میں "تعمیر جنت البقیع" کمیٹی قائم کی ہے جو ہمارے ان مطالبوں کو آگے بڑھانے کے لئے جدوجہد جاری رکھے گی اور ان کی تکمیل کے لئے وقتاً فوقتاً ضروری اقدامات کرتی رہے گی۔ اس یادداشت کا مکمل ترجمہ سالانہ رپورٹ میں شائع کیا جائیگا۔

جناب ذیشان ہدایتی

ظ. صاحب

ڈاکٹر ظ۔ انصاری جن کا اصل نام ظل حسنین تھا، ۵ اررجب ۱۱۴۱ھ ارم ۳۱ر جنوری ۱۹۹۱ء کو اس دار فانی سے عالم بقا کی سمت کوچ کر گئے اور اس طرح دنیائے علم و ادب ایک نابغۂ روزگار سے محروم ہو گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ایسے افراد ہمیشہ کمیاب رہے ہیں جو خاندانی وجاہتوں کے بل بوتے پر پہچانے نہیں جاتے بلکہ خود اپنی صلاحیتوں سے اپنی شناخت پیدا کرتے ہیں اور دنیا سے اپنی عظمت و فضیلت منوالیتے ہیں۔ وہ لوگ جو خاندانی وجاہت کے سہارے زندہ رہتے ہیں، وہ بہت جلد گمنام ہو جاتے ہیں لیکن وہ لوگ جو اپنی صلاحیتوں سے خاندانی وجاہتوں کو جنم دیتے ہیں، جریدۂ عالم پر دوام ثبت کر جاتے ہیں۔

ایسے ہی کمیاب افراد میں ظ۔ انصاری بھی تھے جن کا تعلق سہارنپور کے ایک متوسط خاندان سے تھا۔ ان کا خاندان کوئی مشہور خاندان نہیں تھا لیکن ظ۔ انصاری نے اپنی ذاتی کاوشوں سے ایک ایسا فکری، علمی، ادبی اور ثقافتی خاندان بنایا ہے جو ان کے ورثے سے نسلاً بعد نسلٍ فیض یاب ہوتا رہے گا اور ان کی نسبت سے وجاہت میں اضافہ کرتا رہے گا۔

کسی نامور خاندان کی آغوش میں پروان چڑھ کر خاندانی وجاہتوں کا وارث بنجانا آسان ہوتا ہے لیکن جہاں خاندان کا کوئی خاص پس منظر نہ ہو، وہاں کسی کا افق پر جلوہ گر ہونا اور صرف جلوہ گر ہونا نہیں بلکہ اپنی آب و تاب سے اپنے ارد گرد کو درخشاں کر دینا ممکن نہیں تو محال ضرور ہے۔ اور مولوی ظل حسنین صاحب ان لوگوں میں سے ایک تھے جنہوں نے اس محال کو ممکن بنایا۔

انہوں نے منصبیہ عربی کالج میرٹھ میں تعلیم حاصل کی جہاں سے دین کی بھی باتیں سیکھیں اور عربی وفارسی زبانوں پر قدرت بھی حاصل کی۔ اس دانش گاہ سے ایک عالم دین بن کر نکلنے کے بعد معلم آخرؐ کے فرمان "الحکمۃ ضالۃ المؤمن اینما وجدھا اخذھا" کی پیروی کرتے ہوئے جدید تعلیم کے مراکز کا رخ کیا پہلے انگریزی اور پھر روسی زبان وادب پر گرفت حاصل کی اور اجنبی ملک (سوویت یونین) میں غالب خستہ تن کو روشناس کرتے ہوئے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ روسی اردو اور اردو روسی لغات کی تیاری ان کا ایک لازوال علمی کارنامہ ہے۔ انہوں نے نہ صرف غالب اور دوسرے ہندوستانی ادیبوں سے سوویت یونین کے ادب دوستوں کو روشناس کرایا بلکہ کئی نامور سوویت ادیبوں سے ہندوستان کے ادب دوستوں کو بھی متعارف کرایا اور اپنی ان علمی وادبی خدمات سے دو عظیم پڑوسی ملکوں کے درمیان صدیوں پرانی دوستی اور تہذیبی روابط کو استوار بنانے میں گراں قدر حصہ بھی ادا کیا۔ مولانا آزاد پر ان کا آزادانہ تبصرہ، امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ پر ان کی خسروانہ رائے زنی، اقبالیات اور غالبیات پر ان کے فکر انگیز مقالات اردو ادب کے ذخیرے میں گراں بہا اضافہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

آپ نے دسیوں اخبارات کی ادارت اور سرپرستی بھی کی اور اپنی سلجھی ہوئی تحریروں سے اردو صحافت کے وقار کو بلند کیا۔ یہ سچ ہے کہ انہوں نے اپنی علمی اور فکری صلاحیتوں کو زیادہ تر مارکسزم کی ترجمانی اور ترقی پسند مصنفین کی علمبرداری میں صرف کیا لیکن مذہب سے اپنے قلم کے رشتے کو جوڑے رکھا اور اپنے ادب کو مذہب کی سرپرستی سے آزاد ہو کر آوارہ گرد بننے نہیں دیا۔

آپ کو صف اول کے ادیب ونقاد، فرہنگ نویس اور صحافی بننے اور خاطر خواہ شہرت کمانے کے باوجود یہ غم ستاتا ہی رہا کہ وہ کام جو خود کرنا چاہتے تھے نہ کر پائے اور نہ ہی کوئی خوش قسمت ان سے وہ کام لے سکا جو مارکسزم ان سے لے رہا تھا۔

وہ بہت اچھے مقرر بھی تھے اور اپنے زورِ خطابت سے سامعین کو مبہوت ومسحور کر دیا کرتے تھے۔ اگر وہ ایک ذاکر ہوتے تو نہ جانے دنیائے شیعیت ان سے کتنا فائدہ اٹھاتی۔ پھر بھی وہ اپنی اکثر وبیشتر تقریروں میں بے دھڑک شیعی تہذیب وثقافت کی پاسداری کیا کرتے تھے اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے تھے کہ اردو ادب وثقافت اور ہندوستان کی گنگا جمنی تہذیب کو زیادہ تر شیعیت نے سینچا ہے۔

وہ شیعیت کو انقلاب، تحریک اور استقلال کا مذہب سمجھتے تھے اور اپنے شیعہ ہونے پر فخر بھی کرتے تھے۔ انہوں نے مارکسزم کیلئے کام کیا کمیونسٹ پارٹی کے رکن بھی رہے لیکن شیعیت کو جو ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی، کبھی نہیں چھوڑا۔ وہ شیعہ تھے شیعہ رہے اور بہ امید خدا، ایک شیعہ کی حیثیت ہی سے دنیا سے گئے۔

۳۰ محرم ۱۹۸۳ء سے وہ بزم کائنات اور ہدایت گڑھ ایجوکیشنل کونسل کے رکن کی حیثیت سے ہماری سرپرستی کر رہے تھے اور اپنی گوناگوں مصروفیات اور خرابیٔ صحت کے باوجود اپنے قیمتی وقت اور مشوروں سے سرفراز فرمارہے تھے۔ امام خمینی سیمینار میں جو سفینۃ الہدایہ ٹرسٹ کے زیر اہتمام جنوری ۱۹۸۹ منعقد کیا گیا تھا، انہوں نے انتہائی ولولہ انگیز اور بصیرت افروز مقالہ بھی پڑھا تھا۔ حال ہی میں عالمی ادارۂ سفینۃ الہدایہ کی مجلس عاملہ نے غدیر اکادمی کی صدارت کے لئے ان کا نام پیش کیا تھا اور اس عہدے کیلئے ان کا انتخاب بھی عمل میں آچکا تھا۔ وہ خود بھی اب مستقل طور پر دہلی میں بس جانا چاہتے تھے لیکن کیا خبر تھی کہ وہ اتنی جلدی ہمیں داغِ مفارقت دے جائیں گے۔
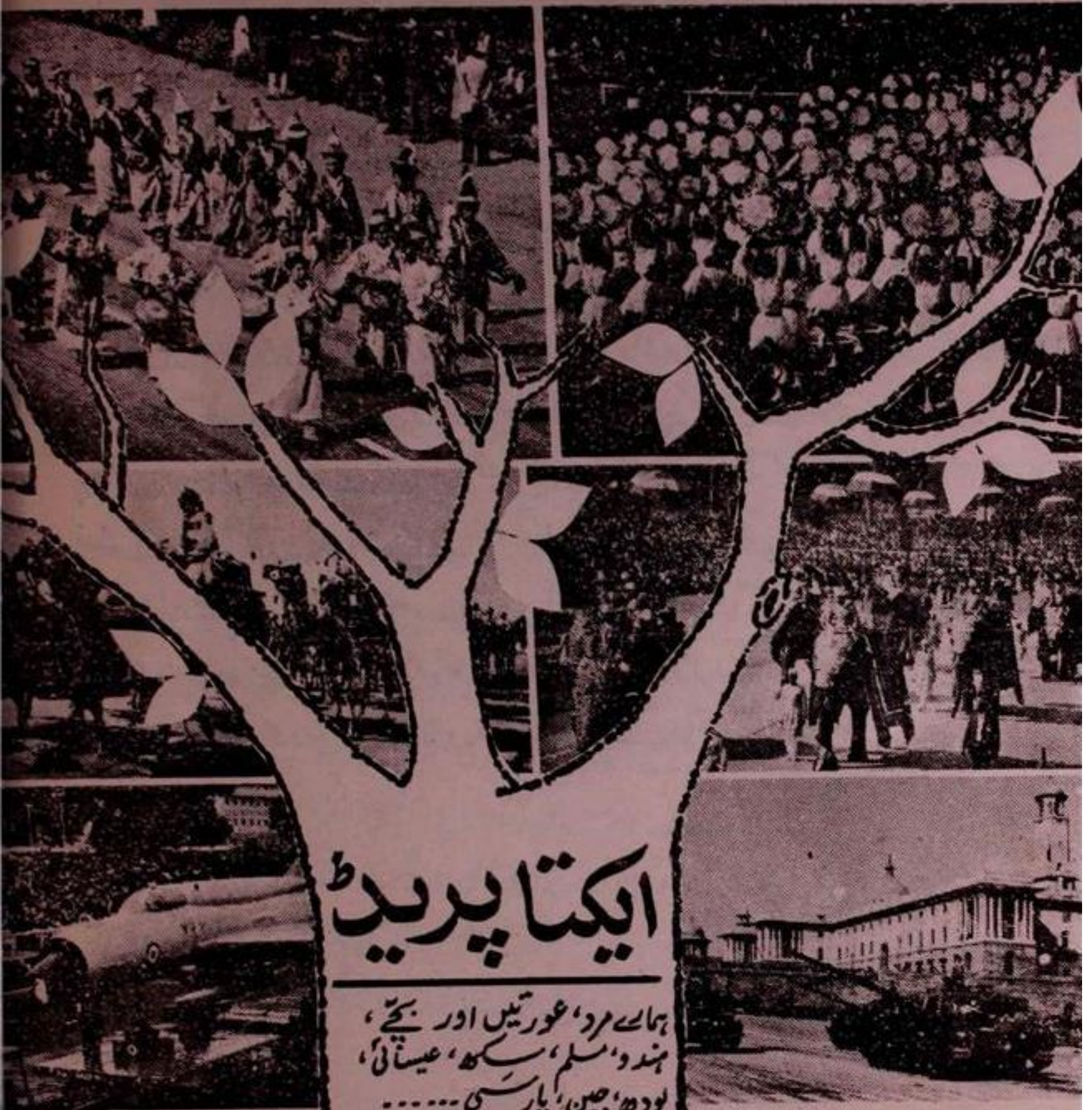
ایکتا پریڈ
ہمارے مرد، عورتیں اور بچے،
ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی،
بودھ، جین، پارسی ....
مشرق سے، مغرب سے، شمال سے، جنوب سے
ملک کے چاروں کونوں سے ہزاروں کی تعداد
میں یوم جمہوریہ کی تقریبات میں حصہ لینے کیلئے
آتے ہیں۔
اس طرح وہ ایک بار پھر ایکتا اور اتحاد کا مظاہرہ
کرتے ہیں اور ذات پات، نسل و مذہب،
خطے اور زبان کی رکاوٹوں کو توڑنے کیلئے خود کو
وقف کر دینے اور ہمارے کروڑوں عوام کی
فلاح و بہبود کے لئے کام کرتے ہوئے قوم کو
لوہے کی طرح مضبوط بنانے کا عہد کرتے ہیں۔
آئیے پریڈ کے جذبے کو برقرار
رکھیں اور مل کر آگے بڑھیں۔
davp 90/750

Regd. with the Registrar of News Paper for India Under R.N.No.47232/87 D.No.D(E) 50/88
ADABI KAINAT Monthly
41-Imambara Lane, Rashid Market, Delhi-110 051
Phone No.2206727
Printer, Publishers & Prop: SYED ZISHAN NEJAFI HIDYATI
Editor: AQEEL ALGHARAVI

JANUARY FEBRUARY NO 39

Rs. 6/—

دائیں سے بائیں:۔

حجۃ الاسلام ادیب الہندی صاحب (لکھنؤ) ڈاکٹر مجاہد حسین حسینی صاحب (بمبئی) ڈاکٹر ظ۔ انصاری مرحوم (صدارت فرماتے ہوئے)
حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ سید محمد علی ابولسانی سفیر کبیر جمہوریہ اسلامیہ ایران افریقہ دار السلام (مہمان خصوصی) جناب خواجہ حسن ثانی نظامی صاحب (دہلی)
ڈاکٹر عبد المغنی صاحب (پٹنہ) اور حجۃ الاسلام علامہ عقیل الغروی صاحب صدر جلسہ، صاحب سے مشورہ کرتے ہوئے دیکھے جا سکتے ہیں۔